ما احسن هذا النحو الذی نحوت (حضرت علیؓ)

# غرضِ جامی رحمۃ اللہ علیہ

فی

# شرح جامی

## الجزء الثانی

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

صدر مدرس، الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

المکتبۃ الشرعیۃ، شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
فون ۲۵۹۱۸۳

ما احسن هذا النحو الذی نحوت (حضرت علیؓ)

# غرض جامی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ ثانی مبنی تک

فی

# شرح جامی

تصنیف

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

صدر مدرس الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

فون ۲۵۹۱۸۳

المکتبۃ الشرعیۃ ، شمع کالونی ، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں


| | |
|---|---|
| نام کتاب | غرضِ جامی (جلد ثانی) |
| مصنّف | مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی |
| طبع اوّل | شوال ۱۴۲۲ھ |

## ملنے کے پتے:

مدرسہ بحر العلوم توحید آباد مولانا قاری ظفر اللہ صاحب

جامعہ رحمانیہ فرید ٹاؤن ملتان مفتی عتیق الرحمٰن ربانی صاحب فون: ۵۵۱۷۳۷

مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی

مکتبہ سید احمد شہید لاہور

مکتبہ رحمانیہ لاہور

ادارہ اسلامیات لاہور

المکتبۃ الحسینیہ بلاک ۱۸ سرگودھا

کتب خانہ مجیدیہ ملتان

مکتبہ رحمانیہ

مکتبۃ العارفی فیصل آباد

قدیمی کتب خانہ کراچی

مکتبہ اسلامی کراچی

مکتبۃ المعارف پشاور

کتب خانہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک

کتب خانہ رشیدیہ کوئٹہ

مکتبہ حنفیہ گوجرانوالا

مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالا

اسلامی کتب خانہ سرگودھا

مکتبہ گلستانِ اسلام چوک بلاک ۱۱ سرگودھا

ڈسٹری بیوٹر:

مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فون: 7355743 , 7224228 فیکس: 7221395

# المنصوبات

## متن ﴿هوما اشتمل علٰی علم المفعولية﴾

**قوله: قد تبين شرحه'** سے مولانا جامی بیان اعتزار کررہے ہیں کلام ماتن کی تفسیر کے ترک کرنے کی وجہ سے جسکا حاصل یہ ہے کہ ھو ما اشتمل علی علم المفعولیۃ کی تشریح ماقبل میں مرفوعات کے اندر گذر چکی ہے۔

**قوله: والمراد بعلم المفعولية** سے بطورِ تمہید علم کا بیان کیا ہے دراصل مقصود مفعول میں تعمیم کا بیان ہے۔

سوال: اسکی کیا وجہ ہے کہ مولانا جامی نے مرفوعات میں فاعل میں تعمیم کو بیان نہیں کیا۔ ترک مرفوعات کی تعریف ملحقات بالفاعل کوشامل ہوجاتی جس طرح مفعول کے تعمیم کے بیان سے منصوب کی تعریف ملحقات بالمفاعیل کوشامل ہوگئی ہے۔

جواب اول: اعراب کی تقسیم کے بعد اسکے بیان میں چونکہ فاعل میں تعمیم کو بیان کیا جاچکا ہے اسلئے قرب آیت کی وجہ سے مرفوعات میں تعمیم کے بیان کوضروری نہیں سمجھا اوراعراب کی تقسیم لی مباحث میں مفعول میں چونکہ تعمیم بیان ہو چکا ہے لیکن بُعد عہد کی وجہ سے بناء بر قیاس منصوبات میں دوبارہ مفعول کی تعمیم کو بیان کردیا۔

جواب ثانی: مولانا جامیؒ نے مرفوعات کے اندراس سوال کوتسلیم ہی نہیں کیا، کیونکہ مشتمل عام ہے جو فاعل اور ملحقات فاعل دونوں کوشامل ہیں۔جبکہ جامیؒ نے مجرورات کے شروع میں اسکی تفصیل کی ہے۔لیکن **علی سبيل التنزل** اس اعتراض کومنصوبات میں تسلیم کر کے تعمیم کو بیان کردیا۔

**قوله :وهی اربع** یہ جملہ مستانفہ ہے جسمیں علامت مفعولیت کے مصداق کو بیان کیا گیا ہے ۔علامت مفعولیت چار ہیں۔ ا۔فقط مفردات میں جیسے رَاَیۡتُ زَیۡداً

۲۔کسرہ مونث سالم میں جیسے رَاَیْتُ مُسْلِمَا تٍ ۳۔الف اسمائے ستہ مکبرہ میں جیسے رَاَیْتُ اَبَـاكَ ۴۔یاء ماقبل مفتوح تثنیہ میں اور یاء ماقبل مکسور جمع مذکر سالم میں جبکہ عامل ناصب ہو جیسے رَاَیْتُ مُسْلِمَیْنِ ،رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ۔

متن ﴿**فمنه المفعول المطلق**﴾

صاحب کافیہ نے منصوب کی تعریف کے بعد تقسیم کو بیان کیا ہے۔!جسکا حاصل یہ ہے کہ منصوب میں سے مفعول مطلق ہے۔

**قوله : ای من المنصوب منه** کی (ہ) ضمیر کے مرجع کا بیان ہے، جس کی گفتگو گذر چکی ہے منه الفاعل میں۔

**قوله**: سمی به مولانا جامیؒ وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں مفعول مطلق کی، جسکا حاصل یہ ہے! لغت میں اس پر مفعول کا اطلاق مطلق ہے فی حرف کے ساتھ مقید نہیں، اسی مناسبت کی وجہ سے نحویوں نے اس مفعول کا نام بھی مفعول مطلق رکھ دیا۔

سوال: مفعول مطلق بھی اطلاق کی قید کے ساتھ مقید ہے۔

جواب : اطلاق والی قید اطلاق اظہار کے لئے لائی گئی ہے تقید کے لئے نہیں ۔بخلاف باقی مفاعیل کے اُن میں قیود موجود ہیں کسی کے ساتھ **به** کی کسی کے ساتھ **فيه** کی کسی کے ساتھ **معه** کی۔

متن ﴿**وهو اسم مافعله فاعل فعل مذكور بمعناه**﴾

صاحب کافیہ نے مفعول مطلق کی تعریف کو بیان کیا ہے۔جسکا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسی چیز کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو یعنی وہ چیز اس فاعل کے ساتھ کھڑا ہو اس طور پر کہ اس چیز کا فعل مذکور کے فاعل کی طرف اسناد ایجاباً یا سلباً صحیح ہو۔عام ازیں کے مفعول حقیقی ہو کہ حکمی۔خواہ وہ فعل حقیقی مذکور ہو بشرطیکہ وہ فعل حقیقی یا حکمی اس چیز کے معنیٰ پر مشتمل ہو۔

**قوله**:ای المفعول المطلق: ضمیر کے مرجع کا بیان۔

**قولہ:** والمراد سےلیکر انما زید تک مولانا جامیؒ کی غرض دوسوالوں کا جواب ہے بایں طور کہ سوالِ اول دوم کا جواب ضمناً اور سوالِ اول کا جواب صراحۃً بیان کیا ہے۔

سوال اول: کی تقریر مفعول مطلق کی تعریف میں مذکور جامع نہیں کیونکہ آپ کے کہا مفعول مطلق ایسی چیز کا نام ہے جسکو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو۔یعنی ایجاد کیا ہو اور فعل مذکور کا فاعل اس کے لئے مؤثر اور موجد ہو حالانکہ مات موتاً ،جسم جسامۃً ،شرف شرفاً میں مصادر مذکورہ کو فعل مذکور کے ساتھ یعنی موت، جسامت اور شرافت موجد فعل مذکور کا فاعل نہیں بلکہ باری تعالیٰ ہے۔حالانکہ یہ مفعول مطلق ہے تعریفاً یہ صادق نہیں آتی تو آپکی تعریف جامع نہیں۔

سوال ثانی: کی تقریر ما ضربت ضرباً کی ترکیب میں ضرباً مفعول مطلق ہے حالانکہ یہ مفعولِ مطلق کی تعریف مذکور جامع صادق نہیں آتی کماھو الظاھر۔

جواب:عن السوال الاول کہ مافعلہ فاعل فعل سے مراد یہ قطعاً نہیں کہ فعل کے فاعل نے اُسے ایجاد کیا ہو اس کے لئے وہ موجد و مؤثر ہو۔اگر یہ مراد ہوتا تو تب آپکا اعتراض درست تھا،لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز فعل کے فاعل کے ساتھ قائم ہو بایں طور کہ اس چیز کا اِسنادفعلِ مذکور کے فاعل کی طرف صحیح ہو عام ازیں کہ وہ اِسناد ایجابی ہو یا سلبی ہو یہ بات ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں موت، جسامت،شرافت کا فعل مذکور کے ساتھ یقیناً قیام ہے اور اِسناد بھی صحیح ہے لہٰذا مفعول مطلق کی تعریف جامع ہوئی۔

جواب: عن السوال الثانی کہ جواب اول سے یہ معلوم ہوگیا کہ اِسناد سے مراد عام ہے کہ اِسناد ایجابی ہو یا سلبی ہو اور آپکی پیش کردہ مثال ماضربت ضرباً میں اِسناد سلبی موجود ہے لہٰذا ہماری تعریف جامع ہوگئی۔

**قولہ:** وانما زید جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لفظِ اسم کے ظاہر کرنے کی کیا حکمت ہے۔

جواب : تا کہ تعریف کا معرف پر حمل صحیح ہو جائے ورنہ حمل صحیح نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ مفعول لفظ کے اقسام میں سے ہیں اور مافعله فاعل مذکور معانی میں سے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ معنٰی کا حمل لفظ پر صحیح نہیں ہوتا۔

**قوله**: یدخل فی سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مابمنزلہ جنس کے ہے جو کہ تمام مصادر کو شامل ہے۔

**قوله** :صفة للفعل ترکیب کو بیان کیا ہے جو کہ لفظ مذکور لفظ فعل کی صفت ہے وھو اعم من ان یکون دو سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال اول: کی تقریر مفعول مطلق کی تعریف مذکور جامع نہیں اس سے فضرب الرقاب خارج ہو جاتا ہے۔اسلئے کہ اسکا فعل مذکور ہے ہی نہیں حالانکہ ضرب الرقاب یہ مفعول مطلق ہے۔

سوال ثانی: کی تقریر مفعول مطلق کی تعریف مذکور جامع نہیں اس لئے کہ ضارب ضرباً کی ترکیب میں ضرباً صادق نہیں آتی اس لئے اسکو فعلِ مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ شبہ مفعول کے فاعل نے کیا ہے۔

جواب: سوالِ اول کا جواب مولانا جامیؒ نے اسطرح دیا کہ بھائی صاحب فعل کے مذکور ہونے میں تعمیم ہے خواہ حقیقۃً مذکور ہو جبکہ فعل بعینہ مذکور ہو جیسے ضربتُ ضرباً ،یا حکماً مذکور ہو جبکہ فعل مقدر ہو اور ضارب ضرباً میں فعل مقدر ہونے کی وجہ سے حکماً مذکور ہے۔اور سوالِ ثانی کا جواب اسطرح دیا کہ فعل میں بھی تعمیم ہے خواہ فعل حقیقی ہو یا شبہ فعل ہو لہٰذا ضارب ضرباً میں شبہ فعل مذکور ہے تو تعریف صادق آئیگی۔

**فائدہ** : مولانا جامیؒ کی عبارت او اسماً کا عطف اگر مقدر پر ہو جیسا کہ ظاہر میں بھی معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں شبہ فعل کا فعل حقیقی بننا لازم آئیگا جو کہ باطل ہے اور کسی امر آخر پر عطف ہے تو وہ معلوم نہیں ، نیز یہ بھی یاد رکھیں جسطرح فعل مذکور ہونے میں تعمیم مراد ہے اسی طرح شبہ

فعل مذکور ہونے کی تعمیم ہے۔خواہ شبہ فعل مذکور حقیقتا ہو یا حکما حالانکہ مولانا جامیؒ نے فعل مذکور ہونے میں تعمیم کو بیان کیا ہے شبہ فعل کے مذکور ہونے کی تعمیم کو بیان نہیں کیا۔

جواب : مولانا جامیؒ کی عبارت میں جسطرح کہ حقیقت سے پہلے مذکوراً کے بعد فعلاً محذوف ہے اور او اسماً فی کا عطف بھی اسی جملہ ثانیہ پر ہے۔نیز او اسماً فیه معنا الفعل کے بعد لفظ حقیقۃً اور حکما بھی محذوف ہے تو جملہ ثانیہ میں اسماً فیه معنی الفعل تو مذکور ہونے کے قرینے سے جملہ ہونے فعل حذف کر دیا گیا اور جملہ اولیٰ میں حقیقۃً اور حکما تعمیم مذکور ہونے کی بناء پر جملہ ثانیہ میں حقیقۃً اوحکما کی تعمیم کو حذف کر دیا گیا۔فاندفع الاشکال ۔اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ جعل لکم اللیل والنهار مبصراً میں جملہ ثانیہ میں مبصراً کے مذکور ہونے کے قرینے کی وجہ سے جملہ اولیٰ میں مظماً کو حذف کر دیا اور جملہ اولیٰ میں لتسکنوا کے مذکور ہونے کی وجہ سے جملہ ثانیہ سے لتبتغوا کو حذف کر دیا گیا اور تقدیر عبارت آیت کریمہ کی یوں ہے۔جعل لکم اللیل مظلماً لتسکنوا فیه والنهار مبصراً لتبتغوا فیه۔

**قوله**:وخرج به المصادر فوائد قیود کا بیان۔کہ مذکور یہ فصلِ اول ہے جس سے تمام مصادر نکل جائینگے جنکا فاعل یہ حقیقۃً اور نہ حکماً مذکور ہے جیسے ضرب واقعاً علی زید۔

**قوله** :بمعناه صفة ثانية للفعل ترکیب کا بیان کہ بمعناه ظرفِ مستقر فعل کی دوسری صفت ہے۔

**قوله** : ولیس مراد سے کذالک تک سوال مقدر کا جواب۔

سوال: کی تقدیر کہ بمعناه میں جار مجرور کو متعلق کائناً مقدر کے ساتھ ہے۔اور حاصل معنی یہ ہوگا جو فعلِ مذکور ایسا ہو جو اس اسم کے معنی میں ثابت ہو اس سے تو فعل کا اسم کے معنی کی جز بنا معلوم ہوتا ہے حالانکہ اسم کا معنی فعل کے معنی کی جز ہوتا ہے نہ کہ فعل اسم کے معنی کی جز ہوتا ہے۔

جواب : یہ سوال مذکور تب لازم آتا ہے جب جار مجرور کا متعلق کائن یا واقع ہو اور باء حرف جر

کلمۃ فی کے معنی میں ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ جار مجرور کا متعلق مشتمل ہے اور وہ حرف جار علی کے معنی میں ہے اب حاصل معنی ہوگا کہ ایسا فعل مذکور جو اسم کے معنی پر مشتمل ہو معنی کلمۃ کے جز پر مشتمل ہونے کے اور یہ بالکل صحیح ہے۔

**قولہ**: فخرج بہ اسکا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے ضربتہ تادیباً کا تادیباً خارج ہو جائیگا کہ بے شک مصدر ہے جسکو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے لیکن یہ فعل مذکور کے ہم معنی نہیں۔

**قولہ**: کذالک سے رضی کے اعتراض کا جواب ہے۔

سوال: مفعول مطلق کی تعریف مذکور کرھت کراھتی پر صادق آتی ہے حالانکہ کرھت کراھتی میں کراھتی مفعول بہ ہے نہ کہ مفعول مطلق اسلئے کہ معنی یہ ہے کہ ناپسند سمجھا میں نے اپنے ناپسند سمجھنے کو لھٰذا یہ تعریفِ مذکور دخولِ غیر سے مانع نہ ہوئی۔

جواب: مثالِ مذکور کے اندر کراھتی میں دو اعتبار ہیں۔(۱) کراھت کا بایں طور ہونا کہ فعلِ مذکور کے فاعل کے ساتھ قائم ہے اور جو فعل اس فاعل کی طرف مسند ہے وہ اسی کراھت سے مشتق ہے۔(۲) کراھت کو بایں طور ہونا کہ اس پر فعل واقع ہو ہم یہ کہتے ہیں کراھت پہلے معنی کے لحاظ سے یقیناً مفعول مطلق ہے اور اس پر تعریف صادق آرہی ہے اور آنی چاہیے۔ اور دوسرے اعتبار کے لحاظ سے یہ مفعول بہ ہے اس پر مفعول مطلق کی تعریف صادق نہیں آتی۔ کیونکہ فعلِ مذکور کراھتی میں کراھتی کے معنی پر مشتمل نہیں کیونکہ اس پر واقع ہے لھٰذا بمعنی کی قید سے خارج ہو جائیگا۔

سوال: مفعول مطلق کی تعریف مذکور جامع نہیں اسلئے کہ ضربت صوتاً میں صوت پر صادق نہیں آتی کیونکہ فعل مذکور یعنی ضربت صوتاً کے معنی پر مشتمل نہیں۔

جواب: مثال مذکور میں مضاف مقدر ہے، تقدیر عبارت یہ ہے ضربت ضرب صوت تو حقیقت میں مفعول مطلق ضرب مصدر ہے جو کہ مضاف ہے صوت کی طرف پھر مضاف الیہ کو قائم مقام کر کے مضاف الیہ بنایا، اعراب اور حکم جاری کر دیا۔

متن ﴿وقد یکون للتاکید والنوع والعدد﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تعریف کے بعد اسکی پہلی تقسیم بیان کرر ہے ہیں کہ مفعول مطلق تین قسم پر ہے۔(۱) تاکیدی: (۲) نوعی: (۳) عددی۔

**قولہ**: المفعول المطلق ضمیر کے مرجع کا بیان ان لم یکن فی سے مولانا جامیؒ کی غرض مفعول مطلق تاکیدی کی طرف اشارہ کررہا ہے۔مفعول مطلق تاکیدی وہ ہے جسکے مفہوم میں فعل کے مفہوم پر زیادتی ہو۔

**قولہ** : ان دل علی بعض مفعول مطلق نوعی کی تعریف کی طرف اشارہ ہے کہ مفعول مطلق نوعی وہ مفعول مطلق ہے جو فعل کے بعض انواع پر دال ہو۔

سوال: اگر مفعول مطلق کے جمیع انواع پر دال ہوتو لازم آئیگا وہ مفعول مطلق نوعی نہ ہو حالانکہ یقیناً وہ مفعول مطلق نوعی ہے۔

جواب :مولانا جامیؒ نے مقدار ضروری کے بیان پر اکتفی فرمایا ہے۔

**قولہ**:ان دل علی عددہ سے مفعول مطلق عددی کی تعریف کی طرف اشارہ ہے۔مفعول مطلق عددی وہ ہے جو فعل مذکور کے عدد پر دلالت کرے۔

**قولہ** : لتاکید ممثل لہ کی تعین کا بیان برائے دفعِ وہم کہ تعدد امثلہ کیوں بیان کیا ہے۔

**قولہ**: بکسر الجیم للنوع ممثل لہ کی تعین کا بیان ہے۔

**قولہ**: بضبطھا ضبطِ اعراب کا بیان مع تعین ممثل لہ ہے۔

متن ﴿فالاول لایُثنّٰی ولایُجْمَعُ بخلاف اخویہ﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کے اقسام ثلاثہ کے درمیان فرق کیا ہے بحسب الاستعمال جسکا حاصل یہ ہے مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ اور جمع نہیں آتا بلکہ مفرد ہی رہتا ہے اور مفعول مطلق نوعی اور عددی یہ تثنیہ جمع لائے جاتے ہیں۔

**قولہ**: ای الذی للتاکید سے مولانا جامیؒ مفعول مطلق تاکیدی کے تثنیہ جمع نہ ہونے کی علۃ کو بیان کیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق تاکیدی ایسی ماہیت پر دلالت کرتا ہے۔ جو تعدد پر دلالت سے معری یعنی خالی ہوتی ہے۔ تو مفعول مطلق تاکیدی کا مدلول عدم تعدد ہے۔ جبکہ تثنیہ اور جمع تعدد پر دال ہوتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعدد اور عدم تعدد میں منافات ہے لہٰذا مفعول مطلق تاکیدی کا تثنیہ اور جمع ہونا صحیح نہیں۔

**قولہ**: فلا یقال ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ جب مفعول مطلق تاکیدی نہیں تو لہٰذا جلست جلوسَیْن لانا یا جلوسات کہنا غلط ہے۔

**قولہ**: الا اذا قصد بہ فلایقال سے استثنا کا بیان ہے یعنی اگر نوع عدد پر دلالت مقصود ہو تو پھر مفعول مطلق نوعی عدد کے قبیل سے ہونے کی بناء پر تثنیہ، جمع ہوسکتا ہے

**قولہ**: الذین ھما سے اخویہ کے مصداق کا بیان ہے کہ وہ مفعول نوعی اور عددی ہے۔

**قولہ**: نحو جلست سے توضیح بالمثال کا بیان ہے۔

## متن ﴿ قد یکون بغیر لفظہ ﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تقسیم ثانی کا بیان کررہے ہیں۔ بعنوانِ دیگر صاحب کافیہ کی غرض دفع توہم ہے توہم کی تقریر یہ ہے کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے ہونے کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ اپنے فعل کے لفظ کے مغایر نہ ہو کیونکہ تاکید معنوی الفاظِ مخصوصہ کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ صاحب کافیہ نے جواب دیا کہ مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مغایر بھی ہوسکتا ہے بعنوانِ ثالث صاحب کافیہ کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ میں اس مسئلہ میں کسائی اور مبرد کا تابع ہوں، سیبویہ کا تابع نہیں۔

**قولہ**: مغایراً للفظہ لفظ غیر کے معنیٰ کی تعین کا بیان برائے دفع توہم۔ وہم کی تقریر یہ ہے کہ غیر کے معنیٰ دون کے بھی آتے ہیں اب حاصل ہوگا کبھی مفعول مطلق اپنے لفظ کے سوا ہوتا ہے۔ یعنی مفعول مطلق کا فعل مذکور ہوتا ہی نہیں۔ یہ معنیٰ تو بالکل غلط ہے اسلئے کہ مفعول مطلق کے فعل کا مذکور نہ ہونا تو مفعول مطلق کی ماہیت اور حقیقت میں معتبر اور مراد ہے۔

جواب: یہاں لفظِ غیر مغایرت کے معنیٰ میں ہے دون کے معنیٰ میں نہیں اب حاصل معنیٰ یہ ہوگا کہ کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مغایر ہوتا ہے۔

**قوله** : اما بحسب المادة میں مادہ سے مغایرت میں تعمیم کا بیان ہے مغایرت بحسب المادہ مثال متن مذکور ہے اور مغایرت بحسب الباب کی مثال مولانا جامیؒ نے ذکر کر دی ہے۔انبته الله نباتاً۔

**قوله** : سيبويه سے امام سیبویہ کے مذہب کا بیان ہے جس سے صاحب کافیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میں نے اس مسئلہ میں سیبویہ کی اتباع نہیں کی۔سیبویہ کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق کا جسطرح بحسب المعنیٰ اپنے فعل کے ساتھ متحد ہونا لازمی ہے اسی طرح اپنے فعل کے ساتھ بھی متحد، موافق ہونا ضروری، واجب ہے۔

چنانچہ جن امثلہ میں مغایرت بحسب اللفظ پائی جاتی ہے وہاں مفعول مطلق کے لفظ ہی سے فعل کو مقدر مانا جائیگا۔

سوال: **حلفت جميعاً** میں مفعول مطلق کے لفظ سے فعل مستعمل ہی نہیں۔فكيف يقدر من لفظه في هذاالمثال۔

جواب: جن امثلہ میں مفعول مطلق کے لفظ سے فعل مستعمل ہے وہاں تو داخل تحت القدرت ہونے کی بناء پر مفعول مطلق کے لفظ سے ہی فعل کو مقدر مانا جائیگا اور یہ امثلہ مفعول مطلق کے لفظ سے فعل مستعمل ہی نہیں جیسا کہ مثال مذکور سوال میں ہے۔یہاں خارج عن الکتب ہونے کی بناء پر معذرت کر لی جائیگی تغایر کی چار صورتیں کاشفہ میں دیکھیے۔

## متن ﴿ وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازاً ﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تقسیمات سے فارغ ہونے کے بعد تعمیم بیان فرماتے ہیں۔کہ مفعول مطلق کے عامل ناصب کو یعنی فعل وشبہ فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔کبھی تو بطورِ جواز کے جبکہ قرینہ موجود ہو خواہ قرینہ حالیہ ہو جیسے سفر سے واپس آنے والے کو کہا جائے خیر مقدم تو یہاں

مفعول مطلق نوعی ہے، اسکا فعل قدمت بقرینہ حالیہ محذوف ہے جو حال قدوم ہے اسلئے کہ الفاظ مذکورہ بوقت قدوم استعمال کئے جاتے ہیں۔

**قولہ**: الناصب سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: حذف فعل تو فعل کے احکام سے ہے حالانکہ بحث تو مفعول مطلق کی ہورہی تھی تو خروج عن المبحث لازم آیا۔

جواب: کہ الفعل پر الف لام خارجی ہے لہٰذا قد یحذف الفعل میں الفعل سے مراد یعنی عامل جو مفعول مطلق کو نصب دینے والا ہے لہٰذا یہ خروج عن البحث لازم نہیں آئیگا۔

سوال: ہم کئی مرتبہ یہ جواب بتا چکے ہیں کہ مصنف کی عادت حسنہ ہے کہ اصل کے احکام کو بیان کرنے پر اکتفی فرماتے ہیں جبکہ فرع کے احکام کو مقایسۃ چھوڑ دیتے ہیں۔

**قولہ**: من سفرہ قدم کے صلے کا بیان ہے۔

**قولہ**: ای قدمت قدوماً سے عامل ناصب محذوف کا بیان ہے۔ کہ عامل ناصب قدمت بمع موصوف محذوف ہے۔

**قولہ**: فخیر اسم تفضیل سوال التی کی تمہید کا بیان ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ لفظ خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اصل میں اخیر تھا۔

**قولہ**: ومصدریتہ باعتبار الموصوف سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: خیر تو اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ حالانکہ مفعول مطلق کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے تو آپ نے خیر کو مفعول مطلق کیسے قرار دیا۔

جواب: خیر اسم تفضیل کا مفعول مطلق ہونا باعتبار موصوف محذوف کے ہے جو کہ قدوماً ہے اسلئے کہ صفت، موصوف میں کمال اتحاد ہوتا ہے۔ یا دوسری تاویل کہ یہ مضاف الیہ کے اعتبار سے ہے اسلئے کہ اسم تفضیل کے لئے مضاف الیہ کا حکم ہوا کرتا ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ نے دوسرے احتمال کی تو علۃ بیان کی ہے لان اسم التفضیل لیکن

احتمالِ اول کی دلیل کیوں بیان نہیں کی۔

جواب: کمالِ ظہور ووضوح کی بناء پر احتمالِ اول کی دلیل کو بیان نہیں کیا۔

**قوله**: ای حذفاً واجباً ترکیب کا بیان ہے جس پر سوال گذر چکا ہے۔

## متن ﴿ووجوباً سماعاً﴾

اور کبھی مفعول مطلق کے عامل ناصب کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے جسکا ذکر جائز ہی نہیں ہوتا لہذا وجوبی کی دو قسمیں ہیں۔ اول سماعی: جسکا علم صرف سماع سے ہو نہ بطریقہ استدلال کے اسکے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔لہذا سقیاً، رعیاً، خیبۃ، جدعاً، حمداً، شکراً میں وجوبی سماعی پر فعل حذف ہے وجوبی طور پر حذف ہے۔

**قوله**: سماعیاً ترکیب کا بیان کہ مفعول مطلق محذوف حذفاً کی صفت دونوں ہونے کی بناء پر منصوب اور یہاں یاءِ نسبت کی محذوف ہے اسلئے کہ یاءِ نسبت کثرت سے محذوف ہوتی ہے۔

**قوله**: موقوفاً علی السماع سماعی کے معنیٰ کا بیان برائے دفعہ دخل مقدر۔

**قوله**: قیاسی بھی تو مسموع من العرب ہوتا ہے۔تو لہذا سماعی قیاسی کے ساتھ کیسے تقابل درست ہوگا۔

جواب: دیا مولانا جامیؒ نے کہ حضرت جی سماعی کا معنیٰ یہ ہے کہ سماع پر ہی موقوف ہو جسکے حذف کے لئے کوئی قاعدہ نہ ہو بخلاف قیاسی کے وہ اگر مسموع من العرب تو ضرور ہوتا ہے لیکن اسکے لئے قاعدہ مقرر ہوتا ہے اور لاقاعدۃ لہ یہ موقوف علی السماع کے لئے صفت کاشفہ ہے۔

**قوله**: ای سقاك اللّٰه سقیاً عامل محذوف کا بیان۔جسطرح اگلی مثال میں بھی کامل انداز سے محذوف کا بیان ہے۔

**قوله**: ای خاب اسمیں بھی عامل ناصب کا بیان ہے لیکن یاد رکھیں من خاب الرجل یعنی خیبۃ بول کر معنیٰ مراد ہوتا ہے خاب الرجل خیبۃ والا اسکا مطلب یہ نہیں کہ خاب الرجل خیبۃ فعل مذکور ہونے کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

**قوله**:قطع الانف والاذن فعل مذکور ہونے کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اعضاء اربعہ کے مجموعے کا نام قطع کا نام ہے جدعاً۔

جواب: مولانا جامیؒ کی کلام میں واوٗ واصلہ بمعنیٰ او فاصلہ کے ہے۔

سوال: اسکی کیا وجہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے پہلے دونوں مصدر میں عامل محذوف خطاب کا صیغہ نکالا ہے۔اور دوسرے دونوں مصدروں میں غائب کا صیغہ ذکر کیا ہے۔

جواب: پہلے دونوں مصدر دعا ہے جسکی نسبت مخاطب کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ موحد استاد کے سامنے موحد شاگرد ہی ہوا کرتے ہیں وہ جب کتاب پڑھائے گا تو وہی بظاہر مخاطب ہوتے ہیں انکے لئے دعا ہو جائیگی بخلاف آخری دو مصدروں کے ان میں بددعا ہے تو وہ کسی مشرک اور بدعتی کی طرف نسبت کر کے خاب خیبۃ اور دوسرا جدعاً انکے لئے بددعا ہو جائیگی اسکے لئے غائب کا صیغہ استعمال کیا۔

**قوله**: فانه لم یوجد سے مولانا جامیؒ کی غرض انتباق الامثلہ کی علۃ کا بیان ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان مصادر ستہ مذکورہ میں عامل ناصب محذوف ہونے کی علت یہ ہے کہ ان مصادر کے استعمال کے ساتھ ان کے عوامل ناصبہ کا استعمال عربوں کی کلام میں نہیں پایا گیا۔

**قوله**: قیل سے مولانا جامیؒ ایک سوال نقل کر کے فاجاب سے جواب نقل کیا ہے۔

سوال: کا حاصل یہ ہے کہ ان مصادرِ مذکورہ ستہ میں سے بعض مصادر کے استعمال کے ساتھ انکے عوامل ناصب کا استعمال عرب میں پایا گیا ہے۔

جواب: جسکا حاصل یہ ہے کہ ہماری مراد فصحاء، بلغاء کی کلام میں ان مصادر کے ساتھ افعالِ ناقصہ کا استعمال نہیں ہے اور حمدت الله حمداً، شکر شکراً، عجبته عجباً فصحاء، بلغاء کی کلام نہیں متولدین کی کلام ہے۔

**فائدہ** : یہ جواب مخدوش ہے اسلئے کہ رضی نے نہج البلاغہ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ

خطبہ نقل کیا ہے جسمیں ان مصادر میں سے بعض مصادر کا استعمال کے ساتھ انکے افعال ناصب کو بھی استعمال کیا گیا جبکہ حضرت علیؓ افصح الفصحاء اور ابلغ البلغاء ہیں۔

**قولہ**: وبعضهم سے آخر تک سوال مذکورہ کے دوسرے جواب کو ذکر کیا جارہا ہے کہ ہماری مراد یہ ہے کہ ان مصادر ستہ مذکورہ میں انکے افعال عاملہ ناصبہ کا استعمال کلام عرب میں نہیں پایا جاتا جبکہ ان مصادر کا استعمال لام کے ساتھ ہو۔ حمداً وغیرہ اور آپکی پیش کردہ مثال بغیر لام کے مصادر کا استعمال ہے۔

**سوال**: اس جواب سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مصادر مذکورہ فی المتن عامل ناصب کو حذف وجوبی سماعی نہ ہو کیونکہ یہ بغیر لام کے ذکر کیے گئے ہیں۔

**جواب**: صاحب کافیہ کی عبارت میں تمام مصادر کے ساتھ لہ مقدر ہے لیکن یہ جواب دوم بھی مخدوش ہے اسلئے کہ مصادر مستعملہ باللام میں تو حذف وجوبی قیاسی ہے کما فی الرضی سماعی نہیں ۔حالانکہ بعض حذف وجوبی سماعی میں ہورہی ہے۔

**قولہ**:وقد يحذف الفعل حاصل عطف کا بیان۔

**قولہ** :ای حذفاً قياسياً ترکیب کا بیان کہ قیاساً مفعول مطلق محذوف حذفاً کی صفت دوم ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور صفت میں یاءِ نسبت کی بھی محذوف ہے۔

**قولہ** :يعلم له ضابطہ سے قیاسی کے معنی کا بیان ہے کیونکہ قیاس کا سماع کے ساتھ تقابل صحیح ہو جائے۔

## متن ﴿وقياساً فی مواضع﴾

کہ کبھی مفعول مطلق کے عامل ناصب فعل کو حذف کیا جاتا ہے بطور وجوب کے یعنی بطور وجوب قیاسی کے یعنی جسکا علم بطریقہ استدلال ہو اسکے لئے ضابطہ ہے جس ضابطہ کو قیاس بناتے وقت قیاس کا کبریٰ بنایا جاتا ہے اور اسکے لئے چند مقامات ہیں مواضع جمع کثرت کا صیغہ لائے ہیں ۔جس سے کثرت کی طرف اشارہ ہے تو صاحب کافیہ منها ماوقع سے من تبعیضیہ لا کر اشارہ

کردیا کہ اس کتاب میں بعض مواضع مذکور ہیں کل نہیں۔

**قولہ**:موضع سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لفظِ ما میں دو احتمال ہیں۔(۱) مفعول مطلق مراد ہو۔(۲) موضع مراد ہو۔اور دونوں صحیح نہیں۔مفعول مطلق مراد لینا اسلئے صحیح نہیں کہ مواضع میں سے ایک موضع مفعول مطلق نہیں ہوسکتا کیونکہ عمل صحیح نہیں اور دوسرا اسلئے کہ صحیح نہیں کہ جملہ صفتیہ کا عائد خالی ہونا لازم آتا ہے۔مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ما سے مراد مفعول مطلق ہے اور مضاف ہے موضع کی طرف اب کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔بعض شارحین نے یہ جواب دیا ہے کہ ما سے مراد تو موضع ہو اور عائد محذوف ہے تقدیرِ عبارت یہ ہے ماوقع فیہ لیکن مولانا جامیؒ نے اس جواب کو اختیار نہیں فرمایا اسلئے کہ حذف عائد کی نسبت مضاف کا حذف زیادہ شئی اور زائد ہے۔

**قولہ**: ای ارید اثباتہ سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: امثلہ اتیہ میں تو کلام منفی ہے مثبت نہیں کیونکہ کلام منفی تو وہ ہوتی ہے جسکے شروع میں نفی یا استفہام ہو۔

جواب: جسکا حاصل یہ ہے کہ مثبت کے معنی ما ارید اثباتہ کے ہے معنی عرفی مراد نہیں

**قولہ**:فانہ لو ارید نفیہ مثبتۃً کی قید کے فائدہ کا بیان، اوراس بات کی طرف اشارہ کہ یہ قید احترازی ہے۔

**قولہ**:داخل علی اسم دفع توہم، یہ وہم ہوسکتا ہے کہ متن کی عبارت داخل علی اسم لایکون خبراً عنہ یہ عبارت چونکہ معطوف مانفی کے بعد مذکور ہے اسلئے اس سے وہم ہو سکتا تھا کہ شاید کوئی یہ سمجھے کہ اسکا تعلق معطوف مانفی کے ساتھ تو ہے کہ اسکی صفت ہے لیکن نفی کے ساتھ تعلق نہیں۔مولانا جامیؒ نے وہم کو دور کروادیا کہ نہیں داخل علی اسم کا تعلق معطوف علیہ یعنی نفی کے ساتھ بھی ہے اور معطوف یعنی مانفی کے ساتھ بھی ہے۔

**قولہ**: ای عن ذالک الاسم ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

**قولہ** : وانما قال اس سے علی اسم کی قید کے فائدہ کا بیان ہے۔جس سے ماسرت الا سیراً وانما سرت سیراً خارج ہو جائیگا کیونکہ نفی اور مانفی فعل پر داخل ہے۔

**قولہ**: وانما وصف الاسم بان لایکون یہ آخری قید کے فائدہ کا بیان ہے جس سے ماسیری الاسیراً شدید خارج ہو جائیگا اس لئے کہ یہ خبریت کی بناء پر مرفوع ہے اب اس لئے پہلے مقام کے ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق نفی یا مانفی کے بعد مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا مانفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ اس سے یہ مفعول مطلق خبر نہ بن سکتا ہو تو اس وقت مفعول مطلق کے عامل ناصب کا حذف واجب ہوتا ہے۔اس ضابطہ سے چار شرطیں معلوم ہوئیں۔(۱) شرط مفعول مطلق مقام اثبات میں ہو، احترازی مثال ماسرت سیاراً یہ مقام اثبات میں واقع نہیں، تو عامل حذف نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) شرط نفی کے بعد یا معنی نفی کے بعد واقع ہو۔احترازی مثال سرت سیراً۔

(۳) شرط کہ نفی اور معنی نفی اسم پر داخل ہو۔احترازی مثال ماسرت سیر اً یہ مقام اثبات میں تو ہے نفی کے بعد بھی ہے لیکن نفی اسم پر داخل نہیں۔

(۴) شرط کہ جس اسم پر نفی داخل ہو اس سے مفعول مطلق خبر واقع نہ ہو سکے۔احترازی مثال ماسیری الاسیراً اس میں مفعول مطلق اثبات نفی کے بعد واقع ہے نفی بھی اسم پر داخل ہے لیکن مفعول مطلق کا اس اسم پر حمل بھی ہو سکتا ہے، خبر بن سکتا ہے اس لئے یہاں مفعول مطلق کا عامل ناصب کا حذف وجوبی نہیں۔''اتفاقی مثال، ماانت الاسیراً'' کہ اسم مفعول مطلق کا مقام اثبات میں بھی ہے، نفی کے بعد بھی ہے اور نفی بھی اسم پر داخل ہے اور مفعول مطلق کا اس اسم پر حمل بھی درست نہیں۔تو لہٰذا یہاں پر مفعول مطلق کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔اصل میں تھا ماانت الاتسیر سیراً یہ نکرہ کی مثال ہے، معرفہ کی مثال ماانت الاسیراً ، مانفی کی مثال انما انت الاسیراً اصل میں تھا انما انت الاتسیر سیراً۔

متن ﴿او وقع مکرراً﴾

ضابطہ ثانیہ مقام ثانی کا بیان، جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں پر مفعول مطلق مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد مکرر واقع ہو جسکی خبر بنانا صحیح نہ ہو تو اس مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔ جیسے زیدسیراً سیراً۔

زیدسیراً سیراً میں مفعول مطلق مکرر ہے اور ایسے اسم زید کے بعد واقع ہے جس سے خبر بنانا درست نہیں اس لئے یہاں اس کے مفعول مطلق کو وجوبی، قیاسی طور پر حذف کیا گیا ہے کہ اصل میں ہے زید یسیر سیراً۔

**قولہ:** ای فی موضع الخبر سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال:** اذا دکت الارض دکاً دکاً مفعول مطلق ہے لیکن اس کے باوجود اس عامل ناصب کو حذف نہیں کیا گیا بلکہ موجود ہے۔

**جواب:** ضابطہ ثانیہ میں قید معتبر ہے کہ مفعول مطلق ایسے اسم مکرر کے بعد واقع ہو جس سے خبر بنتا صحیح نہ ہو اور آیت کریمہ مفعول مطلق اگرچہ مکرر ہے لیکن مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع نہیں کہ جسکی خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو لہٰذا آیت کریمہ اس ضابطہ ثانیہ کے تحت داخل ہی نہیں ہے۔

**قولہ:** وانما جمع بین سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال:** صاحبِ کافیہ نے ضابطہِ اول اور ضابطہِ ثانیہ کو جمع کیوں کیا ہے حالانکہ مناسب تو یہ تھا ضابطہ اولیٰ کو بمعہ امثلہ علیحدہ بیان کرتے اور ضابطہِ ثانیہ کو بمعہ امثلہ علیحدہ بیان کرتے تو ان کو جمع کرنے کی حکمت کیا ہے۔

**جواب:** چونکہ یہ دونوں ضابطے ایک قید میں مشترک تھے کہ مفعول مطلق مقامِ خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع ہو جسکی خبر بننے کی مفعول مطلق میں صلاحیت نہ ہو اس قیدِ اشتراکی کی بناء پر دونوں ضابطوں کو جمع کیا، بعنوانِ دیگر مولانا جامیؒ کی غرض انما جمع سے قید مذکور کے قرینہ کو بیان کرنا ہے یعنی ایسی موضع الخبر سے سوال مقدر کا جواب دیتے ہوئے جس قید کو ذکر کیا تھا اس کے

قرینہ کو بیان کرنا ہے،اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ کا دونوں ضابطوں کو جمع کرنا اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ دونوں ضابطوں کا باہم قید میں سے کسی نا کسی قید میں ضرور اشتراک ہے اور غور ،تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ضابطوں کا اگر اشتراک ہوسکتا ہے تو قیود میں سے تو فقط قیدِ مذکورہ میں ہوسکتا ہے،یعنی مفعول مطلق مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع ہو جس کی خبر بننے کی مفعول مطلق میں صلاحیت نہ ہو لہٰذا ضابطہ ثانیہ میں قید مذکور کے مراد،معتبر ہونے کا قرینہ یہی ہے۔کہ صاحب کافیہ کا دونوں ضابطوں کو جمع کرنا۔

**قولہ**:ای تسیر سیراً فعل ناصب محذوف کا بیان،ای سیراً البرید میں بھی فعل ناصب محذوف کا بیان ہے۔

**قولہ**:ھٰذان مثالان سے سوال آتی ہے تمہید اور ضمناً ممثل لہ کی تعین کا بیان ہے۔

**قولہ**:انما اور دمثالین سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال**: یہ ہے کہ ایک نوع یعنی نفی کی دو مثالیں کیوں دیں۔

**جواب**:''وجوہ ثلاثہ کی بناء پر'' وجہ اول: صاحب کافیہ نے اس بات پر تنبیہ کی کہ ایسا مفعول مطلق معرفہ بھی ہوسکتا ہے اور نکرہ بھی ہوسکتا ہے۔دوسری وجہ:اس بات کی تنبیہ کرنا ہے کہ مثالِ اول میں ذات ابتداء یعنی مخاطب کے فعل کو بیان کیا گیا ہے،اور سیراً مفعول مطلق تاکید بھی ہے،مثالِ ثانی میں اس چیز کو بیان کیا گیا ہے جس کے ساتھ فعل مبتداء کو تشبیہ دی گئی ہے یعنی مبتداء کو بمنزلہ مشبہ قرار دیکر اس کے لئے مشبہ بہ کو ثابت کیا گیا ہے اس لئے کہ مخاطب کے لئے مطلق سیر کا ذکر نہیں بلکہ قاصر کے سیر کا اس صورۃ میں یہ مفعول مطلق سیر البرید نوع کے لئے ہوگا۔وجہ ثالث:اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس ضابطہ اولیٰ میں مفعول مطلق کو مفرد بلا اضافۃ اور بالاضافۃ دونوں طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔

**قولہ**:ای تسیر سیراً فعل محذوف کا بیان اور عمل سہ کی بیان سے برائے بیان وجہ تعدد امثلہ اسی طرح ای یسیر سیراً میں ابھی فعل ناصب کے محذوف کا بیان کرنا مقصود ہے

،ساتھ ممثل لہ کی تعین کا بیان ہے، جس کے ضمن میں تعددِ امثلہ کا بھی بیان ہے۔

منها ماوقع تفصيلاً لاثر مضمون، جملة متقدمة ضابطۂ ثالثہ کا بیان، حاصل یہ ہے کہ ہر ایسے مقام میں جہاں مفعول مطلق جملہ سابقہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو وہاں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

**قوله**:من المواضع التي ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

**قوله**:اي موضع سوال مقدر کا جواب جوگذر چکا ہے۔

**قوله**:والمراد بمضمون الجملة سے تعینِ مراد کا بیان ہے، کہ مضمون جملہ کے دو معنی آتے ہیں (۱) معنی لغوی ،عرفی بمعنی خلاصہ،لبِ لباب اور ماحصل ہے۔(۲) معنی اصطلاحی جملہ سے جو مصدر سمجھی جاتی ہے وہ مضاف ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف۔

مولانا جامیؒ نے تفصیل کر دیا کہ اس مقام پر ضابطہ میں مضمون جملہ کا اصطلاحی معنی مراد ہے نہ کہ لغوی وعرفی۔جیسا کہ آئندہ ضابطہ ثالثہ میں مراد ہے معنی ثانی نہ معنی اول۔

**قوله**:وباثره مراد اثر کا بیان برائے دفع دخلِ مقدر۔

سوال:متن کی عبارت میں لفظِ اثر کی اضافت مضمون جملہ کی طرف کی گئی ہے اور قاعدہ ہے کہ اثر کی اضافت مؤثر کی طرف ہوا کرتی ہے،حالانکہ مضمون جملہ مؤثر نہیں۔

جواب:اثر سے مراد غرض وغایت ہے۔

سوال: غرض وغایت کو اثر سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: دونوں میں مناسبت ہے،جس طرح شئ کا اثر شئ کے بعد ہوتا ہے ایسے غرض الشئ بھی شئ کے بعد ہوا کرتی ہے اس مناسبت کیوجہ سے صاحبِ کافیہ نے لفظِ اثر بول کر غرض وغایت مراد لی ہے۔

**قوله** :وبتفصيل الاثر تفصیلِ اثر کی مراد کا بیان ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اغراضِ محتملہ کا بیان ہو۔

**فائدہ**: مولانا جامیؒ نے مضمون جملہ کے مراد کو پہلے بیان کیا اور اثر کے مراد کو بعد میں بیان کیا، حالانکہ متن میں اس کے بالعکس ہے اس میں کیا حکمت اور اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب: مضمون جملہ مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ مضاف کے لئے تتمہ ہوتا ہے لہٰذا مضاف الیہ کی تفسیر مضاف کی تفسیر کے لئے موقوف علیہ ہوئی، اس وجہ سے مضاف الیہ کی تفسیر کو مضاف کی تفسیر پر مقدم کیا اور دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مھما امکن (جہاں تک ممکن ہو) مفسِر اور مفسَر میں اتصال ہونا چاہئے نہ کہ انفصال۔

**قولہ** :قولہ تعالیٰ نکال کر سوال کا جواب دیا ہے جو کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے، تعالیٰ جملہ معترضہ برائے علوشان قائل۔

**قولہ**:ای بعد شدالوثاق مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بعد مبنی برضمہ ہے جس کا مضاف محذوف منوی ہے۔

**قولہ**:فشدواالوثاق انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے جو نفسِ کتاب سے واضح ہے ۔خلاصہ یہ ہے کہ فشدوا الوثاق صلہ ہے جس کا مضمون شدِ وثاق ہے، اور شدِ وثاق کی مختلف اغراض ہوسکتی ہیں۔نمبرا قتل: نمبر۲ استرقاق: نمبر۳ فدیہ:
نمبر۴ مَن:

چنانچہ فاما مناً بعد واما فداءً میں باری تعالیٰ نے اپنے اغراضِ محتملہ میں سے بعض کی تفصیل بیان کردی ہے۔لہٰذا مناً ،فداءً مفعول مطلق ہیں، جو جملہ سابقہ کے مضمون اثر کی تفصیل واقع ہورہے ہیں۔اس لئے مفعول مطلق مناً اور فداءً کے عامل ناصبہ تمنون اور تفدون کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا۔ یہ ضابطۂ ثالثہ جملہ سابقہ کے حذف کا قرینہ ہے اور مفعول مطلق فعل محذوف کے قائم مقام ہے۔

متن ﴿ومنھا ماوقع لتشبیہ علاجاً
بعد جملۃ مشتملۃ علی اسم بمعناہ﴾

ماتن مقام رابع ضابطہ رابعہ کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو، یعنی مشبہ بہ ہو اور فعل علاجی پر دال ہو یعنی ایسے فعل پر جس کی مرور میں تحریک عضو کی ضرورت پڑتی ہو اور جملہ کے بعد واقع ہو اور جملہ اسم پر مشتمل ہو اور وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو، نیز وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو یعنی ایسی ذات پر مشتمل ہو جس کے ساتھ اس کا معنی قائم ہو، تو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصبہ کو قیاساً حذف کرنا واجب ہے اس ضابطہ سے کل چھ شرطیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو۔ ۲۔ فعل علاجی پر دال ہو۔ ۳۔ جملہ کے بعد واقع ہو۔

۴۔ وہ جملہ اسم پر مشتمل ہو۔ ۵۔ وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو۔ ۶۔ وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو۔ اگر ان چند شرطوں میں سے کوئی ایک نہ پائی گئی تو عامل ناصبہ کو حذف کرنا واجب نہیں ہوگا۔ اتفاقی مثال مررت بزید فاذا لہ صوت صوت حمار، دوسری مثال: مررت بزید فاذالہ صراخ صراخ الثکلیٰ۔

پہلی مثال میں مفعول مطلق کے لئے عامل ناصب یصوت اور دوسری میں یصرخ محذوف ہے۔

**قولہ**: لان یشبھہ بہ امر آخر سوال کا جواب۔

**سوال**: کہ متن کی عبارت تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفعول مطلق الہ تشبیہ کا ہو، حالانکہ مثال آتی میں مفعول مطلق آلہ تشبیہ نہیں ہے۔

**جواب**: حضرت جی عبارت تشبیہ مصدر بمعنی المفعول ہے کہ مفعول مطلق سے کسی دوسری چیز کو تشبیہ دی گئی، یعنی مفعول مطلق مشبہ بہ ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ مثال آتی میں مفعول مطلق مشبہ بہ ہے، بعنوانِ آخر سوال مقدر کی تقریر یوں کی جائیگی کہ تشبیہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان نسبت کا نام ہے، جس کی طرفین مشبہ اور مشبہ بہ ہوتی ہے اور متن کی عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مفعول مطلق مشبہ یا مشبہ بہ ہوگا مولانا جامیؒ نے مراد کو معین کر دیا کہ بھائی صاحب مفعول مطلق

مشبہ بہ ہوگا۔

**قولہ**: واحترز به قید مذکور کے فائدہ کا بیان ہے بمع مثال احترازی۔ لزید صوت صوت حسن اس مثال احترازی میں صوت ثانی تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔

قولہ:ای حال کونه ترکیب کا بیان کہ علاجاً وقع کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔

**قولہ**: دالا علی فعل سے مرادی معنی کا بیان ہے یعنی مفعول مطلق کسی ایسے فعل پر دلالت کرے جو افعال جوارح سے ہو یعنی آلات بدن کا محتاج ہو آگے اس کی احترازی مثال بیان کی لزید زهد زهد الصلحاء، یہ اس سے خارج ہے کیونکہ زہد افعال جوارح میں سے نہیں۔

**قولہ**: واحترز به اس جملہ کے بعد میں واقع ہونے والی قید کے فائدے کا بیان، کہ اس سے صوت زید صوت حمار سے احتراز ہو جائیگا کیونکہ یہ جملہ کے بعد واقع نہیں۔

**قولہ**:تلک الجمله ضمیر کے مرجع کا بیان، کہ مشتملہ ............اس کا مرجع تلک الجمله ہے اور لفظِ کائن نکال کر جار مجرور کا متعلق بیان کر دیا کہ یہ ظرف مستقر ہو کر اسم کی صفت ہے اور ای بمعنی المفعول المطلق سے ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

**قولہ**:واحترز به سے مولانا جامیؒ نے بمعناه کی قید کا فائدہ بیان کیا بمع مثال احترازی کہ بمعناه کی قید سے بزید فاذا له ضرب صوت حمار خارج ہو جائی گی۔ کیونکہ اس مثال میں باقی تمام قیود اگرچہ پائی جاتی ہیں، لیکن یہ قید کہ وہ جملہ ایسے اسم پر مشتمل ہو، کہ وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو اور یہ ہم معنی نہیں کیونکہ فاذا له ضرب یہ جملہ ضرب پر مشتمل ہے اور ضرب صوت کے ہم معنی نہیں، اور لفظ عنی نکال کر حاصل عطف کا بیان کہ صاحب کا عطف ہے اسم پر، ای صاحب ذالک الاسم ضمیر کے مرجع کا بیان۔

**قولہ**:ای الذی قام به معناه صاحب الاسم کے معنی مرادی کا بیان ہے کہ صاحب الاسم سے مراد یہ ہے کہ وہ جملہ ایسی ذات پر مشتمل ہو جس کے ساتھ اس اسم کا معنی قائم ہو جس پر جملہ مشتمل ہو۔

**قولہ**:احترز بہ سے مشتملہ علی صاحبہ کی قید کے فائدے کا بیان مع مثالِ احترازی، جو کہ مررت بالبلد فاذا بہ صوت صوت حمار ہے۔اس لئے کہ جملہ مشتمل ہے صوت والہ اسم پر اور جملہ میں ضمیر کا مرجع بلد ہے اور بلد کے ساتھ صوت کے معنی کا قیام نہیں ہوسکتا۔

**قولہ**:ای یصوت سے عامل ناصب فعل محذوف کا بیان ہے۔

**قولہ**:من صات الشئ صوتاً سوال مقدر کا جواب۔

سوال: یہ مثال مطابق میں صوت حمار میں صوت حاصلِ مصدر ہے بمعنی آواز، مصدر نہیں بمعنی آواز کرنا۔اور مفعول مطلق کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے، فعل بھی مزید سے یصوت بتشدید مقدر ہونا چاہئے۔

جواب:-صوت جس طرح حاصل بالمصدر بمعنی آواز کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح آواز کردن کے بھی استعمال ہوتا ہے۔اور مثال مطابق میں استعمال دوم ہی کے اعتبار سے مستعمل ہے۔لہٰذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہوگئی۔پہلی مثال:مررت بہ فاذا لہ صوت صوت حمار ۔دوسری مثال:مررت بہ فاذا لہ صراخ صراخ الثکلیٰ کہ گزرا میں اس کے پاس اچانک اس کے لئے رونا اور چلانا تھا مثل رونا چلانا بچہ گم کردہ عورت کے،ایک مثال مفعول مطلق نکرہ کی،ایک مثال معرفہ کی۔

## متن﴿ومنها ماوقع مضمون جملة لامحتمل لها غيره﴾

غیرہ مقام خامس اور ضابطہ خامسہ کا بیان،اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جو مفعول کے لئے مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ اور لب لباب اور ماحصول واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ دوسرے کسی چیز کا بالکل احتمال ہی نہ ہو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

**قولہ**:من تلک المواضع ضمیر کے مرجع کا بیان۔

**قولہ**:ای موضع مفعول مطلق سوال مقدر کا جواب جوگذر چکا ہے،ای لھذہ الجملۃ لھا میں ھا ضمیر کے مرجع کا بیان،اوراسی طرح ای غیر المفعول یہ بھی مرجع کا بیان ہے۔

**قولہ**:ای اعترفت اعترافاً فعل ناصب کے محذوف کا بیان ہے۔

**قولہ** :فاعترافا میں انطباق المثال بالممثل لہ کا بیان، کہ اعترافا لہ علی الف درھم والی جملہ کا خلاصہ اور ماحصل اورلب لباب ہے اوراس جملہ میں اس اعتراف کے علاوہ، یا غیر کا بالکل احتمال ہی نہیں ۔ویسمّی اصطلاح کا بیان،اوراصطلاح میں اس مفعول مطلق کوتا کید نفسی کہا جاتا ہے۔

**قولہ**:ھذاالنوع ضمیر کے مرجع کا بیان،اسی طرح فی نفس المفعول ضمیر مجرور کے مرجع کا بیان ہے۔

**قولہ**:لانہ انما یؤکد وجہ تسمیہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال : تاکید تواپنے نفس کی ہوتی ہے تواس تسمیہ کا کیا فائدہ ہے۔

جواب : چونکہ یہاں مؤکد بالفتح اورمؤکد بالکسر کے درمیان اتحاد ہی اتحاد ہے یہاں تک کہ مغائرۃ اعتباری بھی نہیں اس لئے اس کا نام تاکید لنفسہ رکھدیا گیا،بخلاف ضابطہ آتیہ کے کہ اس میں مؤکد بالفتح اورمؤکد بالکسر کے درمیان مغائرۃ اعتباری موجود ہے۔

## متن﴿ومنها ماوقع تفصیلا لمضمون جملة لها محتمل غيره﴾

ضابطہ سادسہ کا بیان ۔اس کا حاصل یہ ہے کہ ہروہ مقام جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون یعنی خلاصہ،لب لباب واقع ہواوراس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ غیر کا بھی احتمال ہوتو ایسے مقام میں بھی عامل مفعول مطلق فعل ناصب کوحذف کرنا واجب ہوگا۔

مثال مطابقی جیسے زید قائم حقاً

**قولہ** : ای احق حقاً عامل ناصب فعل محذوف کا بیان کہ حقا مفعول مطلق ہے جس کے لئے احق حقا فعل محذوف ہے اور مولانا جامیؒ نے من حق یحق سے اشارہ کر دیا کہ یہ مجرد سے ہے بمعنی اثبات کے۔

**قولہ**:فحقا سے انطباق المثال بالممثل لہ کا بیان، کہ حقا مفعول مطلق ہے جو کہ زید قائم کے جملے کے مضمون کا خلاصہ اور لب لباب ہے کہ زید قائم والا جملہ حق کے علاوہ غیر حق کے یعنی باطل کا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے کہ زید قائم جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں احتمال صدق اور کذب ہوا کرتا ہے۔

**قولہ** :ویسمی سے اصطلاح کا بیان ہے، کہ اس مفعول مطلق کو اصطلاح میں تاکید لغیرہ کہا جاتا ہے۔

**قولہ**:لانہ من حیث سے وجہ تسمیہ کا بیان، سوال مقدر کا جواب۔

**قولہ** : تاکید لغیرہ تو محال ہے کیونکہ تاکید کا معنی ہے شئ واحد کا دو مرتبہ تلفظ کیا جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شئ واحد کا دو مرتبہ تلفظ سے اسی شئ کی اپنی ذات کی تاکید ہوتی ہے نہ کہ غیر کی تاکید، تو تاکید لغیرہ نام رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

جواب: تاکید کے منافی مغائرت حقیقی ہے اور وہ یہاں مؤکد بالفتح اور مؤکد بالکسر کے درمیان پائی نہیں جاتی بلکہ یہاں تو مغائرۃ اعتباری پائی جاتی ہے جو کہ تاکید کے منافی نہیں اور یہ مغائرۃ اعتباریہ اس طرح ہے کہ مثال مذکور مؤکد بالکسر منصوص علیہ بلفظ المصدر ہے اس میں حق کے علاوہ کذب اور باطل کا بلکل احتمال نہیں، کیونکہ حقا مفرد ہے اور مفرد میں صدق اور کذب کا احتمال نہیں ہوا کرتا لہٰذا احق جو حقا کا مدلول ہے وہ مؤکد بالکسر ہے جس میں غیر حق کا بلکل احتمال نہیں اور جبکہ مؤکد بالفتح منصوص علیہ بلفظ الجملہ ہے جو کہ جملہ کا مضمون ہونے کی وجہ سے حق کے ساتھ ساتھ غیر حق کا بھی احتمال رکھتا ہے، لہٰذا خلاصہ یہ ہوا کہ مغائرت اعتباری یوں ہے کہ مضمونِ جملہ میں جس طرح کذب وصدق احتمال دونوں کا ہے لیکن مؤکد بالکسر میں جو حق ہے وہ احتمال سے

خالی ہے لہٰذا مؤکد تو موصوف بوصف الاحتمال ہے لیکن مؤکد موصوف بوصف الاحتمال نہیں اسی تغائرِ اعتباری کی وجہ سے اس کا نام تاکید لغیرہ رکھا ہے۔

**قولہ**: ویحتملہ سے مولانا جامیؒ نے دوسرا جواب دیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض تب وارد ہوتا ہے جب تاکید لغیرہ میں لام تاکید کے لئے صلہ ہو، ہم کہتے ہیں کہ لام صلہ نہیں بلکہ لام اجلیہ ہے اب حاصل معنی یہ ہوگا، تاکید اپنی ذات کی غیر کی وجہ سے تاکہ غیر مندفع ہو جائیں ،اس صورت میں تو تاکید اپنی ذات کی ہو جائیگی غیر کی وجہ سے تاکیدِ غیر کا ازالہ ہو جاتا ہے غیر کی تاکید نہیں۔

**قولہ**: وعلی ھذا سے اس جواب پر وارد ہونے والے سوال کا جواب دیا۔

سوال: اگر دوسرا جواب مان لیا جائے تا پھر تاکید لنفسہ اور تاکید لغیرہ میں تقابل باقی نہیں رہے گا ۔کیونکہ تاکید لنفسہ میں لام تاکید کا صلہ ہے اور تاکید لغیرہ میں لام تاکید کا صلہ نہیں ، بلکہ لام اجلیہ ہے،مولانا جامیؒ نے جواب دیا تاکید لغیرہ میں لام اجلیہ قرار دیا جائے تو اس صورت میں تاکید لنفسہ میں بھی لام صلہ کے لیے نہیں ہوگا ، بلکہ لام اجلیہ ہی ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ تاکید اپنی ذات کی وجہ سے تاکید کہ تکرار کی وجہ سے تقرر ہو جاتے لہٰذا تقابل باقی رہا۔

**قولہ**: ومنھا ماواقع مثنیً مثل لبیک مقام سالع اور ضابطہ سالع کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورۃ پر تکثیر،تکرار کے بتلانے کیلئے واقع ہو اور فاعل یا مفعول کی طرف مضاف بھی ہو تو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاسا حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔مثال مطابقی: جیسے لبیک وسعدیک۔

**قولہ**: ای علی صیغۃ التثنیہ سوال مقدر کا جواب۔

سوال: متن کی عبارت سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب مفعول مطلق تثنیہ واقع ہو تو اس کے عامل ناصب کو قیاسا حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔حالانکہ ضربت ضربتین میں مفعول مطلق تثنیہ ہورہا ہے اس کے باوجود اس کا عامل ضربت مذکور ہے۔اور سوال کی تقریر یوں بھی کی جا سکتی

ہے کہ ماقبل میں صاحبِ کافیہ نے بیان کیا تھا کہ مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ، جمع نہیں ہوتا اور یہاں آکر" ماوقع مثنی "تو صاحبِ کافیہ کادونوں کلاموں میں تعارض اور تدافع ہوا۔

**جواب:** حضرت جیؒ مثنی سے مراد یہ قطعانہیں کہ وہ تثنیہ کیلئے ہو، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تثنیہ کی صورۃ پر واقع ہو، تکرار بتانے کے لئے ہواور مثالِ مذکور فی السوال یعنی ضربت ضربین میں تو حقیقتاً تثنیہ کے لئے ہے، یہاں ایک بات یادرکھیں کہ مولانا جامیؒ کی عبارت وان لم یکن لتثنیه میں کلمہ ان وصلیہ ہے جو اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اگر مفعول مطلق حقیقتاً تثنیہ کے لئے ہوتو وہاں عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے بطریقہ اولیٰ۔ حالانکہ واقع اور نفس الامر یہ ہے کہ اگر مفعول مطلق حقیقتاً تثنیہ کے لئے ہوتو وہاں عامل کو حذف کرنا جائز ہی نہیں۔ باقی رہی بات کہ ان وصلیہ اس بات کا کیوں تقاضہ کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان وصلیہ میں نقیض شرط اولیٰ بالجزاء ہوا کرتی ہے اور جزاء جمیع الازمنہ میں لازم الوجود ہوتی ہے، جیسے یوں کہا جائے زید بخیل وان کثر ماله تو حاصل معنی یہ ہوگا کہ زید تمام ازمنہ میں بخیل ہے، یعنی اگر مال ہوتو تب بھی اور اگر مال نہ ہوتو بطریقہ اولیٰ بخیل ہوگا بالکل۔

مولانا جامیؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر چہ مفعول مطلق تثنیہ کے لئے نہ ہو، تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر حقیقتاً مفعول مطلق تثنیہ کے لئے ہوتو بطریقہ اولیٰ مفعول مطلق کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے، یہ واقع کے بالکل خلاف ہے۔

**جواب:** اصل عبارت یوں ہونی چاہئے کہ ای یکون علی صیغة التثنیه ولم یکن علی معنی التثنیه اور بعض نے یوں جواب دیا کہ یہاں ان وصلیہ نہیں بلکہ مخففہ من المثقلہ ہے ان وصلیہ کی تفصیل احقر کی تصنیف ضوابطِ نحویہ میں دیکھئے۔

**قوله:** لابد سے سوال مقدر کا جواب۔

**قوله:** ثم ارجع البصر کرتین میں کرتین مفعول مطلق تثنیہ کی صورۃ پر واقع ہے جس سے مقصود تکثیر وتکرار بتلانا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا عامل ناصب ارجع مذکور ہے

محذوف نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ صاحب کافیہ نے جو قاعدہ بیان کیا ہے یہ ناقص ہے اس میں ایک اور قید معتبر ہے وہ یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق فاعل یا مفعول کی طرف مضاف بھی ہو، اور آیت کریمہ میں مفعول مطلق فاعل یا مفعول مطلق کی طرف مضاف نہیں ہے تو حقیقت میں مولانا جامیؒ نے صاحب کافیہ پر اعتراض بھی کیا ہے کہ صاحب کافیہؒ نے قاعدہ مذکورہ ناقص بیان کیا ہے، اسلئے کہ اضافت الی الفاعل والمفعول والی قید معتبر تھی لیکن ذکر نہیں کیا۔

**فائدہ** : فاضل ہندی نے مولانا جامیؒ کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، کہ یہ قاعدہ مذکورہ ناقص نہیں بلکہ صاحب کافیہؒ مثال کے ضمن میں اضافت والی قید کو بیان کررہا ہے اگر چہ صراحۃً نہیں بلکہ ضمناً ہے، لہٰذا صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا مولانا جامیؒ کا درست نہیں۔

مولانا جامیؒ نے فاضل ہندی کے اس جواب مذکورہ کو فی جاء المثال سے رد کردیا، اس کا حاصل یہ ہے کہ مثال کو قاعدہ کا تتمہ قرار دینا سراسر تکلف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً قاعدہ قیود کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد قاعدہ کی توضیح کے لئے مثال کو پیش کیا جاتا ہے لہٰذا فاضل ہندی کا جواب درست نہ ہوا اور مولانا جامیؒ کا سوال باقی رہا۔

**فائدہ** : مولانا جامیؒ نے یہاں پر تو اکتفاء برمثال، یعنی مثال کو قاعدہ کا تتمہ قرار دینا تکلف قرار دیا ہے حالانکہ اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب کے بیان میں مولانا جامی اس تکلف کو خود اختیار فرما چکے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب کی بحث اندر اسماء ستہ مکبرہ اعراب بالحروف ثلاثہ ہونے کیلئے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے نمبر۱ مکبر : نمبر۲ موحدہ ومضاف ہو : نمبر۳ غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہو، تو وہاں جب صاحب کافیہ پر اعتراض ہوا تھا کہ صاحب کافیہ نے آخری دو شرطوں کو بیان کیا ہے پہلی دو قیدوں کو بیان کیوں نہیں کیا تو مولانا جامیؒ نے کہا تھا صاحب کافیہؒ نے مثالوں پر اکتفاء کیا تو وہاں پر اس تکلف کو خود اختیار کر چکا ہے اور یہاں رد کررہے ہیں۔ مولانا جامیؒ کے دونوں کلاموں میں تعارض اور تناقض ہے۔

**جواب:** اسماء ستہ مکبرہ کی بحث میں کل چھ مثالیں تھیں ان میں تین مثالیں توضیح کے لئے کافی تھیں اور تین مثالوں کو قاعدہ کا تتمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔بخلاف اس مقام کے یہاں پر صرف دو مثالیں ہیں جو قاعدہ کی توضیح کے لئے تو ہوسکتی ہیں لیکن ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔اور اسکا دوسرا جواب دیا جاسکتا ہے کہ اسماء ستہ مکبرہ کی بحث میں امثلہ توضیح قاعدہ کے لئے نہیں بلکہ محل قاعدہ کے تعین کیلئے ہیں،اور ایسی امثلہ جن سے مقصود محل قاعدہ کی تعین ہو ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار دیا جاسکتا ہے اور بخلاف ان مثالوں کے جو محل قاعدہ کی تعین کے لیے نہ ہوں بلکہ توضیح قاعدہ کے لئے ہوں ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار نہیں دیا جاسکتا،اور اس مقام میں مثالیں دوسری قبیل سے ہیں،اور اس سوال کا ایک تیسرا جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ امثلہ کا حاصل یہ ہے کہ امثلہ دو قسم پر ہیں (۱) وہ امثلہ جو لفظ نحو اور مثال کے ساتھ مصدر ہوں: (۲) وہ مثالیں جو لفظ نحو اور مثال کے ساتھ مصدر نہ ہوں۔تو قسم ثانی کو قاعدہ کا تتمہ قرار دیا جاسکتا ہے،اسماء ستہ مکبرہ کی امثلہ قسم ثانی کے قبیل سے ہیں،بخلاف قسم اول کی امثلہ کے،ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہاں قسم اول کے قبیل سے ہے۔

**قولہ:** اصلہ البّ لک البابین عامل ناصب فعل محذوف کا بیان ہے۔

**قولہ:** ای اقیم حاصل معنی کا بیان ہے، کہ میں تیری خدمت کیلئے انتصار امر کیلئے کھڑا رہوں گا ،کھڑا رہنا پے در پے اور اپنی جگہ سے ہٹوں گا نہیں۔

**قولہ:** فحذف الفعل سے انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ الب فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو لک باقی رہیگا البابین پھر مصدر سے زوائد یعنی الف ،ہمزہ مکسورہ کو حذف کر کے ثلاثی مجرد میں لے گئے پھر لک سے لام حرف جار کو حذف کر دیا،تو ک ( کاف ) باقی رہ گیا پھر مصدر کو اس کاف کی طرف مضاف کر دیا جس سے نون تثنیہ کا گر گیا تو لبیک ہوگیا۔

**قولہ:** ویجوز ان یکون احتمال آخر اور توجیہ ثانی کا بیان، کہ لب بالمکان مجرد سے مشتق ہو

لیکن یہ بھی یاء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اس لئے لب کے معنی میں ہی ہے باقی تاویل وہی ہوگی ،البتہ مصدر سے زوائد حذف نہیں کرنے پڑیں گے۔

**قولہ**:ای اسعد ك عامل ناصب فعل محذوف کا بیان ہے۔

**قولہ**:بمعنی اعنیک حاصل المعنی کا بیان،اس کا حاصل یہ ہے کہ میں تیری مدد کرتا ہوں بار بار مدد کرنا،اس مثال مذکور کی توجیہ پہلی مثال کی توجیہ پر قیاس کر لینا چاہئے،یعنی سعد یک اصل میں تھا اسعد ك اسعادین۔

**قولہ**:الا ان اسعد سے دونوں مثالوں کے درمیان فرق کا بیان،جس کا حاصل یہ ہے کہ اسعاد متعدی بنفسہ ہے اور الباب متعدی بالواسطہ ہے لام سے،اسی لئے مصنف نے دو مثالیں دی ہیں تاکہ فرق پر تنبیہ ہو جائے۔

## متن ﴿المفعول به هو ما وقع عليه فعل الفاعل﴾

مصنف مفعول مطلق کی بحث سے فراغت کے بعد مفعول بہ کی تعریف بیان کر رہے ہیں،جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ ایسی چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو،یعنی فاعل کے فعل کا تعلق بغیر واسطہ حرف جر ہو خواہ تعلق ایجابی ہو یا سلبی ہو،ان مزید وقوع حسی ہو یا حکمی اور آن مزید کہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی ہو۔

**قولہ**:ای هو اسم سوال مقدر کا جواب۔

**سوال**: مفعول بہ تو لفظ ہے اور جس چیز پر فاعل کا فعل واقع ہوگا وہ لفظ نہیں بلکہ ذات ہے تو حمل کیسے درست ہوگا حالانکہ معرف کا معرف پر حمل کا ہونا ضروری ہے۔

**جواب** :حضرت جی یہاں پر مضاف لفظ اسم مقدر ہے۔

**قولہ**:ولم یذکر الاسم سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال**: صاحب کافیہ نے لفظ اسم مفعول بہ کی تعریف کو لفظوں میں کیوں ذکر نہیں کیا۔

**جواب**: ماسبق پر اکتفاء کرتے ہوئے یہاں عبارت میں ذکر نہیں کیا۔

سوال: مفعول بہ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ خلق اللہ العالم میں عالم پر صادق نہیں، اس لئے کہ فاعل کے فعل کا وقوع مفعول پر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ مفعول فعل کے واقع ہونے سے قبل موجود ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ عالم جو مفعول ہے وہ خلق سے پہلے موجود نہیں۔

جواب: وقوع فعل فاعل پر عام ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما، تو خلق اللہ العالم میں اگر چہ حقیقتا نہیں بلکہ حکما، اس لئے کہ ان جیسی تراکیب اور امثلہ میں فاعل کے فعل کا وقوع حقیقتا ہوتا ہے مفعول پر، تو اس میں اگر چہ حقیقی نہیں لیکن حکمی ضرور موجود ہے۔

**قولہ**: المراد بوقوع الفاعل سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: کہ مفعول بہ کی تعریف مذکور جامع نہیں کیونکہ ماضربت زید پر صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ یہاں فعل کا وقوع نہیں بلکہ فعل کے وقوع کی نفی ہے۔

جواب: حضرت جی سینہ تھام کے سن لو یہاں وقوع سے مراد تعلق ہے عام ازیں تعلق سلبی ہو یا ایجابی، اور ماضربت زیداً میں تعلق سلبی موجود ہے۔

**قولہ**: بلاواسطہ حرف الجر سوال مقدر کا جواب۔

سوال: یہ تعریف مذکور آپکی مانع بھی نہیں اور جامع بھی نہیں اس لئے کہ مررت بزید میں زید پر صادق آتی ہے اس لئے کہ فاعل کے فعل مرور کا زید سے، حالانکہ صاحب کافیہ کے نزدیک مررت بزید میں زید مجرور مفعول بہ نہیں بلکہ مجرور ہے۔

جواب: کہ وقوع سے مراد مطلق تعلق نہیں بلکہ ایسا تعلق ہے جو حرف جار کے واسطے کے بغیر ہو اور آپکی پیش کردہ مثال میں تعلق تو ہے لیکن حرف جار کے واسطے سے ہے۔

**قولہ**: فانھم یقولون سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اس پر کیا قرینہ ہے کہ یہاں تعلق سے مراد متعلق نہیں بلکہ بلاواسطہ حرف الجر ہے۔

جواب: اس پر قرینہ نحاۃ کی عرف ہے کیونکہ نحویوں حضرات کے اپنے عرف میں ضربت زید میں تو فاعل کے فعل کے تعلق کو وقوع کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، لیکن مررت بزید میں فاعل کے فعل کے

تعلق کو وقع کے ساتھ تعبیر نہیں کرتے بلکہ تلفظ کا اطلاق وقوع پر سطرح کرتے ہیں اور مررت بزید میں تلفظ سے کا اطلاق کرتے ہیں۔ اس لئے معلوم ہوگیا کہ وقوع سے خاص تعلق مراد ہے جو بغیر واسطہ حرف جار کے ہو۔

**قولہ:** فخرج به سے مولانا جامیؒ وقع علیہ فعل الفاعل کی قید کا فائدہ کو بیان کررہے ہیں کہ اس قید سے باقی چار مفاعیل میں سے تین مفعول یعنی مفعول فیہ، معہ، لہ خارج ہوجاتے ہیں کیونکہ ان پر فاعل کے فعل کا وقوع نہیں ہوتا۔

**قولہ:** والمفعول المطلق سوال مقدر کا جواب۔

**سوال:** یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ مذکور تعریف مفعول مطلق پر صادق آتی ہے جیسے ضربت ضربا ضربا پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس کے ساتھ فاعل کے معنی کا تعلق بواسطہ حرف جار کے ہے حالانکہ یہ مفعول مطلق ہے مفعول بہ نہیں۔

**جواب:** مفعول بہ اور فاعل کے درمیان مغایرۃ ہوتی ہے بخلاف مفعول مطلق کے، اس میں مغایرۃ نہیں ہوتی بلکہ مفعول مطلق اور فعل کے درمیان تو اتحاد ہوتا ہے۔

**قولہ:** والمراد بفعل الفاعل سوال مقدر کا جواب۔

**سوال:** مفعول بہ کی تعریف مذکور پھر بھی دخولِ غیر سے مانع نہیں، اس لئے کہ ضرب زید میں زید پر صادق آتی ہے کہ زید کے ساتھ ضرب کا تعلق بغیر واسطہ حرف جر کے ہے حالانکہ ضرب زید میں زید مفعول بہ نہیں بلکہ مفعول مالم یسمہ فاعلہ ہے۔

**جواب:** فاعل کے فعل سے مراد ایسا فعل ہے جو عبارت اور لفظوں میں فاعل کی طرف مسند ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کی پیش کردہ مثال میں فعل مجہول کا فاعل کی طرف اسناد نہیں۔

**قولہ:** ولا یشکل سوال مقدر کا جواب۔

**سوال:** اس جواب سے تو لازم آتا ہے کہ اعطی زید درھما کی ترکیب میں درھما مفعول بہ نہ ہو، کیونکہ اس مثال میں اعطی کی نسبت فاعل مسند کی طرف نہیں، حالانکہ درھما یقیناً مفعول بہ ہے

جواب: فعل فاعل میں فاعل میں تعیم ہے خواہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی اور اعطی زید درھما کی ترکیب میں فعل کی نسبت فاعل حکمی کی طرف ہے لہٰذا اس پر ہماری تعریف صادق آجائیگی۔ کیونکہ زید مفعول مالم یسمہ فاعلہ ہے جو کہ فاعل حکمی ہوا کرتا ہے۔

**قولہ:** وبما ذکرنا سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اگر صاحب کافیہ مفعول بہ کی تعریف میں صرف اتنا کہہ دیتا، المفعول به ماوقع علیه الفعل تو اسمیں اختصار بھی تھا اور مقصود بھی حاصل ہو جاتا اس لئے کہ الفعل سے فاعل خود بخود سمجھا جاتا کیونکہ کوئی فعل بھی بغیر فاعل کے ممکن ہی نہیں۔

جواب: اسطرح عبارت ذکر کرنے سے اختصار ضرور ہو جاتا لیکن فاعل کے اندر تعیم نہ ہوسکتی ،حالانکہ مقصود فاعل کی تعیم بھی بیان کرنی ہے کہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی۔ تو اس تعریف کے بغیر یہ تعریف جامع نہ رہے گی اعطی زید درھما جیسی ترکیبیں اس خارج ہو جائیں گی ،اس لئے صاحب کافیہ نے الفاعل کو لفظوں میں ذکر کر دیا تا کہ فاعل میں تعیم ہو کر یہ تعریف جامع ہو جائے۔

**قولہ:** ولله در المصنف ماقبل کی تقریر سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مررت بزید میں زید مفعول بہ نہیں کیونکہ فعل کا تعلق حرف جار کے واسطے سے ہے۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ ضربت بزید میں بھی فعل کا تعلق زید کے ساتھ بواسطہ حرف جار کے ہے لیکن اس کے باوجود زید مفعول بہ ہے تو ان دونوں میں یعنی مررت بزید اور ذھبت بزید میں کیا فرق ہے۔

جواب: ضربت بزید میں حرف جار تغیر معنی کے لئے ہے، تغیر معنی کے بعد فعل کا تعلق زید کے ساتھ بلا واسطہ ہے اس لئے کہ ذھبت کا معنی ذھبت زید اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذھبت زید میں زید کے ساتھ ذھاب کا تعلق بغیر حرف جار کے واسطے سے ہے مفعول بہ ہوگا اور چونکہ مررت بزید میں باء حرف جار تغیر معنی تھے نہیں تو اس وجہ سے زید کے ساتھ مررت کا تعلق بواسطہ حرف جار کے ہوگا تو یہ مفعول بہ نہیں ہوگا۔

## متن ﴿ وقد يتقدم على الفعل ﴾

صاحب کافیہ نے مفعول بہ کی تعریف کے بعد مفعول بہ کے احکام میں سے ایک حکم بیان کیا ہے، اسکا حاصل یہ ہے کہ اکثر اولیٰ تو یہی ہے کہ مفعول بہ فعل سے مؤخر ہو لیکن کبھی کبھی فعل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے۔

**قولہ:** العامل فیہ اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ الف لام عہدی ہے اور الفعل سے مراد وہ فعل ہے جو عامل ہے مفعول بہ میں، کیونکہ اگر مفعول بہ ایسے فعل پر مقدم ہو جو فعل اس میں عامل نہ ہو تو یہ تقدیم معتبر نہیں، نیز اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ الفعل سے مراد مطلق عامل ہے خواہ فعل ہو یا شبہ فعل ہو۔

**قولہ:** لقوۃ الفعل سے مولانا جامیؒ علت بیان کر رہے ہیں مفعول کی فاعل پر جوازی طور پر مقدم ہونے کی برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: مفعول بہ اپنے فعل عامل پر کیوں مقدم ہوسکتا ہے حالانکہ معمول ہونے کی حیثیت سے تو مؤخر ہونا چاہئے تھا۔

جواب: چونکہ فعل اور شبہ فعل عمل میں قوی ہیں اور عامل قوی جس طرح مفعول بہ مؤخر میں عمل کر سکتا ہے اسی طرح مفعول بہ مقدم میں بھی عمل کر سکتا ہے۔

**قولہ:** اما جوازاً جملہ مستانفہ ایک استفسار کا جواب ہے۔ استفسار یہ ہے کہ مفعول بہ کے اپنے فعل عامل پر تقدیم کی کیفیت کیا ہے آیا جوازی ہے، یا وجوبی، مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ تقدیم میں تعمیم ہے جوازی ہو یا وجوبی۔

**قولہ:** واما وجوباً فیما تضمن مفعول بہ کی تقدیم وجوبی کے محل کا بیان۔

**قولہ:** ھذا اذالم یکن قید کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: من البر ان تکف لسانک اس میں مفعول بہ کی تقدیم جائز ہی نہیں تو ماتن صاحب کا وقد یتقدم کہنا صحیح نہیں۔

جواب : تقدیم مفعول بہ انتفاء مانع کی شرط کے ساتھ مشروط ہے یعنی مفعول کا مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ کوئی مانع موجود نہ ہو اور مثال مذکور میں مانع موجود ہے، اور مانع یہ ہے کہ ان مصدر یہ واقع ہوا ہے اور ان مصدر یہ اپنے صلہ کے تاول کی تاویل کر دیتا ہے اور مصدر عامل ضعیف ہے تو یہ معمول مؤخر میں تو عمل کر سکتا ہے لیکن مقدم میں عمل نہیں کر سکتا اسی لئے

متن ﴿وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازاً﴾

صاحب کافیہ ایک اور حکم بیان کر رہے ہیں، مفعول بہ کے عامل ناصب کا قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ حذف دو طرح کا ہوتا ہے

(۱) وجوبی۔ (۲) جوازی۔ ایسے شخص کے جواب میں زیداً کہدیا جائے جو یہ سوال کرے من اضرب اور حذف وجوبی چار مقامات میں ہوتا ہے۔

**قوله:** العامل فيه سوال مقدر کا جواب ہے جو گذر چکا ہے۔

**قوله:** مقالية اور حالية قرینہ میں تعمیم کا بیان ہے برائے دفع توہم، توہم تخصیص یعنی صاحب کافیہ نے صرف قرینہ مقالیہ کی مثال پیش کی ہے اس سے تخصیص قطعاً نہ سمجھی جائے کہ قرینہ مقالیہ پایا جائے تب حذف ہوگا، نہیں بلکہ تعمیم مراد ہے خواہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ ہو جیسے صرف مكة کہا جائے اس شخص کو جو مکہ کی طرف متوجہ ہو اس میں مفعول بہ ہے جس کا فعل محذوف ہے تریدای ترید مكة قرینہ اس کی حالت ہے۔

**قوله:** تخصيصها بالذكر سوال مقدر کا جواب۔

سوال : کہ مفعول بہ کے عامل فعل ناصب کا حصر کے مواضع اربعہ میں تخصیص بالکل صحیح نہیں ، کیونکہ باب اغراء میں مفعول بہ کے عامل فعل ناصب کا حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے اخاك الحج الصلوة۔ یعنی الزم اخاک، الزم الصلوۃ، الزم الحج۔ نیز جب مفعول نہ بناء بر مدح یا ترحم یا ذم کے ہو تو مفعول بہ کے عامل کو حذف کیا جاتا ہے، جیسے الحمد لله الحميد، یہ

مدح کی مثال ہے۔ترحم کی مثال:مررت بزید المسکین۔
اورذم کی مثال: جاء نی زید الجاجر۔
جواب: مواضع اربعہ کی تخصیص حصر کے لئے نہیں بلکہ کثرۃ مباحث کے اعتبار سے ہے کہ مباحث کثیرہ کا تعلق صرف ان ہی مواضع اربعہ کے ساتھ ہے بخلاف باب الاغراء،باب المدح ،الذم کے،ان کے ساتھ مباحث کثیرہ کا تعلق نہیں۔

الاول سماعی نحو امرأ ونفسه : صاحب کافیہ نے مواضع اربعہ کی تفصیل کرتے ہوئے موضع اول کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف وجوبی کے چار مقامات میں سے پہلا مقام سماعی ہے اور باقی تین قیاسی ہیں۔

**قوله:** ای من تلک المواضع الاربعة اس میں تعدد کا بیان ہے،اس تعدد کا بیان ہے جس کا لفظ اول تقاضہ کرتا ہے۔

**قوله:** مقصور علی السماع حذف وجوبی سماعی کے معنی کا بیان ہے تا کہ حذف وجوبی قیاسی کے ساتھ تقابل صحیح ہو جائے ،کیونکہ سماعی بمعنی المسموع ہونے کے اعتبار سے قیاسی بھی سماعی ہے،تو مولانا جامیؒ نے سماعی کا معنی بیان کیا کہ حذف وجوبی سماعی کا معنی یہ ہے کہ جن امثلہ محدود معددہ حذف العامل مسموع من العرب ہوان ہی میں حذف کیا جائے اور ان جیسی دوسری مثالیں قطعاحذف نہیں ہوں گی۔

**قوله:** اترك امراء ونفسه عامل محذوفہ کا بیان،واؤ عطف کے لئے ہے یاواؤ بمعنی مع کے ہے،سماعیات میں وجوب حذف کی علۃ کثرۃ استعمال ہے بارور قرینہ عالیہ ہے۔

**قوله:** انتهوا عن التثليث انتھوا کے صلہ کا بیان ہے۔

**قوله:** واقصدوا حدو عامل محذوف کا بیان ہے۔

**قوله:** وهو التوحيد خيراً کا مصداق اور معنی مصداقی کا بیان ہے۔

**قوله:** اتيت اهلاً عامل ناصب محذوف کا بیان ہے۔

**قولہ:** اولا احتمال دوم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے اھلا میں دو احتمال بیان کئے

ہیں۔(۱) اھلا مکان محذوف کی صفت ہو۔(۲) اھلا بمعنی اہل شخص کے ہو اور جانب کے مقابل میں دونوں احتمالوں پر معنی ظاہر ہے۔

**قولہ:** وطیت عامل محذوف، معنی مرادی کا بیان۔انتھوا عن التثلیث واقصد وا خیراً لکم یعنی تین خداؤں سے رک جاؤ اور اپنے لئے خیر یعنی توحید کا ارادہ کرو۔اتیت اھلاً معنی یہ ہے کہ تو ایسی جگہ میں آیا جو مانوس، آباد ہے۔آباد نہیں، یہ معنی اس وقت ہوگا جب پہلا احتمال ہو بمعنی مکان کے۔یا دوسرا معنی کہ تو اپنوں میں آیا نہ کہ اجنبیوں میں وطیت سھلا کا معنی تم نے نرم کو روندا نہ کہ سخت زمین کو، مطلب یہ ہے کہ علاقہ تمہارا ہی ہے آپکو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

## متن ﴿الثانی المنادی وھو المطلوب اقبالہ﴾

صاحب کافیہ نے ان مواضع اربعہ میں سے موضع دوم ''منادی'' کی تعریف کو بیان کیا ہے اور ''منادی کی تعریف'' منادی ہر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے کہ اس مسمی کی توجہ کو ایسے حرف کے ذریعے طلب کیا جائے جو ادعوا کے قائم مقام ہو خواہ توجہ بالوجہ کو طلب کیا جائے یا توجہ بالقلب کو۔پھر تقدیر توجہ حقیقی کو طلب کیا جائے یا حکمی کو آن مذی کہ طلب لفظی ہو یا تقدیری ہو۔

**قولہ:** الموضع الثانی کے موصوف کو بیان کیا ہے۔من تلک المواضع الاربعہ سے اس تعدد کا بیان ہے جس کا الثانی تقاضہ کرتا ہے

**قولہ:** ای توجھہ سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اقبال لغت میں اعتباری کی نقیض ہے لہٰذا یہ تعریف متوجہ بالوجہ کو مقبل کو شامل نہ ہوگی، کیونکہ متوجہ بالوجہ میں طلب اقبال سے تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آتی ہے جو کہ باطل ہے نیز ایسے شخص کی نداء کو یہ تعریف شامل نہیں جو دیوار کے پیچھے ہے اس لئے کہ ایسے شخص سے توجہ بالوجہ ممکن ہی نہیں۔خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ تعریف مذکور جامع نہیں۔

**قال الشارح** ای توجه الیك مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اقبال لغت میں ادبار کی نقیض ہے یعنی توجہ بالوجہ لہذا مقبل بالوجہ یعنی متوجہ بالوجہ کو یہ تعریف شامل نہ ہوئی اس لیے کہ متوجہ بالوجہ طلب اقبال سے تحصیل حاصل لازم آئے گی جو کہ باطل ہے یعنی ایسی شخص کی نداء کو بھی شامل نہ ہوگی جو کہ مثلاً جدار کے پیچھے ہو اس لیے کہ ایسے شخص سے توجہ بالوجہ ممکن ہی نہیں لہذا منادی کی تعریف مذکور جامع نہ ہوئی۔

**جواب** اقبال سے مراد مطلق توجہ ہے خواہ وہ توجہ بالوجہ ہو یا توجہ بالقلب ہو اور مقبل بالوجہ کی نداء میں اقبال سے توجہ بالقلب مطلوب ہوگی جو کہ پہلے سے حاصل نہیں اور توجہ بالوجہ اگر چہ پہلے سے حاصل ہے لیکن مطلوب نہیں۔

**قال الشارح** حقیقتا او حکما ولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** منادی کی یہ تعریف مذکور پھر جامع نہیں اس لیے کہ یاسماء۔ یا جبال۔ یاارض کی نداء کو شامل نہیں کیونکہ ان اشیاء مذکورہ کے لیے نہ وجہ اور چہرہ ہے کہ توجہ بالوجہ مطلوب ہو اور نہ ہی ان اشیا کے لیے قلب ہے کہ توجہ بالقلب مطلوب ہو۔ حالانکہ یاسماء۔ یا جبال۔ یاارض منادی ہے۔

**جواب** اقبال یعنی توجہ عام ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔ اور اشیاء مذکورہ میں اگر چہ توجہ حقیقی متحقق نہیں لیکن توجہ حکمی یقیناً موجود ہے بایں طور کہ اولا ان اشیاء مذکورہ یعنی سماء۔ جبال۔ ارض کو ایسی چیز کے مرتبے میں اتارہ جائے کہ نداء اور اقبال کی صلاحیت موجود ہو اس کے بعد نداء کی جائے اور حرف نداء کو داخل کیا جائے۔

**سوال** منادی کی تعریف مذکور جامع نہیں اس لیے کہ باری تعالی وجہ اور قلب سے پاک ہیں نہ توجہ بالوجہ اور نہ توجہ بالقلب کو طلب کیا جاسکتا ہے اور منادی حکمی کے تحت مندرج ماننا سوءادب ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔

**جواب** باری تعالی کا مطلوب الاقبال ہونا بمعنی مسئول الاجابت ہونے کے ہے جس میں کوئی

امکان نہیں ہے۔

**قال الشارح** بخلاف المندوب مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** منادی کی تعریف مذکور مندوب پر بھی صادق آتی ہے اس لیے کہ مندوب ایسے اسم کا نام ہے جس کی توجہ حکمی مطلوب ہوتی ہے حالانکہ صاحب کافیہ کے نزدیک مندوب منادی میں داخل نہیں ہے جس پر دلیل صاحب کافیہ کا مندوب کو منادی سے علیحدہ ذکر کرنا ہے لہذا تعریف منادی دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔

**جواب** یہ تعریف مندوب پر صادق نہیں آتی کیونکہ مندوب پر حرف نداء کا ادخال محض تفجع کے لیے ہوتا ہے ایسا بالکل نہیں ہوتا کہ اولا نادب مندوب کو ایسی چیز کے مرتبہ میں اتارے جس میں نداء کی صلاحیت ہو باارادہ نداء اس پر حرف نداء کو داخل کیا ہو۔ لہذا مندوب المطلوب اقباله کی قید سے منادی کی تعریف سے خارج ہو جاتا ہے اور تعریف منادی دخول غیر سے مانع ہے۔

**قال الشارح** وفيه تحكم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اعتراض بر صاحب کافیہ کا بیان کہ مندوب کو منادی سے خارج کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ مندوب بھی منادی حکمی ہے کیونکہ مندوب کی اقبال حکمی یعنی توجہ ہو حکمی مطلوب ہوتی ہے چنانچہ جب یا محمدا ہ کہا جائے تو گویا محمدا ہ کو نداء کی گئی ہے کہ آپ تشریف لائیں میں آپ کا مشتاق ہوں۔ خواہ روضہ اقدس پر ہو یا کہیں کسی اور مقام سے بہرحال یہ منادی حکمی ہے۔ جس سے حاظر وناظر اور علم غیب اور سمع و بصر کی نفی ہے۔ فاعتبروا يااولى الابصار

**قال الماتن** من الحروف الخمسة حرف نائب کا بیان ہے۔ تاکہ منادی کی تعریف میں جہالت لازم نہ آئے۔

وهي : حروف خمسہ کے مصداق کا بیان ہے۔ حروف نداء پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) یا (۲) ایا (۳) هیا (٤) ای (٥) همزه مفتوحه۔

**قال الشارح** تفصيل للطلب احتمالات ثلاثہ میں سے احتمال اول کا بیان ہے۔

**سوال** لفظا او تقديرا کے نصب میں تین احتمال ہیں یعنی

(۱) مفعول مطلق ہے مطلوب کے لیے

(۲) یا مفعول مطلق ہے نائب کے لیے

(۳) یا یہ حال ہے اقبالہ کی ضمیر سے جو منادی کی طرف راجع ہے اور یہ تینوں احتمالات صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ مطلوب طلب پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں
دوسرا احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ نائب نیابت پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں
تیسرا احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ ھو ضمیر کا مرجع منادی ہے اور قاعدہ ہے حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے اس لیے کہ منادی لفظ یا تقدیر نہیں ہوتی بلکہ منادی ملفوظ یا مقدر ہوتا ہے۔

**جواب** یہ تینوں احتمال صحیح ہیں (۱) یہ مفعول مطلق ہیں مطلوب کے لیے باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ مطلوب طلب پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ لفظا او تقدیرا مطلوب کا مفعول مطلق ہیں باعتبار موصوف محذوف کے اور موصوف محذوف طلب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی المطلوب اقبالہ بحرف نائب مناب ادعو طلبا لفظیا اوتقدیریا۔ طلب لفظی کا مطلب یہ ہے کہ اصلی طلب ملفوظ ہو جیسے یا زید اور طلب تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ آلہ طلب مقدر ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا اصل میں یا یوسف تھا۔ (۲) یہ مفعول مطلق ہیں نائب سے اور باقی رہا آپ کا یہ سوال نائب نیابت پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا کہ لفظا او تقدیرا باعتبار موصوف محذوف کے جو کہ نیابت ہے مفعول مطلق ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی المطلوب اقبالہ بحرف نائب مناب ادعو نیابت لفظیة او تقدیریة نیابت لفظی کا مطلب یہ ہے کہ نائب ملفوظ ہو جیسا یا زید۔ اور نیابت تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ نائب مقدر ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا۔ (۳) یہ حال ہے اقبالہ کی ہ ضمیر سے باقی رہا آپ کا یہ سوال اس وقت حمل صحیح نہیں ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ بمعنی ملفوظا کے ہے اور تقدیر بمعنی مقدرا کے ہے اب حمل صحیح ہو جائے گا۔ اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی المطلوب اقبالہ بحرف نائب مناب

ادع حال کون المنادی ملفوظا اومقدرا منادی ملفوظ جیسے یازیداور منادی مقدر جیسے الایسجدو۔ ای الا یا قوم اسجدوا

**قال الشارحؒ** **وانتصاب المنادی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** منادی کوحذف عامل کے قبیل سے بنایا درست نہیں ہے اس لیے منادی کا عامل یا ہے۔ اوروہ مذکور ہے۔

**جواب** اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ منادی میں عامل ناصب کیا ہے جس میں تین مذاہب ہے۔

(۱) سیبویہ کا مذہب: سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ منادی مفعول بہ ہوتا ہے جس کا عامل ناصب فعل مقدر ادعو ہوتا ہے جس کو وجوبی طور پر قیاسا حذف کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ فعل ادعو کے قائم مقام حرف نداء ہوتا ہے اب اگر فعل ناصب ادعو کو بھی ذکر کر دیا جائے تو نائب اور منوب عنہ یعنی عوض اور معوض عنہ دونوں کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اس لئے فعل ناصب ادعو کو بھی ذکر کر دیا جاتا ہے اور صاحب کافیہ نے بھی سیبویہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔ لہذا منادی کو ان مواضع اربعہ میں سے بیان کرنا صحیح ہے جن میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے۔

(۲) مبرد کا مذہب: منادی حرف نداء کیوجہ سے منصوب ہوتا ہے حرف نداء فعل کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے ناصب منادی ہے۔

(۳) ابوعلی نحوی کا مذہب: کہ منادی حرف نداء کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ حرف نداء اسم فعل ہونے کی وجہ سے ناصب منادی ہوسکتا ہے۔ ان دونوں مذہبوں پر اگرچہ منادی مواضع اربعہ مذکورہ میں سے نہیں بن سکتا لیکن صاحب کافیہ نے ان کو اختیار نہیں کیا۔

**قال الشارحؒ** **وعلی المذاهب کلها** ماقبل کے تتمہ کے طور پر ایک فائدہ کے بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یازید مذاہب ثلاثہ کے مذکورہ کے نزدیک بالاتفاق جملہ ہے یعنی جملہ کے مفاد کے لئے مفید ہے لیکن منادی جملہ کے اجزاء میں سے کوئی جزء نہیں چنانچہ سیبویہ کے

نزدیک جملہ کی دونوں جزئیں مسند اور مسند الیہ مقدر ہیں یعنی ادعو مسند بھی مقدر ہے اور اس میں انا ضمیر مستتر مسند الیہ فاعل بھی مقدر ہے جو کہ منادی ہے۔ جملے کی دو جزؤں میں سے کوئی جزء نہیں اور امام مبرد کے نزدیک ایک جزء حرف نداء قائم مقام فعل کے ہونے کے لفظوں میں مذکور ہے اور دوسری جزء مسند الیہ فاعل مقدر ہے۔ ابوعلی کے نزدیک جملہ کے جزئین میں سے ایک جزء مسند یا حرف نداء اسم فعل لفظوں میں مذکور ہے اور دوسری جزء یعنی مسند الیہ فاعل اسی یا حرف نداء اسم فعل میں مستتر ہو کر مذکور ہے۔ بہرحال یہ نکلا کہ منادی یعنی زید جملہ کی دونوں جزؤں میں سے کوئی جزء نہیں۔

**قال الماتن** **ویبنی المنادی** صاحب کافیہ نے منادی کی اقسام کو بیان کیا ہے۔
جسکا حاصل یہ ہے کہ منادی کی چار قسمیں ہیں۔(۱) **منادی مبنی علی علامت الرفع** (۲) **منادی معرب مجرور** (۳) **منادی مبنی علی الفتح** (٤) **منادی معرب منصوب**۔
اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو وہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسے **یا زید۔ یا رجل ۔ یا زیدان ۔ یا زیدون** وغیرہ۔ اور اگر منادی پر لام استغاثہ کا داخل ہو تو وہ مجرور ہوگا۔ جیسے **یا لزید**۔
اور اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ کا لاحق ہو جائے تو وہ منادی مبنی علی الفتح ہوگا جیسے **یا زیداہ**
اور اگر منادی مفرد معرفہ بھی نہ ہو اور منادی مستغاث بھی نہ ہو تو وہ منادی معرب منصوب ہوگا۔
**ای المنادی:** ضمیر کے مرجع کا بیان۔ کہ اس کا مرجع منادی ہے۔

**قال الشارح** **فقدم بیان البناء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** صاحب کافیہ نے منادی مبنی علی علامت الرفع اور منادی معرب مجرور کے بیان کو منادی معرب منصوب کے بیان پر مقدم کیوں کیا ہے۔

**جواب** منادی مبنی علی الرفع اور منادی علی الفتحہ اور معرب مجرور کا بیان قلیل ہے۔ بنسبت منادی معرب منصوب کے بیان کے اور قاعدہ یہ ہے کہ کہ قلیل کثیر پر مقدم ہوتا ہے۔

**دوسرا جواب** منادی معرب منصوب کے بیان میں اختصار کے حصول کے لیے ایسا کیا ہے تا کہ منادی معرب منصوب کا بیان علی سبیل الاختصار ہو جائے۔

ای علی الضمة: سے ما کے مصداق کو بیان کرتا ہے کہ اس میں تعمیم ہے۔ خواہ وہ ضمہ ہو یا الف ہو یا واو ہو۔

**قال الشارح** فی غیر صورت النداء مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** علی ما یرفع میں ضمیر مستتر منادی کی طرف لوٹتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منادی معرب ہوگا کیونکہ رفع کا اطلاق حرکت اعرابیہ اور حروف اعرابیہ پر ہوتا ہے اور شروع کلام یبنی سے معلوم ہوتا ہے کہ منادی مبنی ہوگا تو منادی کا مبنی اور معرب ہونا لازم آیا جو کہ اجتماع ضدین ہے۔

**جواب اول** مولانا جامیؒ نے اس کا پہلا جواب دیا کہ مایرفع فی صورة غیر الندا کی قید کے ساتھ مقید ہے اب حاصل معنی ہوگا کہ منادی بنی علی علامت الرفع معرب مرفوع تھا حرف نداء سے پہلے یعنی بناء صورت نداء میں ہے جو حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد ہے اور رفع صورت نداء کے غیر میں ہے یعنی حرف نداء سے پہلے۔ لہذا اجتماع المتضادین علی شئی واحد فی زمانین جو کو جائز ہے۔

**جواب ثانی** اوالفعل سے دوسرا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض جب وارد ہوتا کہ جب یرفع کا نائب فاعل اس کے اندر ضمیر ہوتی جو کہ راجع ہوتی منادی کی طرف حالانکہ اس کا نائب فاعل ضمیر مستتر نہیں ہے بلکہ اس کا نائب فاعل به ہے۔

**قال الشارح** وارجاع الضمير مولانا جامیؒ کی غرض اسی سوال کو تیسرا جواب جو بعض علماء نے دیا اسے نقل کر کے تردید کرنے چاہتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ یرفع میں ضمیر مستتر نائب فاعل کا مرجع مطلق اسم ہے جو منادی نہیں ہے۔ اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ منادی کو مبنی کیا جاتا ہے ایسی چیز پر کہ جس کے ساتھ اسم کو رفع دیا جاتا ہے۔ اس صورۃ میں منادی کا معرب مرفوع ہونا لازم نہ آیا بلکہ معرب مرفوع تو مطلق اسم ہوا اور مطلق اسم کے معرب مرفوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

**جواب** مولانا جامیؒ نے اس جواب کو رد کر دیا کہ ضمیر مطلق اسم کی طرف راجع کرنا منادی کیطرف

نہ کرنا یہ سیاق کلام کافیہ کے خلاف ہے۔صاحب کافیہ کی گفتگو مطلق اس میں نہیں ہو رہی بلکہ خاص اسم منادی میں ہو رہی ہے۔لہذا ضمیر کو مطلق اسم کیطرف راجع قرار دینا صحیح نہ ہوا۔

**ای لایکون مضافا:** معنی مفرد کی تعین کا بیان ہے کہ یہاں مفرد کے معنی یہ ہیں کہ مضاف بھی نہ ہو اور مشابہ بالمضاف بھی نہ ہو۔کیونکہ مفرد کا فرد کامل یہی ہے۔

**وهو کل اسم:** مشابہ بالمضاف کی تعریف کا بیان کہ مشابہ بالمضاف ہر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جس کا معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تام نہ ہو سکے جیسا کہ مضاف کا معنی مضاف الیہ کے بغیر تام نہیں ہوتا۔

**قبل النداء او بعده :** بیان تعیم در معرفہ کہ معرفہ میں تعیم ہے کہ قبل از نداء معرفہ ہو جیسے یازید یا بعد از نداء معرفہ ہو جیسے یا رجل۔

**قال الشارح** **وانما بنی المنادی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** منادی مفرد معرفہ مبنی کیوں ہے۔حالانکہ اسماء میں اصل معرب ہوتا ہے۔

**جواب** منای مفرد معرفہ کاف اسمیہ کی جگہ میں واقع ہوتا ہے۔ اور کاف اسمیہ کاف حرفیہ کے ساتھ مشابہ ہے لفظا بھی اور معنا بھی۔ اور کاف حرفیہ مبنی الاصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی اسم کا ایسی جگہ واقع ہونا جو مبنی الاصل واقع ہو کے مشابہ ہو تو یہ مناسبت معتبرہ موثرہ فی البناء ہوتی ہے۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ مثلا یازید بمنزله ادعوك کے ہے۔لہذا کلمہ یا قائم مقام فعل ادعـــو کے واقع ہے اور زید جو کہ منادی ہے کاف خطاب اسمی کی جگہ واقع ہے اور کاف خطاب اسمی کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہے لفظوں میں بھی اور معنی کے اعتبار سے بھی لفظ کے اعتبار سے تو مشابہت ظاہر ہر کہ دونوں کی شکل وصورت ایک جیسی ہے اور معنی کے اعتبار سے مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح کاف خطاب حرفی مفرد معرفہ خطاب کے لیے ہوتا ہے ایسے ہی کاف خطاب اسمی بھی مفرد معرفہ کے خطاب کے لئے ہوتا ہے۔

**سوال** کاف خطاب حرفی کو معرفہ کہنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ معرفہ تو اسم کی قسم ہے۔

**جواب** کاف خطاب حرفی معرفہ مایفید التعیین کے اعتبار سے ہے اور اس معنی کے اعتبار سے معرفہ ہونا اسم کو مستلزم نہیں ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب اسمی کی جگہ میں واقع ہوتا ہے اور کاف خطاب اسمی کاف خطاب حرفی کے ساتھ باعتبار لفظ اور معنی کے مشابہ ہے اور کسی اسم کا ایسے اسم کی جگہ اور محل میں واقع ہونا جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو یہ اسم کے مبنی ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ یہ مناسبات معتبرہ موثرہ فی البناء

**فائدہ:** کاف خطاب اسمی جیسے ادعوك کا کاف اور کاف خطاب حرفی جیسے ذالك کا کاف

کاف خطاب اسمی: وہ ہوتا ہے جس کی جگہ میں اسم کا واقع ہونا صحیح ہو۔

اور کاف خطاب حرفی: وہ ہوتا ہے کہ جس کی جگہ اسم کا واقع ہونا صحیح نہ ہو۔

**سوال** ذالك کا کاف اسمی کیوں نہیں ہوسکتا۔

**جواب** کاف خطاب اسمی کا محل اعراب ہونا ضروری ہوتا ہے اور ذالك کا کاف محل اعراب نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ ذالك کا کاف خطاب حرفی ہے۔

**سوال** ماقبل کی تقریر سے منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی لیکن ابھی تک یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ مبنی علی الحرکت کیوں ہے۔ جبکہ بناء میں اصل سکون ہے۔

**جواب** مبنی بر سکون ہونا بناء اصلی کے احکام میں سے ہے اور منادی مفرد معرفہ کی بناء عارضی ہے اس لئے بناء اصلی اور بناء عارضی میں فرق کرنے کے لئے مبنی علی الحرکت کیا گیا ہے۔

**سوال** یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ منادی معرفہ مبنی علی الحرکت کیوں ہے۔ لیکن حرکات تو تین ہیں۔ ان میں سے حرکت ضمہ یافی معنی الضمہ پر مبنی ہونے کی علت معلوم نہیں ہوئی۔

**جواب** منادی مفرد معرفہ کو اگر مبنی علی الفتحہ کیا جائے تو منادی منصوب کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور اگر مبنی علی الکسر کیا جائے تو اس منادی کے ساتھ التباس لازم آتا ہے جو کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اور یاء متکلم کو حذف کر کے یاء کے کسرہ پر اکتفاء کر لیا گیا ہو جیسے یاغلامی میں یاغلام اس لیے منادی مفرد معرفہ کو حرکات میں سے حرکت ضمہ یافی معنی الضمہ یعنی الف اور

واو پر مبنی کیا گیا ہے۔

**قال الشارح** **وانما قلنا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ میں صرف اتنی بات پر اکتفاء کر لینا کہ منادی مفرد معرفہ اس لیے مبنی ہوتا ہے کہ اسم مبنی کی جگہ یعنی کاف خطابی اسمی کی جگہ میں واقع ہے آگے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کاف خطاب اسمی کاف حرفی کے مشابہ ہے۔

**جواب** اگر فقط اتنی بات پر اکتفاء کر لیا جائے تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی اسم کہ مبنی ہونے کے لیے اسم مبنی کی جگہ واقع ہونا نہیں۔ بلکہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت ضروری ہے۔ اور مبنی الاصل فعل اور حرف ہے۔ نہ کہ اسم۔ جب کہ یہ کہا جائے کہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب اسمی کی جگہ میں واقع ہونے کی بناء پر کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہے۔ لہذا بالواسطہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہوا لہذا اب منادی مفرد معرفہ کا مبنی ہونا صحیح ہوا۔

**مثالان** : تعیین مثل لہ کا بیان۔ کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ **یازید** اور **یارجل** یہ دونوں اس مفرد معرفہ کی مثالیں ہیں جو مبنی علی الضم ہیں ان میں سے پہلی مثال **یازید** نداء سے پہلے معرفہ ہے اور دوسری مثال **یارجل** نداء کے بعد معرفہ ہے۔

**مثال**: ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ **یازیدان** یہ اس منادی معرفہ کی مثال ہے جو علامت رفع الف پر مبنی ہے اور **یازیدون** اس منادی مفرد معرفہ کی مثال ہے جو علامت رفع واو پر مبنی ہے۔

**قال الماتن** **ویخفض** صاحب کافیہ نے منادی کی قسم دوم معرب مجرور کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منادی مستغاث باللام مجرور رہتا ہے۔

**ای ینجر**: تفسیر غیر المشہور بالمشہور کا بیان ہے۔ کہ عرف نحاۃ میں خفض کی بنسبت جر زیادہ مشہور ہے۔

**قال الشارح** **ای بلام تدخله** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** لام کی اضافت استغاثہ کی طرف کرنا صحیح نہیں اس لئے کے لام حروف عاملہ میں سے ہے

اور یہ بات ظاہر کہ استغاثہ نہ تو لام کا مدلول ہے بلکہ مدلول لام کا تو تخصیص ہے اور نہ ہی استغاثہ لام کا اثر ہے بلکہ لام کا اثر تو جر ہے لہذا لام کی اضافت استغاثہ کی طرف کرنی صحیح نہیں۔

**جواب** یہ اضافت ادنی تعلق کی بناء پر کردی گئی ہے اور وہ تعلق یہ ہے کہ استغاثہ لام کے دخول کا وت اور زمانہ ہے۔

**وھی لام التخصیص:** لام استغاثہ کی مصداق کو بیان کیا کہ لام استغاثہ درحقیقت لام جارہ ہی ہے جس کو تخصیل کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

دلالت: منادی مستغاث پر لام جارہ کے دخول کی حکمت کا بیان ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ منادی مستغاث پر لام جارہ اس لئے داخل کیا جاتا ہے تا کہ لام جارہ موضوعہ للتخصیص اس بات پر دلالت کرے کہ فریادرسی کے لیے منادی مذکور ہی اپنے امثال سے مخصوص ہے۔

**قال الشارح** **وانما فتحت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** لام جار تو مکسور ہوتا ہے منادی مستغاث پر دخول کی صورت میں مفتوحہ کیوں کیا گیا ہے۔

**جواب** منادی مستغاث کے محذوف ہونے کے وقت مستغاث لہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ کیونکہ مستغاث لہ پر داخل ہونے والا لام تو مجرور ہوتا ہے اب اگر منادی مستغاث پر داخل ہونے والا لام بھی مجرور ہو تو مستغاث کے محذوف ہونے کی صورت میں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ جو مذکور ہے یہ مستغاث لہ ہے یا مستغاث۔ جیسے یاللمظلوم کی مثال میں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ مظلوم مستغاث لہ ہے یا مستغاث اس لیے فرق کرنے کے لیے لام مستغاث کو مفتوح قرار دے دیا۔

**قال الشارح** **ولم یعکس الامر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کہ یہ فرق تو بالعکس بھی کیا جا سکتا تھا کہ لام مستغاث کو مجرور رکھا جائے اور لام مستغاث لہ کو مفتوح قرار دیا جائے۔ جس سے فرق ہو جائیگا۔

**جواب** لام مستغاث کے مفتوح ہونے کا موجود ہے۔ اور وہ مستغاث کا کاف خطاف ضمیر

کی جگہ میں واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ کاف خطاب ضمیر پر داخل ہونے والا لام مفتوم ہوتا ہے۔ جس طرح لك لكما وغیرہ۔ لہذا جب کاف ضمیر خاکابی پر داخل ہونے والا لام مفتوح ہوتا ہے تو ضمیر خکاب کیجگہ واقع ہونے والا اسم یعنی مستغاث پر داخل ہونے والا لام بھی مفتوح ہونا چاہئے۔ جب کہ یہ مستغاث لہ میں موجود نہیں۔ اسی وجہ سے یہ فرق کیا گیا ہے۔

**سوال** ضمیر خطاب پر داخل ہونے والا لام مفتوح کیوں ہوتا ہے۔

**جواب** لام جارہ میں اصل فتحہ ہے اور کسرہ کا آنا عارضی ہے۔ کہ یہ کسرہ اس لیے دیا جاتا ہے تا نکہ لام جارہ اور لام تاکید میں فرق ہو جائے۔ اور چونکہ لام تاکید کا ضمیر پر داخل ہی نہیں ہوتا۔ تو وہاں التباس بھی نہیں۔ جب التباس نہیں۔ تو ضمیروں پر داخل ہونے والا لام جارہ مفتوح رکھا گیا ہے۔ جو کہ قیاس کا مقتضی ہے۔

**سوال** ہم یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ لام تاکید ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم دکھاتے ہیں کہ ضمیر پر داخل ہے۔ جس طرح ان الله لهو العزيز الحكيم۔

**جواب** ہم نے جو لام تاکید کے ضمیر پر داخل ہونے کی نفی کی ہے وہ ضمیر متصل کے لیے کی ہے۔ کہ لام تاکید ضمیر متصل پر داخل نہیں ہوتا۔ اور آیت کریمہ ضمیر منفصل پر داخل ہے۔

**سوال** لام جارہ کو مفتوح رکھا جائے اور لام تاکید کو مکسور قرار دیا جائے تب بھی دونوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ ایسے کیوں نہیں کیا گیا۔

**جواب** لام تاکید میں فتحہ کا مقتضی موجود ہے۔ اور وہ لام تاکید کا کثیر الاستعمال ہونا ہے۔ اور کثرۃ استعمال خفت کا تقاضہ کرتی ہے۔ اور خفت فتحہ میں ہے۔

لان الفتحه اخف الحركات: اسی وجہ سے لام تاکید کو فتحہ دیا گیا ہے اور مقتضی لام جارہ میں موجود نہیں۔ البتہ جب لام جارہ ضمیر متصل پر داخل ہو تو اس صورت میں لام تاکید کے ساتھ التباس نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے اصل کا لحاظ کرتے ہوئے ضمیر پر داخل ہونے والے لام جارہ کو مفتوح قرار دیا گیا ہے۔

**سوال** لام جارہ میں فتحہ اصل کیوں ہے۔

**جواب** لام جارہ حرف ہونے کی بناء پر مبنی الاصل ہے۔ اور بناء میں اصل سکون ہوتا ہے۔ اور چونکہ ابتداء با سکون کے متعذر اور محال ہونے کیوجہ سے لام جارہ کو مبنی پر سکون تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس لیئے بنی پر فتحہ کر دیا گیا کیونکہ فتحہ سکون کی نظر ہے۔ جس طرح کہ کہا جاتا ہے الفتحہ اخت السکون۔

**سوال** بناء اور مبنی میں سکون اصل کیوں ہے۔

**جواب** بناء سے مقصود تخفیف ہوتی ہے۔ اور تخفیف کے مناسب سکون ہی ہے۔

**قال الشارح** فان عطفت علی المستغاث ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ کہ ماقبل سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مستغاث کے لام کو فتحہ اس لیے دیا گیا ہے تا کہ مستغاث اور مستغاث لہ کے درمیان التباس مندفع ہو جائے۔ اور فرق ہو جائے اسی کی تائید بیان کرتے ہوئے۔ یہ بتا دیا کہ اگر کسی اور سبب سے مستغاث اور مستغاث لہ کے درمیان امتیاز ہو جائے تو پھر مستغاث کے لام کو کسرہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر کسی اسم کا عطف کیا جائے یا کے بغیر مستغاث پر جیسے لزید ولعمرو کہ عمرو کا لام مکسور ہے۔ اس لیے کہ معطوف اور مستغاث لہ کے درمیان مستغاث پر عطف کیوجہ سے فرق حاصل ہو جائے گا کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور اگر کسی اسم کا مستغاث پر عطف کیا جائے یا کے ساتھ تو پھر مستغاث کے لام کو مکسور پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ مفتوح پڑھنا واجب ہوگا۔ جس طرح کہ معطوف علیہ کے لام پر فتحہ واجب ہے۔ تو اسی طرح جب معطوف میں لام استغاث اور حرف ندا کا اعادہ کیا گیا ہو تو یہ ایسے ہوگا گویا کہ عطف ہے ہی نہیں۔ اور منادی مستغاث ہے تو اب فرق کرنے کے لیے لام پر فتحہ واجب ہوگئی۔ جیسے لزید ولعمرو اس صورت میں عمرو کے لام پر کسرہ ہرگز جائز نہیں ہے اور فتحہ واجب ہے۔

**قال الشارح** وانما اعرب الامنادی یہ جملہ مستا ۔ سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال** منادی مستغاث بھی کاف اسمی کی جگہ واقع ہے لہذا جب اس میں علت بنا موجود ہے تو

اس کو مبنی ہونا چاہئے تھا۔ یہ منادی مستغاث باللام معرب کیوں ہے۔

**جواب** لام جارہ اسم کے معظم خواص میں سے ہے جس کے دخول کیوجہ سے منادی مستغاث باللام کی مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت اس قدر ضعیف ہوگی کہ یہ موثر فی البناء ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اسی لیے منادی مستغاث باللام کو بناء اصل معرب قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اصل اسماء میں معرب ہونا ہے۔

**سوال** اگر لام جارہ کے دخول کی وجہ سے مناسبت مبنی الاصل کے ساتھ ضعیف ہو جاتی ہے۔ تو پھر حرف جار کے غیر منصرف پر داخل ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف ہونا چاہیے حالانکہ وہ غیر منصرف غیر منصرف ہونے پر بدستور باقی رہتا ہے۔

**جواب** غیر منصرف کچھ مناسبت او مشابہت ہے وہ قوی ہے جو لام جارہ کے داخل ہونے سے ضعیف نہیں ہوتی اور باقی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے غیر منصرف غیر منصرف ہی رہتا ہے لیکن منادی مفرد معرفہ کی مشابہت مبنی الاصل کے ساتھ بالواسطہ ہونے کی وجہ سے پہلے سے ضعیف ہے۔ لہذا جب لام جارہ کے داخل ہوگا۔ تو وہ مشابہت مزید ضعیف ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ موثر فی البناء ہونے سے نکل جاتی ہے۔

**قال الشارح** قیل قد یخفض المنادی مولانا جامی کی غرض ماتن پر وارد ہونے والے دو سوالوں کا جواب دینا ہے۔

**سوال اول** منادی جس طرح لام استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اسی طرح لام تعجب اور لام تہدید کے ساتھ بھی مجرور ہوتا ہے۔ لام تعجب کی مثال یاللماء یاللدواھی۔ لام تہدید کی مثال یالزید لاقتلن لک سوال مصنف نے لام تعجب اور لام تہدید کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

**سوال ثانی** جب منادی لام تعجب اور لام تہدید کے ساتھ مجرور ہوتا ہے تو مصنف کا قول آتی وینصب ما سواھما۔ یہ کس طرح صادق ہوگا۔ کیونکہ ماسواھما میں وہ منادی داخل ہے۔ جس پر لام تعجب یا لام تہدید داخل ہو۔ حالانکہ یہ دونوں مجرور ہیں۔

**جواب** دونوں سوالوں کے جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ لام تعجب اور لام تہدید دونوں لام استغاثہ ہیں۔ گویا کہ مھدد مھدد سے استغاثہ کر رہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے۔ اور یہ اس سے انتقام لے کر اس کی خصومت کے رنج سے راحت پائے۔ اور اسی طرح متعجب بھی متعجب منہ سے استغاثہ کر رہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے۔ اور یہ اس سے اپنی تعجب کو پوے کرے اور اس سے چھٹکارا پائے۔

**واجیب عن لام التعجب**: یہ سوال مذکور کا دوسرا جواب ہے کہ جو صرف لام تعجب کے متعلق ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ یا للماء اور یاللدواھی۔ میں ماء اور دواھی منادی نہیں ہیں بلکہ منادی محذوف ہے جو کہ لفظ قوم یاھولاء ہے۔ اور اصل عبارت یوں ہوگی یا قوم اعجبوا للماء وللدواھی منادی کو حذف کر کے متعجب منہ کو قائم مقام کر دیا۔

**قال الشارح** **ولایخفی علیك** مولانا جامیؒ جواب ثانی کی تردید کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ کہنا کہ لام تعجب کا مدخول منادی نہیں ہوتا اور منادی محذوف ہونا ہے یہ بات آپ کی تب درست ہوسکتی ہے جبکہ یا للماء اور یاللدواھی میں روایت لام کے کسرہ کے ساتھ ہو۔ حالانکہ روایت لام کے فتحہ کے ساتھ بھی ہے۔ لہذا لام کے مفتوح ہونیکی صورت میں منادی محذوف کا قول کرنا قطعاً درست نہیں۔ اس لیے کہ لام کا مفتوح ہونا تو منادی کیوجہ سے ہوتا ہے۔

**جواب** صاحب کافیہ کی طرف سے مولانا جامیؒ کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ منادی محذوف ہونے کی صورت میں چونکہ للماء میں ماء اور للدواھی میں دواھی ایسے منادی کی جگہ واقع ہے جو کاف ضمیر خطاب کی جگہ واقع تھا اس مناسبت کیوجہ سے لام کو فتحہ دینا صحیح ہو جائے گا۔

**قال الشارح** **ویفتح ای یبنی المنادی**

**سوال** مصنفؒ کا قول ینصب کا ذکر کرنا ہے مستغنی کر دیتا ہے۔ یفتح کے قول کے ذکر کرنے سے اس لیے کہ فتحہ اور نصب شئی واحد ہے۔ لہذا ینصب کے بعد یفتح کا ذکر کرنا لغو اور مستدرک ہے۔

**جواب** یفتح سے مراد مبنی برفتحہ ہونا ہے۔ اور ینصب سے مراد معرب منصوب ہونا ہے۔ لہذا کسی

ایک کا ذکر کرنا دوسرے کے ذکر کرنے سے مستغنی نہیں کرتا۔

**قال الشارح** **ای الف الاستغاثه** مرجع کا بیان ہے۔ کہ ھا ضمیر کا مرجع الف استغاثہ ہے۔

**قال الشارح** **یفتح لالحاق الفها** منادی مبنی علی الفتحہ یہ منادی کی تیسری قسم کا بیان ہے کہ یہ الف استغاثہ کے الحاق کے وقت منادی مبنی علی الفتحہ ہوگا۔

**بآخره:** صلہ الحاق کا بیان ہے

**لاقتضاء الالف:** منادی مستغاث بالالف کی علت بناء علی الفتحہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب منادی مستغاث پر الف استغاثہ کا داخل ہو تو الف تقاضا کرتا ہے۔ کہ اس کا ماقبل مفتوح ہو۔ باقی رہی علت بناء وہ وہی ہے جو ماقبل میں گزر چکی ہے۔ کہ منادی کا کاف ضمیر خطابی کی جگہ میں واقع ہونا ہے۔

**قال الشارح** **ولا لام فيه** کہ جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ ہو تو اس وقت اس لام استغاثہ کا داخل نہیں ہوتا۔

**قال الشارح** **لان اللام يقتضى الجر** لام کے داخل نہ ہونے کی علت کا بیان ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لام تقاضا کرتا ہے جر کا اور الف تقاضا کرتا ہے فتحہ کا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جر اور فتحہ دونوں میں منافات ہے۔ اسی وجہ سے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

**سوال** مررت باحمد میں جر فتحہ کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جر اور فتحہ میں کوئی منافات نہیں۔

**جواب** جر اور فتحہ کے درمیان اس وقت منافات ہوتے ہیں جب فتحہ جر کے حکم میں نہ ہو۔ لہذا مررت باحمد میں فتحہ جر کے حکم میں ہونے کیوجہ سے کوئی منافات نہیں۔ اور اسی طرح جر بھی فتحہ کے حکم میں نہ ہو۔ لہذا رایت مسلمات میں جر فتحہ کے حکم میں ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں منافات ہیں۔

فــائــده: الف استغاثہ اور لام کے جمع نہ ہونے کی اگر یہ علت بیان کی جائے تو بہتر ہے کہ لام استغاثہ منادی کے معرب ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور الف استغاثہ منادی کے مبنی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور چونکہ معرب اور مبنی میں منافات تھے اسی وجہ سے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

**قال الشارح** **وینصب ماسواهما** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کہ منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسوا منادی منصوب ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **ای ینصب بالمفعولیت** مولانا جامیؒ کی غرض نصب کے سبب اور جہت کو بیان کرتا ہے۔ منادی منصوب ہوگا۔ مفعول بہ کی بناء پر

**قال الشارح** **ماسواالمنادی المفرد** ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ برائے دفع دخل مقدر

**سوال** ماسواهما کی هما ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں۔ اس لیے ضمیر تثنیہ کی ہے۔ اور مرجع تین چیزیں ہیں۔

(۱) منادی مفرد معرفه (۲) منادی مستغاث باللام (۳) منادی مستغاث باللالف۔

**جواب** کہ مرجع تفصیلا اگرچہ تین چیزیں ہیں لیکن مآل کے اعتبار سے دو چیزیں ہیں۔

(۱) منادی مفرد معرفہ (۲) منادی مستغاث عام ازیں کہ استغاثہ باللام ہو۔

یا استغاثہ باللالف لہذا راجع مرجع میں مطابقت پائی گئی۔

**قال الشارح** **لفظا اوتقدیرا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یاغلامی میں غلامی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسوا ہے۔ جس پر نصب ہونی چاہئے۔ حالانکہ اس پر نصب نہیں ہے۔

**جواب** نصب میں تعمیم ہے۔ خواہ لفظی ہو۔ یا تقدیر یہ ہو۔ اور غلامی میں اگرچہ نصب لفظی نہیں لیکن نصب تقدیری تو یقیناً ہے۔

**قال الشارح** **یا یوم ینفع الصادقین** اور یا یوم لاینفع مال ولا بنون جیسی مثالوں میں یــــوم منادی اقسام مذکورہ کے علاوہ ہے۔ لیکن معرب منصوب نہیں ہے۔ بلکہ مبنی علی

الفتحہ ہے۔لہذا ینصب ماسواهما کہنا غلط ہے۔

**جواب** ان اقسام مذکورہ کے علاوہ منادی کا معرب منصوب ہونا مشروط ہے ایک شرط کے ساتھ کہ منادی قبل از ندا مبنی نہ ہو معرب ہو۔لہذا یہ اعتراض مندفع ہو گیا۔

**قال الشارح** **لان علت النصب** مولانا جامیؒ کی غرض منادی کے اقسام مذکورہ کے سوا کی منصوب ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ معرب منصوب اس لیے ہے کہ نصب کی علت جو مفعولیت ہے۔وہ اس میں متحقق ہے۔اور کسی تبدیل کرنے والے نے اسے تبدیل بھی نہیں کیا۔

**قال الشارح** **ماسوا المفرد المعرفه** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے۔اور وضاحت کے لیے ایک مثال بھی کافی ہوتی ہے۔تو صاحب کافیہ نے تین مثالیں کیوں دی۔

**جواب** تعدد امثلہ تعدد ممثل لہ کی وجہ سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منادی مفرد معرفہ کے علاوہ منادی کی چار قسمیں ہیں۔اس لیے کہ قیدین کے مجموعہ کا منتفی ہونا دو طرح کا ہوتا ہے۔(۱) ہر قید کا انتفاء علی سبیل البدلیت ہو۔(۲) قیدین کا انتفاء علی سبیل الاجتماع ہو۔کہ یعنی ہر قید منتفی ہو۔ اب پہلی قید جو مفرد ہے اس کے انتفاء سے منادی کی دو قسمیں نکل آتی ہیں۔(۱) منادی مضاف ہو۔(۲) منادی شبہ مضاف ہو۔اور دوسری قید معرفہ کے انتفاء سے ایک اور قسم نکل آتی ہے کہ منادی مفرد نکرہ ہو اور دونوں قیدوں کے مجموعہ کے انتفاء سے ایک چوتھی قسم نکل آتی ہے۔کہ جو مفرد بھی نہ ہو اور معرفہ بھی نہ ہو تو کل چار قسمیں ہوئیں۔اسی وجہ سے صاحب مسلم نے متعدد مثالیں دی ہیں۔

قسم اول منادی مضاف کی مثال: یاعبدالله۔اور قسم ثانی منادی شبہ مضاف کی مثال یا طالعا جبلا اور قسم ثالث منادی مفرد نکرہ کی مثال یا رجلا غیر معین اور قسم رابع کے منادی مفرد بھی نہ ہو اور معرفہ بھی نہ ہو اس کی مثال یا حسنا وجهه ظریفا۔

**قال الشارح** **مقولا** یہ لغیر معین کے جار مجرور کے متعلق کا بیان ہے۔ کہ جار مجرور مقولا مقدر کے متعلق ہے۔ اور مقولا متعلق سے مل کر حال واقع ہے۔

**قال الشارح** **ای لرجل** کہ موصوف کا بیان ہے۔ کہ غیر معین صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے۔ رجل

**قال الشارح** **وھذا توقیت** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب لغیر معین حال ہے رجلا سے تو حال ذوالحال کی قید ہوا کرتا ہے حالانکہ یہاں رجلا کی قید بنانا درست نہیں۔ اس لیے کہ قید بنانے کی صورت میں حاصل معنی یہ ہوگا کہ رجلا منصوب کو نکرہ کی مثال میں تب لایا جا سکتا ہے جب رجلا کا اطلاق غیر معین پر ہو۔ اب اس تقید سے معلوم ہو گیا کہ اگر رجلا منصوب کا معین پر اطلاق کیا جائے تو نکرہ کی مثال نہیں بن سکتا۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب رجلا منصوب ہو تو اس میں معین ہونے کا احتمال ہی سرے سے نہیں ہے۔ اور اگر معین ہو تو پھر منصوب نہیں ہو سکتا بلکہ مبنی ہوگا علامت رفع پر لہذا لغیر معین کی قید کا ذکر کرنا لغو اور عبث ہے۔

**جواب** لغیر معین یہ رجل کی تقید نہیں بلکہ توقیت کے لیے ہے یعنی رجلا اس وقت منصوب ہوگا جس وقت وہ غیر معین کے لیے ہو۔

**قال الشارح** **ولم یور المصنف** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** صاحب کافیہ نے قسم رابع کی مثال کیوں نہیں دی۔

**جواب** مولانا جامیؒ نے دو جواب دیتے۔

**جواب اول** سھل الحصول ہونے کی بنا پر مثال نہیں دی۔ کہ جب مفرد اور معرفہ ان دونوں قیدوں میں سے ہر ایک کا انتفاء مثالوں کے ساتھ واضح ہو گیا تو ان دونوں قیدوں کے انتفاء کا سمجھنا آسان ہو گیا۔

**جواب ثانی**: قسم ثانی کی مثال میں چونکہ قسم رابع کی مثال بننے کا احتمال تھا اسی وجہ سے صاحب

کافیہ نے اسی پر اتفاق کرتے ہوئے صراحتاً مستقل مثال ذکر نہیں کی۔ وہ اس طرح کہ مثال ثانی
یا طالعا جبلا
سے معین مراد ہو۔ یہ قسم ثانی کی مثال ہے۔ اور اگر غیر معین ہو تو یہ قسم رابع کی مثال بن جائے گی۔

**قال الشارح** **وهذا الامثلة** سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں۔ سوال صاحب کافیہ نے منادی مفرد معرفہ کے ماسوا کی مثالوں کو ذکر کیا ہے۔ لیکن منادی مستغاث کی مثالیں کیوں ذکر نہیں کی۔

**جواب** جس طرح یہ امثلہ منادی مفرد معرفہ کی بنتی ہیں۔ اس طرح یہی امثلہ منادی مستغاث کے ماسوا کی بھی بنتی ہیں۔ جس کی وجہ سے منادی مستغاث کے ماسوا کی مثالیں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

**قال الشارح** **وتوابع المنادى المبنى المفردة** صاحب کافیہ نے منادی مبنی علی الرفع کے توابع اربعہ یعنی (۱) تاکید (۲) صفت (۳) عطف بیان (٤) معطوف معرف باللام کا حکم بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان توابع اربعہ مذکورہ میں دو وجہیں جائز ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب۔ لفظ منادی پر محمول کرتے ہوئے رفع جائز ہے۔ اور محل منادی پر محمول کرتے ہوئے نصب جائز ہے۔

**قال الشارح** **على مايرفع به** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ منقوض ہے۔ یازیداہ والحارث کے اندر الحارث میں کہ یہ الحارث منادی مبنی کا تابع مفرد معطوف بالحرف معرف باللام ہے۔ لیکن اس کا یہ حکم جواز الوجہین نہیں۔ بلکہ نصب متعین ہے۔

**جواب** یہاں پر منادی مبنی سے مراد مطلق منادی مبنی نہیں۔ بلکہ اس سے مراد منادی مبنی علی علامت الرفع ہے۔ اور مادہ نقض میں منادی مبنی علی الفتحہ ہے۔

**قال الشارح** **حقيقتا او حكما** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یہ آپ کا قاعدہ مذکورہ پھر بھی منقوض ہے یازید الحسن الوجه والحسن الوجه میں

الحسن میں دو وجہیں جائز ہے۔ حالانکہ یہ تابع مفرد نہیں بلکہ مضاف ہے۔ اسی طرح شبہ مضاف میں بھی منقوض ہے۔ یا زید الحسن الوجه والحسن الوجه اس میں دو وجہ جائز ہیں۔

**جواب** مفرد میں تعمیم ہے۔ خواہ مفرد حقیقی ہو یا حکمی۔ مفرد حقیقی اس کو کہتے ہیں جو مضاف باضافت لفظیہ اور مضاف باضافت معنویہ اور شبہ مضاف نہ ہو۔ مفرد حکمی اس کو کہتے ہیں جو مضاف باضافت معنویہ نہ ہو۔ خواہ مضاف باضافت لفظیہ اور شبہ مضاف ہو اور مثال مذکور میں مفرد حقیقی اگرچہ نہیں لیکن الحسن مفرد حکمی ہے۔

**قال الشارح** **وانماقید المبنی** مولانا جامیؒ قید اول کا فائدہ بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے یہ حکم آتی جواز الوجهین۔ کیونکہ منادی کو مبنی کے ساتھ مقید کر دیا

**قال الشارح** **وقید المبنی** قید دوم کے فائدہ کا بیان ہے۔ کہ یہ حکم آتی جواز الوجہیں منادی مستغاث بالالف کے توابع میں جاری نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے علی ما یرفع به کی قید کے ساتھ مقید کر دیا۔

**قال الشارح** **وقیدت التوابع بکونه** تیسری قید کے فائدہ کا بیان ہے کہ توابع کو مفرد کی قید کے ساتھ اس لیے مقید کیا اگر توابع مفرد نہ ہو۔ نہ مفرد حقیقی ہوں اور نہ مفرد حکمی تو وہ مضاف باضافت معنویہ ہوں تو اس میں سوائے نصب کے اور کوئی اعراب جائز نہ ہوگا۔

**قال الشارح** **وانماجعلنا المفردة** مولانا جامیؒ مفرد میں حقیقی اور حکمی کی تعمیم کے فائدہ کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس تعمیم سے مضاف باضافت لفظیہ اور شبہ مضاف اس حکم میں داخل ہو جائیں گے۔ کہ ان پر بھی دونوں وجہ رفع اور نصب جائز ہوں گی۔

**قال الشارح** **ولم یجر الحکم الأتی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** مصنفؒ ماتن علیہ الرحمۃ نے بعض توابع کی تقسیم کو بیان کیا ہے۔ کل توابع کو کیوں بیان نہیں کیا اور نیز جس بعض توابع کو بیان کیا ہے بعض کو مقید بالقید کیا ہے۔ اور بعض کو مقید بالقید نہیں کہا اس کی کیا وجہ بتائیں۔

**والمضافة تنصب**
- تاکید: یَا تَیمُ کُلُّهُم
- صفة: یَا زَیدُ ذَا المَالِ
- عطف بیان: یَا رَجُلُ اَبَا عَبدِاللّٰہِ

**والبدل**
- مفرد: یَا زَیدُ عَمرُو
- مضاف: یَا زَیدُ اَخَا عَمرٍو
- شبہ مضاف: یَا زَیدُ طَالِعًا جَبَلًا
- نکرہ غیر معین: یَا زَیدُ رَجُلًا صَالِحًا

**والمعطوف غیر ما ذکر حکمه حکم المستقل مطلقًا**
- مفرد: یَا زَیدُ وعَمرُو
- مضاف: یَا زَیدُ وَاَخَا عَمرٍو
- شبہ مضاف: یَا زَیدُ وَطَالِعًا جَبَلًا
- نکرہ غیر معین: یَا زَیدُ وَرَجُلًا صَالِحًا

مقدورات ←

| | مقادیر | حقیقی معنی | مثال | مجازی معنی | مثال | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| قوله | عِشرُونَ | ذات عدد جو ۱۹ سے زائد اور ۲۱ سے کم ہے | عِشرُونَ ضِعفُ عَشَرَةٍ | معدود | عِندِی عِشرُونَ دِرهَمًا | ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًو |
| المراد | رِطلٌ | وزن | رِطلٌ نِصفُ مَنٍّ | موزون | عِندِی رِطلٌ زَیتًا | |
| بالمقادیر | قَفِیزَان | مکیال | قفیزان ضِعفُ قَفِیزٍ | مکیل | عِندِی قَفِیزَانِ بُرًّا | رِطلٌ زَیتًا |
| ... الخ | زِرَاعٌ | آلہ | زِرَاعِی جَیِّدٌ مِن زِرَاعِكَ | مزروع | عِندِی زرع ثَوبًا | |
| جامی ص ۱۴۶ | مقیاس | آلہ قیاس کردن | مقیاسی اَحسَنُ مِن مقیاسِكَ | مقیس | عَلَی التَّمرَةِ مِثلُهَا زَبدًا | |

**جواب** چونکہ حکم آتی جواز الوجهیں کل توابع میں جاری نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے بعض کو بیان کیا اور پھر بعض توابع میں مقید بالقید جاری ہوتا تھا۔ اس لیے ان بعض کو مقید بالقید کیا ہے۔ اور بعض توابع میں علی الاطلاق جاری ہوتا تھا۔ اس لیے اس قید کو ذکر نہیں کیا۔

**قال الشارح** **ای المعنوی لان التاکید** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** یا زید زید میں دوسرا زید منادی مبنی کا تابع مفرد تاکید ہے۔ لیکن اس میں حکم آتی جواز الوجهیں جاری نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ مبنی علی الضم ہے لہذا یہ قاعدہ منقوض ہوگا۔

**جواب** تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے۔ اور تاکید لفظی کا حکم اعراب وبناء میں مؤکد والا ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **وقد یجوز اعرابه** اغلب کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے اغلب کی قید اس لیے لگائی کہ بعض کے نزدیک تاکید لفظی کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ متبوع کے لفظ پر عمل کرتے ہوئے رفع اور محل پر محمول کرتے ہوئے نصب جائز ہے۔

**قال الشارح** **وکان المختار ان المصنفؒ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** جب تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے تو صاحب کافیہ نے تاکید کو معنوی کی قید کیساتھ مقید کرنا چاہئے تھا جس طرح کہ معطوف معرف بلام مقید کیا ہے۔

**جواب** چونکہ مصنف کے نزدیک تاکید لفظی کا یہی حکم جواز الوجهیں مختار تھا اس لیے معنوی کی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

**قال الشارح** **والصفة مطلقا** مولانا کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ صفت معرف باللام ہو یا معرف باللام نہ ہو اس کے لیے یہی حکم ہے۔

**قال الشارح** **والعطف البیان کذلک** کہ عطف کہ بیان میں بھی اطلاق ہے۔ یعنی عطف بیان معرف باللام ہو یا نہ ہو۔ اس کے لئے یہی حکم ہے۔

یعنی معرف باللام: حاصل معنی کا بیان ہے کہ معطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه سے مراد معطوف معرف باللام ہے۔

بخلاف البدل: بعض توابع مذکورہ کی تفصیل کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ بدل کو تو اس لیے بیان نہیں کیا کہ حکم آتی بدل میں جاری نہیں ہوتا۔ اور معطوف غیر معرف باللام کو اس لیے خارج کر دیا کہ اس میں بھی یہ حکم جاری نہیں ہوتا تھا۔ لہذا بدل اور معطوف غیر معرف باللام ہر دونوں کا حکم مابعد میں عنقریب بیان ہوگا۔

**قال الشارح** حملاً مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** ترفع علی لفظیه کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ توابع مذکورہ کو رفع دیا جائے گا۔ منادی مبنی علی الرفع کے لفظ پر جو کہ بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ توابع مذکورہ کا رفع لفظ منادی پر کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔

**جواب** یہ سوال اس وقت وارد ہوسکتا ہے۔ جب علی لفظه صلہ ہو ترفع کا حالانکہ علی ترفع کا صلہ نہیں ہے۔ بلکہ لفظ علی متعلق ہے حملا مقدر کے اور وہ حملا ترفع کا مفعول لہ ہے۔ جس کا حاصل معنی یہ ہوگا۔ کہ توابع مذکورہ کو رفع دیا جائے گا بوجہ محمول ہونے توابع مذکورہ کے منادی کے لفظ پر اور یہ معنی بالکل صحیح ہے۔

**قال الشارح** لان الحق تابع المنادی المبنی مولانا جامیؒ منصب علی محلہ کی علت کو بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ محل پر اس لیے محمول کیا جائے گا کہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے۔ کہ وہ اس کے محل کے تابع ہو۔ اور وہ یہاں پر مفعولیت کی بنا پر منصوب المحل ہے۔ لہذا تابع پر نصب ہوگا۔

**سوال** حمل علی اللفظ غلط ہے۔ اس لیے کہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے محل کے تابع ہو۔ کیونکہ تابع کی تعریف یہ ہے وکل ثان باعراب سابقه اور سابق کا اعراب اس کے محل میں ہے۔ نہ کہ اس کے لفظ میں۔

**جواب** منادی کی بناء عارضی ہے لہذا یہ معرب کے مشابہ ہوگیا جس طرح معرب کا اعراب عارضی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح منادی کی بناء اس عارض کیوجہ سے ہے۔ یہ کاف اسمی کی جگہ

واقع ہوتا ہے۔ لہذا جس طرح معرب کا تابع اس کے لفظ کا تابع ہوتا ہے اسی طرح منادی مبنی کا تابع بھی اس کے لفظ کے تابع ہوگا۔

**قال الماتن** **یاتیم اجمعون واجمعین** بیان تتمہ برائے متن۔ متن کی عبارت میں توابع مذکورہ میں سے صرف صفت کی مثال مذکورہ تھی۔ اس لیے مولانا جامیؒ نے سب کی مثالیں بیان کردی علی ترتیب اللف والنشر اور یہ مثال یا تیم اجمعون واجمعین تاکید معنوی کی ہے۔

**قال الشارح** **واقتصر علی مثالها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** مصنف نے صرف صفت کی مثال کیوں ذکر کی ہے۔

**جواب** مصنف نے صفت کی مثال پر اس لیے اکتفاء کیا کہ یہ مشہور ہے اور کثیر ہے۔

جواب ثانی: امام اصمعیؒ کا صفت کے بارے میں اختلاف تھا۔ کہ صفت منادی مبنی کے توابع مفردہ میں سے ہوسکتا ہے کہ نہیں امام اصمعیؒ کے نزدیک نہیں ہوسکتا۔ اس لیے صاحب کافیہ نے تابع متنازع فیہ کی مثال کو بیان کر کے ان پر رد کردیا ہے۔

عطف بیان کی مثال۔ یا غلام بشر وبشرا معطوف معرف باللام کی مثال جیسے یازید والحارث والحارث والخلیل فی المعطوف۔

**قال الماتن** **والخلیل فی المعطوف** وہ معطوف بالحرف جس پر حرف یا کا دخول ممتنع ہو۔ یعنی معطوف معرف باللام میں جمہور کے نزدیک رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ اور یہی مذہب ہے امام خلیل اور ابوعامر کا۔ البتہ ان کا اختلاف الویت اور مختار ہونے کے بارے میں ہے۔ امام خلیل کے نزدیک ایسے معطوف میں رفع مختار ہے اور ابوعامر کے نزدیک نصب مختار ہے۔

ابن احمد: مصداق کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **کسرف الممتنع** سے مولانا جامیؒ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ الف لام عہدی ہے

**قال الشارح** **مع تجویزہ النصب** مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔ وہم

یہ ہے کہ شاید یہاں اختیار سے مراد وہ اختیار ہے جو وجوب کے ضمن میں ہوتا ہے۔

**جواب** یہاں پر اختیار بمعنی وجوب کے نہیں ہے بلکہ یہاں اختیار بمعنی ترجیح کے ہے یعنی امام خلیل صاحب نصب کا جائز رکھتے ہوئے رفع کو راجح قرار دیتے ہیں۔

**لان المعطوف بحرف:** سے امام خلیل کی دلیل کا بیان ہے۔ جس کا اصل یہ ہے کہ معطوف حقیقت میں منادی مستقل ہوتا ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس پر منادی مستقل کے احکام جاری ہونے چاہئے اور منادی مستقل پر ضمہ ہوتا ہے تو اس پر بھی ضمہ ہونا چاہئے ہاں البتہ اس پر حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے

اسی وجہ سے منادی مستقل کی پوری پوری رعایت تو نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ مبنی علی علامت رفع ہوتا ہے جب کہ یہ معرب مرفوع ہوگا۔

**وابوعمرو ابن العلالنحوی القاری المقدم علی الخلیل:** یہ صفات محض مدح کے لیے ذکر کی گئیں ہیں ورنہ ابوعمرو نحات کے درمیان ایک مشہور نحوی ہیں۔

**یختار فیه النصب:** ترکیب کی طرف اشارہ کردیا کہ النصب کا عطف ہے الرفع پر۔

**مع تجویزہ الرفع:** ایک وہم کو دفع کرنا مقصود ہے۔ جس کی تقریر ابھی گزر چکی ہے۔

**فانه کماامتنع فیه:** ابوعامر کی دلیل کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ معرف باللام ہونے کیوجہ سے منادی مستقل ہرگز نہیں بن سکتا۔ اور جب منادی مستقل ہونے کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ تو لامحالہ تابع ہونے کی حیثیت ہی باقی ہے اور منادی مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے۔ اور محل چونکہ مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر نصب پڑھنا اولی ہے۔

**قال الماتن** **وابوالعباس ان کان کالحسن** صاحب کافیہ ابوالعباس کا محاکمہ ذکر کررہے ہیں۔ اس محاکمہ حاصل یہ ہے۔ کہ اگر معطوف مذکور الحسن کے مثل ہے یعنی اس سے الف لام جا ہو سکتا ہے تو خلیل کا مذہب مختار ہے۔ اس لیے کہ جب اس سے لام کو حذف کرنا جائز ہے۔ تو اس سے لام کو دور کر کے منادی مستقل بنانا جائز ہے لہذا اس کا حکم منادی مستقل کا ہوگا

اور اگر معطوف مذکور الحسن کی طرح نہ ہو۔ یعنی اس کا الف لام حذف نہ کیا جا سکتا ہو۔ تو پھر ابو عامر کا مذہب مختار ہے۔ کیونکہ جب الف لام حذف ہی نہیں ہو سکتا تو منادی مستقل ہونے کی حیثیت بالکل مقصود ہو چکی ہے۔ لہذا اس میں منادی کے تابع ہونے کی حیثیت سے نصب پڑھنا مختار ہے۔

**فائدہ** امام خلیل کی وجہ اولویت بنظر معنی ہے اور ابو عامر کی بنظر لفظ ہے لہذا رفع اور نصب میں سے ہر ایک کا اولی اور غیر اولی دونوں ہونا ایک جہت سے لازم نے آیا

**المبرد**: عطف بیان برائے توضیح

**قال الشارح** **ای کاسم الحسن** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** الحسن کے لفظ سے مراد اگر مسمی ہے تو معنی فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ معنی یہ ہو جائے گا کہ اگر معطوف معرف بلام حسن شخص کی طرح ہو تو یہ معنی بالکل غلط ہے۔

**جواب** لفظ الحسن سے مسمی مراد نہیں اسم جنس مراد ہے۔

**قال الشارح** **ای فابو العباس** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** فکالخلیل جزا ہے۔ حالانکہ جزاء کے لیے جملہ ہونا ضروری ہے۔ اور یہ جملہ نہیں۔

**جواب** فکالخلیل بھی جملہ ہے۔ کہ اس کے لیے مبتداء محذوف ہے ابو العباس اور یہ ضمیر ہے۔ لہذا اس کا جزاء بننا بالکل درست ہے۔

**قال الشارح** **مثل الخلیل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** فکالخلیل کا کاف ضمیر ہے۔ ابو العباس کی۔ حالانکہ یہ حرف ہے اور حرف کا خبر بننا جائز نہیں۔

**جواب** یہ کاف حرفی نہیں بلکہ یہ کاف اسمی بمعنی مثل کے ہے لہذا ضمیر بننا درست ہوا۔

**قال الشارح** **وای وان لم یکن معطوف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**فی جواز نزع**: وجہ شبہ کا بیان ہے۔

ای ابوالعباس: ترکیب کا بیان۔

والمضافة للنصب: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مبنی بر رفع کے وہ توابع جو مضاف ہوں وہ منصوب ہوتے ہیں۔

عطف علی المفردۃ: ترکیب کا بیان ہے۔کہ المضافۃ معطوف ہے۔ المفردہ پر

ای وتوابع المنادی: حاصل عطف کا بیان ہے یعنی منادی مبنی علی علامۃ الرفع کہ وہ توابع جو مضاف ہوں وہ منصوب ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **بالاضافة الحقیقیه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** منادی مبنی علی الرفع کے توابع مضاف باضافت لفظیہ مضاف ہیں حالانکہ ان پر فقط نصب نہیں آتی۔ بلکہ جواز الوجہیں والا حکم جاری ہوتا ہے۔جیسے یا زیدالحسن الوجھه ۔والحسن الوجھه

**جواب** یہاں پر مضاف سے مراد مضاف باضافت حقیقیہ ہے۔مضاف باضافت حقیقیہ ایسے مضاف کو کہا جاتا ہے جو مضاف باضافۃ معنویہ ہو۔

**قال الشارح** **لانها اذا وقعت** مولانا جامیؒ کی غرض علت نصب کو بیان کرنا ہے۔ کہ ان توابع مضاف پر نصب کیوں ہے۔ اس کا اصل یہ ہے اگر یہ توابع مذکورہ یعنی مضاف باضافت حقیقیہ خود منادی ہوں۔تو وجوبی طور پر منصوب ہوتے ہیں۔لہذا جب یہ توابع ہوکر مضاف ہیں۔تو ان پر نصب پڑھنا بطریق اولی واجب ہوگا۔اس لیے کہ منادی مستقل علت بناء موجود تھی۔ اگر چہ ضعیف ہی کیوں نہ تھی۔اور تابع ہونے کی صورت میں وہ علت ضعیف بھی باقی نہ رہی۔

یاتیم کلھم: امثلہ کا بیان ہے۔یاتیم کلھم تاکید کی مثال ہے۔

یاز یدذاالمال صفت کی مثال ہے۔اور یارجلا اباعبداللہ عطف بیان کی مثال ہے۔چوتھی قسم تابع معرف باللام کی مثال نہیں بن سکتی۔اسلیے کہ مضاف باضافۃ حقیقیہ پر لام کا داخل ہونا ممتنع ہے۔

**قال الماتن** **والبدل والمعطوف غیر ماذکرحکمه** صاحب کافیہ بدل اور

معطورف معرف باللام کا حکم کو بیان کیا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ جب منادی مفرد معرفہ کا تابع بدل واقع ہو۔عام ازیں کہ بدل کل ہو۔یا بدل البعض وغیرہ۔اور اسی طرح جس وقت منادی مفرد کا تابع ایسا معطوف بالمعرف ہو جس پر صرف ندا کا داخل کرنا جائز نہ ہوتو ان دونوں توابع کا حکم منادی مستقل والا ہے۔

**قال الشارح** **ای غیر المعطوف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** المعطوف موصوف معرفہ ہے۔غیر ماذکر صفت نکرہ ہے۔حالانکہ موصوف وصفت کے درمیان تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے۔اور یہاں پر کیوں نہیں۔

**جواب** لفظ غیـــر ان الفاظ متوغلہ فی الابہام میں سے ہے۔جو ماوجود اضافت الی المعرفۃ کے معرفۃ نہیں ہوتے۔لیکن جب لفظ غیر کے مضاف الیہ کی ضد امر واحد ہو تو اضافۃ الی المعرفۃ کی وجہ سے لفظ غیـــر میں تعریف وتعین پیدا ہو جاتی ہے۔اور یہاں پر بھی اسکی اضداد کثیرہ نہیں بلکہ ضد اوحد ہے۔

**قال الشارح** **ای حکم کل واحد** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** مرجع دو چیزیں ہیں۔تو ضمیر تثنیہ کی لانی چاہتے تھی۔مصنف کو چاہئے تھا کہ حکمھما کہتے تا کہ راجع مرجع میں مطابقت پیدا ہو جاتی۔

**جواب** بدل اور معطوف کو کل واحد کی تاویل میں کر کے مصنف نے ضمیر مفرد لائے ہیں۔

**قال الشارح** **الذی باشرہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** بدل اور معطوف معرف باللام مستقل منادی ہیں۔لہذا ان کو تشبیہ دینا منادی مستقل کے ساتھ یہ تشبیہ الشئی مع نفسہ ہے جو کہ جائز نہیں۔

**جواب** منادی مستقل سے مراد وہ منادی ہے جس پر حرف ندا داخل ہو اور بدل ومعطوف پر حرف ندا داخل نہیں ہوتا۔لہذا یہ تشبیہ احد القسمیں مع قسم الاخر ہے۔

**قال الشارح** **وذلک لانہا البدل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** بدل ومعطوف معرف بلام کا حکم منادی مستقل والا کیوں ہے۔

**جواب** بدل مقصود بالذات ہوتا ہے۔اور مبدل منہ تو فقط بطور تمہید کے بدل کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔لہذا اصل وحقیقت میں منادی بدل ہو نہ کہ مبدل منہ اسی وجہ سے بدل کو منادی مستقل والا حکم دے دیا گیا ہے۔اور معطوف معرف بللام کو منادی مستقل والا حکم اس لیے دیا گیا ہے۔کہ حرف عطف حرف ندا کے قائم مقام ہے۔جس پر حرف ندا کے دخول پر کوئی مانع بھی نہیں ہے۔لہذا اس میں حرف ندا مقدر ہوا۔اور جب حرف ندا مقدر ہو تو وہ منادی مستقل ہوتا ہے۔لہذا اس کو منادی مستقل کا حکم دیا گیا ہے۔

**مطلقا ای** : حال ترکیب کا بیان ہے۔کہ مطلقا حال ہے حکمۃ کی ہ ضمیر سے۔اور مضاف الیہ سے حال بنانا دو صورت میں جائز ہوتا ہے تفصیل کے لیے ضوابط نحویہ کو دیکھیے۔

**غیر مقید بحال**: اطلاق کے معنی کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل اور معطوف معرف باللام کا حکم مستقل منادی کے حکم کی طرح ہوتا ہے کسی حال کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ بلکہ ہر حال میں ہے۔کہ توابع مضاف ہوں یا مفرد ہوں یا شبہ مضاف ہوں یا نکرہ ہوں۔ ہر حال میں یہی حکم ہے۔بدل کی

مثالیں (۱) بدل مفرد غیر مضاف کی مثال **یا زید عمروا** (۲) بدل مضاف کی مثال **یا زید اخاعمروا** (۳) بدل شبہ مضاف کی مثال **یا زید طالعا جبلا** ۔(۴) بدل نکرہ کی مثال **یا زید رجلاصالحا** ۔معطوف مذکور کی مثالیں ۔(۱) مفرد کی مثال **یازیدو عمروا** (۲) معطوف مضاف کی مثال **یا زید واخا عمرو** (۳) معطوف شبہ مضاف کی مثال **یازید وطالعاجبلا** (۴) معطوف نکرہ کی مثال **یا زید و رجلا صالحا**۔

**قال الماتن** **العلم الموصوف بابن** یہ ضابطہ ماقبل کی قانون سے بطور استثناء کے ذکر کیا گیا ہے جس میں سوال وجواب میں سمجھیں۔

**سوال** ماقبل میں آپ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے۔کہ منادی مفرد معرفہ ہو تو وہ مبنی علی الضم پڑھا

جائے گا۔ ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں۔ کہ منادی مفرد معرفہ ہے۔ لیکن اس پر ضمہ پڑھنا بھی جائز ہے اور فتحہ بھی۔ بلکہ فتحہ پڑھنا مختار ہے۔ جیسے یا زید بن عمرو۔ یازید بن عمرو پڑھنا بھی جائز ہے۔

**جواب** یہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ علم جو موصوف ہو جس کی صفت لفظ ابن یا ابنۃ ہو۔ اور وہ لفظ ابن یا ابنۃ دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔ تو اس صورت میں ایسے منادی مفرد معرفہ پر رفع اگر چہ جائز ہے لیکن فتحہ پڑھنا مختار ہے۔

**قال الشارح** **ای العلم المنادی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** جاء نی زید ابن عمرو میں زید علم موصوف ہے لفظ ابن کے ساتھ اور وہ مضاف ہے دوسرے علم کی طرف لیکن زید پر فتحہ پڑھنا جائز ہی نہیں چہ جائیکہ مختار ہو بلکہ ضمہ واجب ہے۔

**جواب** علم سے مراد مطلق علم نہیں۔ علم منادی مراد ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں علم ہے لیکن منادی نہیں۔

**قال الشارح** **المبنی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** یا عبداللہ ابن عمرو میں آپ کا قاعدہ منقوض ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں عبداللہ علم منادی ہے۔ اور شرائط موجود ہیں۔ حالانکہ عبداللہ پر فتحہ مختار نہیں بلکہ نصب واجب ہے۔

**جواب** علم منادی سے مراد علم مبنی ہے۔ اور آپ کی پیش کردہ مثال میں عبداللہ معرب ہے مبنی نہیں۔

**قال الشارح** **علی الضم** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** پھر بھی آپ کا یہ قاعدہ یا زیداہ ابن عمرو میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے کہ زیداہ علم منادی مبنی ہے۔ حالانکہ زیداہ پر فتحہ مختار نہیں بلکہ واجب ہے۔

**جواب** علم منادی مبنی سے مراد مبنی علی الضم ہے۔ اور زیداہ مبنی علی الفتحہ ہے۔ لہذا ہمارہ قاعدہ منقوض نہ ہوا۔

**قال الشارح** **مجرد عن التاء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** یا ھند ابنۃ عمرو میں فتحہ مختار ہےاورضمہ بھی جائز ہے۔حالانکہ لفظ ابن کے ساتھ موصوف نہیں۔ بلکہ لفظ ابنتہ صفت ہے۔

**جواب** لفظ ابـــن میں تعیم ہے۔خواہ مجرد عن التاء ہو یا ملعوق التاء ہواور پیش کردہ مثال میں لفظ ابن ملحوق بالتاء ہے۔

**قال الشارح** **بلامتخلل واسطة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ یا زید الظریف ابن عمرو میں منقوض ہے۔ اس لیے کہ زید میں تمام شرطیں موجود ہیں۔لیکن فتحہ کا مختار ہونا تو درکنار سرے سے جائز ہی نہیں بلکہ ضمہ واجب ہے۔

**جواب** اس قاعدہ کے لیے ایک اور شرط بھی ہے۔وہ یہ ہے کہ علم موصوف اور لفظ ابـن صفت کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔اور آپ کی پیش کردہ مثال میں الظریف کا اصلہ موجود ہے۔

ای حال کون ذلک: سے ترکیب کا بیان ہے۔کہ مـضـــافة یہ حال ہے لفظ ابـــن سے اور لفظ ابن بواسطہ حرف جر کے مفعول بہ ہے۔

فكل علم يكون: مولانا جامیؒ اس قاعدہ مذکورہ کا حاصل مطلب بیان کر رہے ہیں۔کہ ہر وہ علم جو موصوف ہو لفظ ابن یا ابنة کے ساتھ اور وہ مضاف ہو۔دوسرے علم کی طرف تو اس میں ضمہ بھی جائز ہے۔لیکن فتحہ مختار ہے۔

لكثرة وقوع المنادى: فتحہ کے مختار ہونے کی علت کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے۔کہ ہو منادی جس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہیں اس کا وقوع کلام عرب میں کثیر ہے اور کثرت استعمال کے مناسبت تخفیف ہے۔اور تخفیف کے مناسب فتحہ ہے۔اس لیے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔لہذا نحویوں نے اس کو فتحہ کے ساتھ مخفف کر دیا۔جو کہ منادی کی حرکت اصلی ہے۔مفعول بہ ہونے کیوجہ سے۔

**قال الشارح** **فخففوه بالفتحة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کہ تخفیف تو کسرہ سے بھی حاصل ہو سکتی تھی۔کیونکہ کسرہ بنسبت حرکت ضمہ کے خفیف ہے۔

**جواب** کسرہ سے اگر چہ تخفیف حاصل ہو جاتی لیکن حرکت کسرہ حرکت اصلیہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ منادی مفعول بہ ہونے کی بناء پر کسرہ سے آبی ہے۔

**قال الماتن** **واذا نودی المعرف باللام** صاحب کافیہ یہ قاعدہ بھی ماقبل سے بطور استثناء کے ہے۔ قاعدہ کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب معرف بلام کی نداء کرنا مقصود ہو تو حرف نداء اور منادی معرف بلام کے درمیان ای اور ایۃ مع ھائے تنبیہ کا فاصلہ یاھذا اسم اشارہ کا فاصلہ لانا ضروری ہے تا کہ دو آلہ تعریف کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے یا ایھاالرجل اور یا ھذا لرجل۔

**قال الشارح** **ای اذا ارید ندائه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اذا نودی المعرف یہ شرط ہے۔ اور قیل یا ایھا الرجل جملہ جزا ہے۔ اور جزاء کا شرط پر ترتیب ہوا کرتا ہے۔ اور یہاں پر ترتب صحیح نہیں۔ اس لیے کہ یا ایھا الرجل میں منادی ای ہے۔ نہ کہ الرجل۔ یہ تو ای کی صفت ہے۔ اور ای منادی معرف بلام نہیں۔

**جواب** اگر چہ الرجل منادی کی صفت ہے۔ لیکن بحسب الارادہ یہی منادی ہے۔

**قال الشارح** **مثلا بحسب اللفظ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** شرط کلی ہے۔ اور جزا جزئی ہے۔ اور جزئی کا ترتب کلی پر صحیح نہیں ہوتا حالانکہ جزا کا شرط پر مرتب ہونا ضروری ہوتا ہے۔

**جواب** یاایھا الرجل کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔ اور اصل جزا امر کلی ہے۔ اور اسی امر کلی کو مولانا جامی نے بتوسط ای سے بیان کیا یعنی قیل کلام وسط احدالامور الثلثه

**قال الماتن** **والتزموا رفع الرجل** یہ عبارت بھی ماسبق سے بطور استثناء کے ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال** ماقبل میں آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے۔ کہ منادی مشرعہ معرفہ کا تابع صفت مفرد ہو۔ تو اس کا حکم ترفع علی لفظه و تنصب علی محله ہے۔ لیکن یا ایھا الرجل میں الرجل تابع صفت مفرد ہے۔ اس پر رفع پڑھنا واجب ہے۔ اور نصب جائز ہی نہیں۔

**جواب** یا ایھا الرجل میں الرجل حقیقت کے اعتبار سے منادی ہے۔ کیونکہ یہی مقصود بالنداء ہے۔اور ایھا کوتو صرف فاصلہ کے لیے لایا گیا ہے۔

**یعنی العرب** :واو ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **مثلاً** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔جس کی تقریر گزر چکی ہے۔

**وان کا صفته**: سوال مقدر کی صورت کی طرف اشارہ ہے۔

**لتکون حرکاته**: رفع کے واجب ہونے کی علت کا بیان ہے۔کہ رفع کا التزام اس لیے کیا گیا ہے۔تا کہ اس کی حرکت اعرابیہ یعنی رفع حرکت بنائیہ یعنی ضمہ کے موافق ہو جائے جو کہ منادی کی علامت ہے۔اور یہ حرکت اعرابیہ دلالت کرے گی اس کے مقصود بالنداء ہونے پر۔

**وھذا بمنزلة المستثنی**۔

**سوال** پھر وہ قاعدہ مذکورہ کلیہ نہ ہوا۔

**جواب** وہ قاعدہ مذکورہ کلیہ ہے۔اور یہ صورت مذکورہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

**یذکر** صحتہ استثنیٰ کی علت کا بیان ہے۔

**قال الماتن** **وتوابعه** صاحب کافیہ اس عبارت میں بھی ماقبل سے بطور استثناء یک مسئلہ کو بیان کررہے ہیں جس سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ماقبل میں اپ نے کہا کہ یا ایھا الرجل میں الرجل منادی ہے اب اس کی صفت العالم ذکر کی جائے اور یوں کہا جائے۔یا ایھا الرجل العالم تو العالم میں دو وجہ جائز ہونی چاہئے۔اس لیے کہ منادی کی صفت ہے۔حالانکہ العالم پر رفعہ متعین ہے۔

**جواب** جواز الوجھین منادی مبنی کے توابع میں ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں الرجل منادی معرب ہے۔اور یہ بات ظاہر ہے۔منادی معرب کے توابع میں تو جواز الوجھین ہرگز نہیں ہوسکتی۔

**بالجر**: ترکیب کا بیان ہے۔کہ توابع مجرور ہوکر اس کا عطف ہے الرجل پر۔

والتزام رفع توابع: حاصل عطف کا بیان ہے۔ کہ نحویوں نے الرجل کے توابع پر رفع کا التزام کیا ہے۔ خواہ وہ توابع مضاف ہوں یا مفرد جیسے یاایھا الرجل الظریف و یھاایھاالرجل ذوالمال

لانھا سے علت لزوم رفع کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ الرجل کے توابع پر رفع اس لیے لازم ہے۔ کہ یہ منادی معرب کے توابع ہیں۔ اور جواز الوجھین منادی مبنی کے توابع میں ہوتا ہے۔

**قال الماتن** وقالوا یاالله خاصة یہ عبارت بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس میں ایک مسئلہ ماقبل سے بطور استثناء کے بیان کیا گیا ہے۔

**سوال** آپ نے ماقبل میں ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ کہ جب معرف بلام کے درمیان فاصلہ لانا ضروری ہے۔ لیکن یاالله میں تو لفظ اللہ معرف بلام پر بغیر فاصلے کے یا داخل ہو جاتا ہے۔ جس میں دو آلہ تعریف کا جمع ہونا لازم آتا ہے۔

**جواب** یاالله س قاعدہ سے مستثنیٰ ہو کر ایک اور قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں الف لام عوض بھی ہو اور کلمہ کو لازم بھی ہو۔ تو اس کلمہ پر حرف ندا کا بلا واسطہ داخل کرنا جائز ہے۔ جیسے یاالله کہ اس میں الف لام عوضی بھی ہے۔ اور لازمی بھی۔

لان اصله الاله: مولانا جامیؒ کی غرض لفظ الله کے لام کے عوض اور لازمی ہونے کو بیان کرنا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے لفظ الله کا اصل الاله تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض لام کو لایا گیا ہے۔ اور یہ لام اس کو لازم بھی ہے۔ چنانچہ وسعت کلام میں لاه کہنا جائز نہیں ہے۔

**قال الشارح** ولمالم یجتمع ھذان مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** دلیل اور دعویٰ میں مطابقت نہیں ہے۔ اس لیے کہ دلیل جس کو بناء علی قاعدة سے بیان کیا۔ اس سے تو لفظ اللہ کے ساتھ عدم اختصاص معلوم ہوتا ہے۔ اور دعویٰ سے لفظ اللہ کے ساتھ اختصاص معلوم ہوتا ہے۔

**جواب** چونکہ یہ دونوں چیزیں یعنی لام عوضی ہونا اور لازمی ہونا کسی دوسری جگہ میں مجتمع نہیں

ہے۔اسی وجہ سے لفظ اللہ کے ساتھ اس کا اختصاص ہے جس کو صاحب کافیہ نے خاصۃ سے بیانکیا ہے۔

**قال الشارح** **واما مثل النجم** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** النجم اور الصعق کا لام بھی لازمی ہے۔تو اس پر حرف ندا کا دخول بغیر فاصلہ کے جائز ہونا چاہئے تھا۔حالانکہ جائز نہیں۔

**جواب** ان کا لام اگرچہ لازمی تو ہے۔لیکن عوضی نہیں۔جس کی وجہ سے بلا واسطہ دخول جائز نہیں۔

**قال الشارح** **واما الناس وان کانت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** الناس کا لام عوضی ہے اس پر حرف ندا کا دخول بلا فاصلہ کیوں جائز نہیں۔

**جواب** الناس کا لام اگرچہ عوضی تو ہے لیکن لازمی نہیں یہی وجہ ہے کہ وسعت کلام میں ناس کہا جاتا ہے۔لہذا جب لام لازمی نہ ہوا تو بلا فاصلہ حرف نداء کا دخول کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

**قال الشارح** **ولعدم جریانه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ یاالتی نیمت قلبی میں منقوض ہے اس لیے کہ التی کا لام اگرچہ لازمی تو ہے لیکن عوض نہیں۔لیکن اس کے باوجود بلا فاصلہ حرف نداء داخل ہے۔

**جواب** اسی وجہ سے نحویوں نے اس پر شذوذ کا حکم لگایا ہے۔

**قال الشارح** **وفی الغلامان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ شاعر کے قول فیاالغلامان میں منقوض ہے۔اس لیے کہ اس میں الغلامان کا لام نہ لازمی ہے۔نہ عوض لیکن پھر بھی حرف نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔

**جواب** اسی وجہ سے نحویوں نے اشذ اشذوذ کا حکم لگایا ہے۔

**قال الماتن** **ولك فی مثل یا تیم تیم عدی** صاحب کافیہ سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔اور یہ بھی ماقبل سے بطور استثناء ایک مسئلہ کا بیان ہے۔

**سوال** آپ نے ماقبل میں یہ قاعدہ کیا کہ منادی مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔حالانکہ یاتیم

تیم عدی جیسی امثلہ میں منادی مفرد معرفہ پر ضم اور نصب دونوں جائز ہیں۔

**جواب** یہ ماقبل کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ جس کے لیے علیحدہ قانون ہے۔

**ای وجازلك:** ترکیب کا بیان ہے۔ کہ الضمہ والنصب فاعل ہیں۔ ظرف کے لیے باعتبار متعلق کے

**ای فی ترکیب:** صاحب کافیہ نے لفظ مثل سے جس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مولانا جامیؒ اس کو صراحتا بیان کرر ہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے۔ جس میں منادی صورتا مقرر ہو۔ اور ثانی کے ساتھ اسم مجرور بالا ضافت متصل ہو۔ یعنی اس کے بعد مضافت الیہ واقع ہو۔

**قال الشارح صورتا** لفظ صورتا سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کہ ہم یہ بات قطعا تسلیم نہیں کرتے۔ کہ یا تیم تیم عدی میں منادی مفرد ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ منادی مضاف ہے عدی مذکور کی طرف یا عدی محذوف کی طرف۔

**جواب** مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ صورتا مفرد ہو۔ اور مثال مذکور میں اگر چہ حقیقت میں منادی مضاف ہے لیکن صورت میں مفرد ہے۔

**قال الشارح فی الاول** مولانا جامیؒ کی غرض سوال کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنف کا قول الضم والنصب سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ ضم اور نصب اول میں ہوگا یا ثانی میں۔ یہ حکم تو حکم مجہول ہوا جو کہ جائز نہیں۔

**جواب** یہ حکم اول کے لیے ہے۔ کیوکہ بحث منادی میں چل رہی ہے۔ اور منادی اول ہے نہ کہ ثانی اور ثانی میں فقط نصب ہوگی۔

**اما الضم فی الاول:** مولانا جامی اول میں ضمہ اور نصب کے جواز کی علت کو بیان کیا ہے۔ کہ ضمہ کا جائز ہونا منادی مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ منادی مفرد معرفہ مبنی علی الرفع

ہوتا ہے۔اورنصب کا جائز ہوتا وہ مضاف ہونے کیوجہ سے ہے۔کہ وہ مضاف ہے عدی مذکور کی طرف

**قال الشارح** وتیم ثانی مولانا جامیؒ کی غرض سوال کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اگر تیم اول عدی کی طرف مضاف ہے۔تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فاصلہ لازم آتا ہے جوکہ جائز نہیں ہے۔

**جواب** فاصلہ بالاجنبی ناجائز ہوتا ہے اور یہ فاصلہ بالاجنبی نہیں ہے۔اس لیے کہ تیم ثانی تاکید ہے۔اورتاکید موکد کا عین ہوتی ہے۔یہ مذہب سیبویہ کا ہے تیم اول مضاف ہے عدی مذکور کیطرف۔

امام مبرد کا مذہب یہ ہے۔یہ تیم اول۔پرنصب اس لیے جائز ہے کہ یہ عدی محذوف کی طرف مضاف ہے۔جس پر قرینہ عدی مذکور ہے۔اصل میں تھا یاتیم عدی تیم عدی

واما السیرا فی فیقول: سرافی کے نزدیک تیم اول پرنصب کے بجائے فتحہ کو جائز اسلیے کہ تیم اول مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور تیم ثانی عدی مذکور کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔اور تیم ثانی کی اتباع کرتے ہوئے تیم اول پرفتحہ جائز ہے۔اور تیم ثانی میں نصب ہی متعین ہے۔اس لیے کہ وہ مضاف تابع ہے۔جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے۔اور مضاف کا تابع منصوب ہوتا ہے۔یا تابع مضاف ہے۔جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے۔اور تابع مضاف بھی منصوب ہوتا ہے۔

یاتیم تیم عدی لا ابالکم　　　لا یلقینکم فی سوئۃ عمر

یہ بہت جریر شاعر کا ہے۔جب عمر تیمی نے جریر تیمی کو ہجو کا ارادہ کیا تو جریر شاعر نے خطاب کر کے کہا۔ہم عمرو کو میری ہجوہ کے لیے آزادہ نہ چھوڑو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تم کو میری طرف سے برائی میں ڈال دے۔یعنی یہ میری ہجو کرے گا میں پھر تم سب کی ہجو کروں گا۔

**قال الماتن** والمضاف الی یاء المتکلم صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل تجویہ ہے کہ

وہ منادی جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار وجہ پڑھنا جائز ہے۔
(۱) یاء کے فتحہ کے ساتھ جیسے یا غلامی (۲) یاء کے سکون کے ساتھ جیسے یا غلامی
(۳) یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کر کے پڑھنا جیسے یا غلام
(۴) یا کو الف کے ساتھ تبدیل کر کے پڑھنا جیسے یا غلاما۔

**قال الشارح** المنادی مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے

**سوال** جائنی غلامی میں غلامی یاء متکلم کی طرف مضاف لیکن اس میں چار وجہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ فقط دو وجہ پڑھنا جائز ہیں۔(۱) یاء کے فتحہ کے ساتھ (۲) یاء کے سکون کے ساتھ۔

**جواب** المضاف صفتہ ہے جس کے المنادی موصوف محذوف ہے یعنی مطلق مضاف مراد نہیں بلکہ منادی اور مثال مذکور میں منادی نہیں ہے۔

**قال الشارح** وجوہ مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال ہے۔

**سوال اول:** یجوز فعل ہے جس کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہے اور یا غلامی جملہ ہونے کی وجہ سے فاعل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

**سوال ثانی:** یا غلامی تفصیل ہے اور تفصیل تقاضا کرتی ہے اجمال کا حالانکہ ماقبل میں اجمال نہیں۔

**جواب** پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یجوز کا فاعل وجوہ ہے یا غلامی نہیں اور وجوہ مفرد ہے لہذا اس کا فاعل بننا درست ہے۔

اربعة : سے دوسرے سوال کا جواب دیا۔اس کا حاصل یہ ہے۔ اربعة مقدر ہے لہذا تفصیل سے پہلے اجمال موجود ہے۔

**قال الشارح** مثل مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

**سوال** صاحب کافیہ تو قواعد کلیہ بیان کر رہے ہیں اور یاغلامی تو مثال جزئی ہے مثال جزئی کو کیوں ذکر کیا۔

**جواب** غلامی سے مراد مثل غلامی ہے۔ جوکہ یاغلامی اور دوسری امثلہ کو بھی شامل ہے۔

**قال الشارح** **اذا كان قبلها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

**سوال** کہ آپ کا یہ قاعدہ فتای میں منقوض ہے۔ اس لیے کہ اسم منادی مضاف ہے یاء متکلم کی طرف لیکن اس کے باوجود یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔

**جواب** یہ قاعدہ ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ کہ جب یا کا ماقبل مکسور ہو۔ اور مثال مذکور میں ماقبل مکسور نہیں ہے۔

**قال الشارح** **هذا لن الوجهان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

**سوال** وجوہ اربعہ مذکورہ استعمال میں مساوی ہیں یا ان میں تفاوت ہے۔

**جواب** ان میں تفاوت ہے آخری دو وجہیں نداء میں اکثر واقع ہوتی ہیں۔ کیونکہ ندا کا مقام تخفیف ہے۔ اس لیے کہ مقصود بالذات نداء نہیں ہوتی۔ بلکہ ندا کے بعد والا قول ہوتا ہے۔ تو متکلم ندا سے جلدی فارغ ہونا چاہتا ہے۔ تا کہ مقصود کی طرف جلد پہنچے۔ لہذا غلامی میں دو وجہ سے تخفیف پائی جاتی ہے۔ (۱) یا کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنے کے ساتھ اور وہ کسرہ یا محذوفہ پر دلالت کرتی ہے۔ (۲) یا کو الف کے ساتھ تبدیل کرنے کے ساتھ۔ اس لیے کہ الف اور فتحہ خفیف میں بنسبت یاء کسرہ کے۔

**قال الشارح** **وهما الى هذان الوجهان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ یاعدوی میں منقوض ہے۔ کہ عدو منادی مضاف الی یائے المتکلم ہونے کے باوجود یہ سابقہ دونوں وجہیں جائز نہیں۔

**جواب** سابقہ دنوں وجہیں مطلقا مضاف الی یائے متکلم میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس منادی میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی اضافت یائے متکلم کی طرف مشہور ہو۔ تا کہ وہ شہرت یا کے حذف پر اور یا کے الف کے ساتھ تبدیل ہونے پر دلالت کرے۔

**قال الشارح** **وجاء شاذا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

**سوال** منادی مضاف الی یائے متکلم میں وجوہ اربعہ کا انحصار کرنا باطل ہے۔اس لیے کہ اس میں ایک پانچویں وجہ بھی جائز ہے وہ یہ ہے یا کو الف کے ساتھ تبدیل کرنا پھر الف کو حذف کر کے ماقبل کے فتحہ پر اکتفاء کرنا ہے۔ جیسے یاغلام۔

**جواب** یہ پانچویں وجہ شاذ ہے۔

**قال الشارح** **وباالهاء وقفا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔کہ اس منادی مضاف الی یائے متکلم کے وجوہ اربعہ میں حالت وقف کے اندر ھا داخل ہو جاتی ہے۔جس طرح یاغلامی کو ھا کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

یاغلامتیه یا غلامیه اور یاغلامه اور یاغلاماه۔

**یکون المنادی :** سے ترکیب کا بیان ہے کہ یہ متعلق ہے یکون محذوف کے۔

**قال الشارح** **فی هذه الوجوه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** وہم یہ ہوتا تھا کہ بالھاء کا تعلق آخری دو وجہ کے ساتھ ہے۔

**جواب** اس وہم کو دفع کر دیا کہ **بالهاء** کا تعلق فقط آخری دو وجہ کے ساتھ نہیں بلکہ چاروں کے ساتھ ہے۔

**ای فی حالة الوقف :** ترکیب کا بیان ہے کہ لفظ وقفا باعتبار مضاف کے مقدر ہونے کے یہ ظرف ہے اور مفعول فیہ ہے۔

**فرقا بین الوقف :** ھا کے لاحق کرنے کی علت کا بیان ہے کہ حالت وقف میں ھاء کو اس لیے لاحق کیا جاتا ہے تاکہ حالت وقف اور غیر وقف میں فرق ہو جائے۔

**قال الماتن** **وقالوا یاابی ویاامی ویاابت ویاامت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اہل عرب یا ابی و یاامی میں سابقہ وجوہ اربعہ کے ساتھ ساتھ کثرت استعمال کی وجہ سے دو اور وجہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

(۱) یاء کو تاء کے ساتھ تبدیل کر کے یاابت و یا امت اور تا کو یا کی حرکت کے موافق مفتوح اور یا کی مناسبت کی وجہ سے مکسور پڑھا جاتا ہے۔

(۲) تاء کے بعد الف کو زائدہ کر کے یا ابتا یا امتا پڑھا جاتا ہے۔اس صورت میں الف اور تا دونوں یاء محذوفہ کے عوض ہوں گے جس میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ جمع بین العوضین جائز ہوتا ہے ہاں البتہ عوض اور معوض کا اجتماع ناجائز ہوتا ہے جس کی وجہ سے تا کے بعد یا کو زیادہ کر کے یاابت یا امت کہنا جائز نہیں۔

ای العرب فی محاورتهم : ضمیر کے مرجع کا بیان ہے اور فی محاورتهم صلہ کا بیان ہے۔

ای قالوا یاابت : ترکیب کا بیان ہے کہ یا ابت و یا امت کا عطف ہے۔ یا ابی یا امی پر۔ جس طرح وہ مقولہ ہے اس طرح یہ بھی مقولہ ہے قالوا کا۔

ای حال کون التاء : ترکیب کا بیان ہے۔کہ فتحا و کسرا حال ہیں تاء سے

**قال الشارح** مفتوحا او مکسورا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے۔جب کہ یہاں پر حمل صحیح نہیں۔اس لیے کہ تاء مفتوح و مکسور ہوتی ہے۔لیکن فتحہ کسرہ نہیں ہوتی۔

**جواب** فتح و کسر بمعنی مفتوح و مکسور کے ہے۔

**قال الشارح** اوِ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** حال اور ذوالحال میں افراد و تثنیہ کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے یہاں پر ذوالحال مفرد ہے اور حال مثنی ہے۔

**جواب** واو بمعنی او کے ہے اور کلمہ او احد الامرین کے لیے آتا ہے۔لہذا مطابقت پائی گئی۔

# ﴿بحث ترخیم﴾

**قال الماتنؒ** وترخیم المنادی جائز صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔کہ ترخیم منادی میں ہر حال میں جائز ہے۔خواہ ضرورت ہو یا ضرورت نہ ہو اور غیر منادی میں بوقت

ضرورت ترخیم جائز ہے لیکن کلام نثر میں جائز نہیں۔

**قال الشارح** ولما كان من خصائص مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** بحث مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف کے بارے میں چل رہی تھی لہذا ترخیم کی بحث کا ذکر کرنا خروج عن المبحث ہے۔

**جواب** ترخیم منادی کی خصائص میں سے ہے۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ خصائص کو ذکر کرنے سے چیز واضح ہو جاتی ہے اسی لیے مصنفؒ نے ترخیم منادی کو ذکر کیا ہے۔

**قال الشارح** ای واقع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جواز کی دو قسمیں ہیں (۱) جواز وقوعی (۲) جواز امکانی یہاں پر کون سا جواز مراد ہے۔

**جواب** مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ جواز وقوعی مراد ہے۔

**قال الشارح** في سعة الكلام مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** وقوع کی دو قسمیں ہیں (۱) وقوع فی سعة الكلام (۲) وقوع لوقة الضرورة یہاں کون سا وقوع مراد ہے۔

**جواب** وقوع سے مراد وہ وقوع ہے جو وسعت کلام میں ہو بغیر ضرورت شعری کے۔لہذا جب بغیر ضرورت شعری کے وسعت کلام میں جائز ہے تو وہ ضرورت شعری میں بطریق اولی جائز ہوگا۔ جب ضرورت شعری کے لیے کوئی داعی ہو۔

**قال الشارح** ای غیر المنادی ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

**قال الشارح** ای لضرورة یہ ترکیب کا بیان ہے کہ مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور یہ جائزا بمعنی واقعا کا مفعول لہ ہے۔

**قال الماتن** وهو حذف في آخره صاحب کافیہ نے ترخیم کی تعریف کو بیان کیا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے ترخیم منادی کے آخر میں حذف کرنا ہے تخفیف کی غرض سے۔

**قال الشارح** ای ترخیم المنادی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہے(۱) اس کا مرجع مطلق ترخیم ہو(۲) ترخیم منادی ہو اگر اس کا مرجع ترخیم منادی ہو تو پھر ترخیم مطلق کی تعریف معلوم نہ ہوگی اور اگر مرجع مطلق ترخیم ہو تو پھر مصنف کا قول وشرطہ صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ مصنفؒ نے جو شرائط بیان کی ہیں وہ مطلق ترخیم کی نہیں بلکہ ترخیم منادی کی ہیں۔

**جواب** مولانا جامیؒ نے اس سوال کے دو جواب دیئے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع ترخیم منادی ہے باقی رہا یہ سوال کہ مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہیں ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ مطلق ترخیم کی تعریف ترخیم منادی کی تعریف سے معلوم ہو جاتی ہے اس لیے کہ دونوں کی تعریف ایک ہے بغیر کسی تبدیلی اور تفاوت کے۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم ہے باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اس صورت میں مصنف کا قول وشرطہ کو صحیح نہیں ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ آگے جو شرائط بیان کی ہیں یہ مطلق ترخیم کی شرائط ہیں جب وہ منادی میں واقع ہو۔

**قال الشارح** ای لمجرد التخفیف مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ترخیم کی یہ تعریف قاض، داع وغیرہ پر صادق آتی ہے اس لیے کہ اس کے آخر میں تخفیف کے لیے حرف علت کو حذف کیا گیا ہے حالانکہ یہ ترخیم نہیں۔

**جواب** ترخیم میں حذف محض تخفیف کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب کہ آپ کی پیش کردہ مثالوں میں حذف محض تخفیف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے لیے ایک اور علت ہے جو کہ صرفی تحقیق ہے۔

**قال الماتن** وشرطه الایکون مضافا ماتنؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی کی ترخیم کے لیے چار شرطیں ہیں۔(۱) منادی مضاف نہ ہو۔(۲) منادی مستغاث نہ ہو۔(۳) جملہ نہ ہو۔(۴) وجودی شرط یہ ہے کہ احدالامرین میں سے کوئی امر ہو وہ احدالامرین یہ ہیں۔(۱) منادی علم زائد علی
الثلاث ہو۔(۲) یا تا تانیث کے ساتھ متلبس ہو۔

**قال الشارح** ای شرط ترخیم مولانا جامیؒ نے ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے۔جس میں دو احتمال ہیں۔(۱) اگر ماقبل میں ترخیم منادی کی تعریف ہے تو پھر شرطہ کو ضمیر کا مرجع بھی ترخیم منادی ہے۔(۲) اگر تعریف مطلق ترخیم کی ہوگی تو مرجع بھی مطلق ترخیم ہوگا۔

**قال الشارح** ای اذا کان واقعا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ہ ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم کو بنانا صحیح نہیں ہیاس لیے کہ آگے جو شرائط بیان کی ہیں وہ مطلق ترخیم کی شرائط نہیں ہے بلکہ ترخیم منادی کی ہیں۔

**جواب** یہ مطلق ترخیم کی شرائط ہیں جب وہ منادی میں واقع ہو۔

**قال الشارح** امور اربعة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** شرطه مبتدا ہےاور ان لا یکون ۔خبر ہے حالانکہ اس کا خبر ہونا صحیح نہیں کیونکہ اس وقت اخص کا حمل لازم آئے گا عام پر جو کہ جائز نہیں۔

**جواب** شرطه کی خبر ان لایکون نہیں ہے بلکہ اس خبر محذوف ہے جو کہ امور اربعة ہے۔

**قال الشارح** ثلاثة منها مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** وہم یہ تھا کہ شاید وہامور اربعة علی نمط واحد ہوں گے۔

**جواب** مولانا جامیؒ نے یہ وہم دور کر دیا کہ یہ امور اربعة علی نمط واحد نہیں ہیں بلکہ ان میں سے تین عدمی ہیں اور ایک وجودی ہے۔تین عدمی یہ ہیں۔(۱) منادی مضاف نہ ہو۔

**قال الشارح** حقیقة اوحکما مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یاطالعا جبلا یہ منادی مضاف نہیں ہے شبہ مضاف ہے حالانکہ اس میں بھی ترخیم جائز نہیں ہے جس طرح کہ مضاف کے اندر ترخیم جائز نہیں ہوتی۔

**جواب** مضاف میں تعیم ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی اور شبہ مضاف مضاف حکمی ہے۔

**قال الشارح** اذ لایمکن الحذف شرط مذکور کی علت کا بیان ہے۔کہ اگر مضاف میں ترخیم کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔(۱) یامضاف کے آخر میں سے حذف کیا جائے

گا۔(۲) یا مضاف الیہ کے آخر میں سے حذف کیا جائے گا اگر مضاف کے آخر میں سے حذف کیا جائے تو ترخیم وسط کلمہ میں لازم آئے گی۔ کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ معنی کے اعتبار سے ایک کلمہ ہوتے ہیں اور اگر مضاف الیہ کے آخر میں حذف کیا جائے تو پھر غیر منادی میں ترخیم لازم آئے گی اس لیے کہ مضاف مضاف الیہ لفظ کے اعتبار سے دو کلمے ہیں لہذا جب مضاف اور مضاف الیہ کے آخر میں سے حذف نہیں کیا جاسکتا تو مصنفؒ نے شرط لگا کر بتا دیا کہ مضاف میں ترخیم جائز نہیں ہے۔

**قال الشارح** **والایکون مستغاثا** مولانا جامیؒ نے لا سے پہلے ان کا اضافہ کر کے اور لا کے بعد یکون کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مستغاثا معطوف ہے مضافا پر۔

**قال الشارح** **لامجرورا باللام** تعمیم کو بیان کیا ہے کہ مستغاث میں تعمیم ہے خواہ وہ مستغاث مجرور باللام ہو یا مستغاث مفتوح بالالف ہو یعنی دونوں میں ترخیم نہیں ہوسکتی جس کی علت یہ ہے کہ منادی مستغاث جو مجرور باللام ہو اس میں ترخیم اس لیے نہیں ہوسکتی کہ نداء کا اثر جو کہ نصب یا بناء علی الضم ہے وہ اس میں ظاہر نہیں ہے لہذ ترخیم جو منادی کی خصائص میں سے ہے وہ اس میں جاری نہ ہوگی۔ اور منادی مستغاث بالالف میں ترخیم اس لیے نہیں ہوسکتی کہ اس میں آواز کا لمبا کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے آخر میں الف کو زیادہ کیا جاتا ہے اور زیادتی حذف کے منافی ہے۔

**قال الشارح** **ولم یذکر المندوب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ترخیم کی شرائط عدمیہ میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مندوب نہ ہو تو مصنفؒ نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

**جواب** کیونکہ منصفؒ کے نزدیک مندوب منادی میں داخل ہی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

**قال الشارح** **وماوقع فی بعض** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کہ بعض نسخوں میں تو ولامندوبا موجود ہے۔

**جواب** جن نسخوں میں اس کا ذکر ہے یہ کاتبین کا سہو ہے۔

**قال الشارح** مع ان وجه اشتراطه مولانا جامیؒ ان حضرات کے مذہب پر علت کو بیان کیا ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ مندوب منادی میں داخل ہے ان حضرات کے مذہب پر ترخیم منادی کے لیے یہ شرط بھی ضروری ہے کہ منادی مندوب نہ ہو۔ اس وقت لامندوبا کی علت یہ ہے کہ مندوب میں اکثر اظہار تفجع کی غرض سے درازی صوت کے لیے اس کے آخر میں الف کو زیادہ کیا جاتا ہے لہذا محض تخفیف کے لیے ترخیم اس کے مناسب نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو علت مستغاث بالالف میں ہے وہی علت مندوب کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔ تو جب مستغاث بالالف میں ترخیم نہیں ہوسکتی تو مندوب کے اندر بھی نہیں سکتی۔

**قال الشارح** والایکون جملة مولانا جامیؒ نے لا سے پہلے ان کا اضافہ کر کے اور لا کے بعد یکون کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جملہ معطوف ہے مضافا پر یعنی ترخیم کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ نہ ہو۔

**قال الشارح** لان الجملة اس شرط کی علت کا بیان ہے کہ جس کا حاصل یہ جملہ جب علم ہو تو مبنی ہوگا۔ اور پھر وہ اپنے حال کی حکایت پر دلالت کرے گا جملہ جب مبنی ہوگا تو اس میں ترخیم جائز نہیں ہوگی جس کی تفصیل یہ ہے جب کسی جملہ کو مثلا تابط شرا کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ مبنی ہوگا! اور یہ ایک قصے پر دلالت کرے گا اور اس پر یہی اعراب رہے گا یعنی اس میں کسی قسم کی ترمیم اعراب وغیرہ کے ذریعے نہیں کر سکیں گے ورنہ جس قصے پر دلالت مقصود ہے وہ دلالت باقی نہیں رہے گی لہذا ترخیم اور اس جملے کے مقصود میں منافات ہے اسی وجہ سے جملہ کے اندر ترخیم نہیں ہوسکتی۔

**قال الشارح** والشرط الرابع چوتھی شرط یہ ہے کہ امرین وجودین میں سے ایک امر پایا جائے یا وہ منادی علم زائد علی الثلاثہ۔

**قال الشارح** لانه لعلمیته علمیت کی شرط کی علت کا بیان ہے۔ علم ہونے کی شرط اس لیے

لگائی کہ علم کی ندآء کی کثرت کی وجہ سے تخفیف بالترخیم اس کے مناسب ہے اور نیز علم کی شہرت کی وجہ سے ماابقی کی دلالت ماالقی پر ہو جاتی ہے۔

**قال الشارح** **ولزيادته** زائد علی الثلاث ہونے کی علت کا بیان ہے کہ زائد علی الثلاث کی شرط اس لیے لگائی تا کہ ترخیم کے بعد علت موجبہ اسم کا معرب کا اقل وزن پر لازم نہ آئے۔

**قال الشارح** **اسما متلبسا** ترکیب کا بیان ہے کہ تا تانیث ظرف مستقر ہے جو باعتبار متعلق کے صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ اسما ہے یعنی اگر منادی علم نہ ہو یا علم تو ہو لیکن زائد علی الثلاث نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ تا تانیث کے ساتھ متلبس ہو۔

**قال الشارح** **لان وضع التاء** اس شرط کی علت کا بیان ہے کہ تاء کی وضع زوال کی بناء پر ہے۔ لہذا اس کے ساقط ہونے کے لیے ادنی سبب بھی کافی ہے چہ جائے کہ یہ ایسی جگہ واقع ہو جہاں پر حرف اصلی بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ لہذا ترخیم کی وجہ سے تاء بھی ساقط ہو جائے گی۔

**قال الشارح** **ولم يبالوا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کہ جب تاء تانیث کے ساتھ متلبس ہونے کی صورت میں زائد علی الثلاث ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی تو ثبۃ اور شـــۃ ترخیم کے بعد معرب کے اقل وزن یعنی تین حرفوں پر بھی باقی نہیں رہے گی بلکہ دو حرفوں پر باقی رہ جائے گی۔

**جواب** ثبۃ اور شـــۃ ترخیم کے بعد دو حرفوں پر باقی رہنا یہ ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ تاء کے ساتھ دو حرفوں پر ہے اس لیے کہ تاء ایک مستقل کلمہ ہے۔

**قال الشارح** **ولا يرخم لغير ضرورة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یاصاحب میں ترخیم کر کے یاصاح کہا جاتا ہے حالانکہ اس میں امرین وجودین میں سے کوئی امر بھی نہیں پایا جاتا۔ نہ تو یہ تائے تانیث کے ساتھ متلبس ہے اور نہ یہ علم ہے اگر چہ زائد علی الثلاث ہے لیکن زائد علی الثلاث اس وقت تک معتبر نہیں ہے جب تک وہ علم نہ ہو۔

**جواب** یہ شاذ ہے۔

**قال الشارح** ومع شذوذه مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** شذوذ کی دو قسمیں ہیں۔(۱)شذوذ مع الداعی (۲)شذوذ مع غیر الداعی ۔یہ کونسی قسم ہے۔

**جواب** یہ شذوذ مع الداعی ہے جس کا داعی اس کا بطور منادی کے کثیر الاستعمال واقع ہونا ہے۔

**قال الشارح** ولما فرغ المصنفؒ جب منصفؒ ترخیم کی شرائط کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو ترخیم کے سبب سے محذوف کی تعداد کے بیان میں شروع ہو گے۔

**قال الماتن** فان کان اخره زیادتان صاحب کافیہ کی غرض شرائط ترخیم کے بعد مقدار ترخیم کو بیان کرنا ہے جس کی چند صورتیں ہیں۔

**پہلی صورت** : منادی کے آخر میں ایسی دو زیادتیاں ہوں جو ایک ساتھ زائد ہونے کی وجہ سے زیادہ واحدۃ کے حکم میں ہوگئی ہوں۔

**دوسری صورت** : اس کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو تو بوقت ترخیم آخری دو حرف حذف کردیئے جائیں گے۔

**قال الشارح** ای آخری المنادی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ آخرہ کی ضمیر کا مرجع منادی ہے۔

**قال الشارح** کائنتان ترکیب کا بیان ہے۔کہ فی حکمه ظرف مستقر ہے جو باعتبار متعلق کے زیادتان کی صفت ہے۔

**قال الشارح** الزیادة ترکیب کا بیان ہے۔کہ الواحدۃ صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الزیادۃ ہے۔

**قال الشارح** فی انهمازیدتا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** دو زیادتیاں زیادۃ واحدہ کے حکم میں کس جہت سے ہوں گی۔

**جواب** ان دونوں کا اتحاد حکم میں اس جہت سے ہے کہ جس طرح حرف واحد دفعۃ واحدۃ زیادہ

کیا جاتا ہے اسی طرح یہ دوزیادتیاں اکٹھے زائدۃ کی گئی ہیں۔

**قال الشارح** احترز بہ عن فی حکم الواحد کی قید کے فائدہ کا بیان ہے کہ یہ قید احترازی ہے جس سے ثمانیہ اور مرجانہ کے مثل کو خارج کرنا ہے اس لیے کہ ان میں یا اور نون پہلے زائد کی گئی ہیں اور تائے تانیث بعد میں زیادہ کی گئی ہے لہذا یہ دوزیادتیاں زیادۃ واحدہ کے حکم میں نہ ہوئیں۔

**قال الشارح** کاسماء اذا جعلتھا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ اسماء میں دوزیادتیاں ہیں بلکہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہے جس کا ماقبل مدہ ہے لہذا یہ ضابطہ ثانیہ کے قبیل سے ہوگا نہ کہ ضابطہ اولی کے قبیل سے۔

**جواب** اسماء کے آخر میں دوزیادتیاں ہیں اس لیے کہ یہ جمع بروزن فعلاء ہے وسامۃ بمعنی حسن سے مشتق ہے کما ھو مذہب سیبو یہ اصل میں تو وسماء تھا واؤ کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدل دیا تو اسماء ہوگیا یہ افعال کے وزن پر اسم کی جمع نہیں ہے کما ھو مذہب غیرہ اگر یہ فعال کے وزن پر اسم کی جمع ہو تو پھر یہ باب عمار سے ہو جائے گا باب عمار سے مراد وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ ہو یعنی یہ ضابطہ ثانیہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

**قال الشارح** اوکان فی آخرہ حرف صحیح فی آخرہ سے ترکیب کا بیان ہے کہ حرف صحیح یہ کان کا اسم موخر ہے اور اسکی خبر محذوف ہے جو کہ فی آخرہ ہے۔

**قال الشارح** ای صحیح اصلی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یہ قاعدہ سعلاۃ کے ساتھ منقوض ہے اس لیے کہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہے اور ماقبل مدہ ہے۔ اس کے باوجود بوقت ترخیم اس کا آخر سے دوحرف حذف نہیں کیا جاتے بلکہ ایک حرف حذف کیا جاتا ہے۔

**جواب** حرف صحیح سے مراد مطلق حرف صحیح نہیں ہے بلکہ مراد حرف صحیح اصلی ہے کیونکہ وہی متبادل ہے۔ باقی تبادل کی وجہ یہ ہے کہ حرف صحیح کے اندر اصالۃ اکثر ہے۔ لہذا سعلاۃ کے ساتھ نقض وارد

نہ ہوگا۔اس لیے کہ اس کی تاءزائدہ ہے اصلی نہیں۔

**قال الشارح** **وھو اعم** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یہ قاعدہ منقوض ہے مرمیی اور مدعو کے ساتھ اس لیے کہ بوقت ترخیم ان کے آخر سے دوحرف حذف کیے جاتے ہیں حالانکہ ان کے آخر میں حرف صحیح نہیں ہے بلکہ حرف علت ہے۔

**جواب** حرف صحیح میں تعیم ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی ہو اور مرمیی اور مدعو کا آخری حرف اگرچہ حرف صحیح حقیقی نہیں ہے لیکن اصلی ہونے میں حرف صحیح کے حکم میں ہے۔

**قال الشارح** **قبله مدة ای الف** مدہ کی تعریف کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ مدہ اس الف یا واؤ یا یاء کو کہتے ہیں جو ساکن ہو اور ماقبل کی حرکت اس کی جنس سے ہو۔

**قال الشارح** **والمراد بها المدة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یہ قاعدہ منقوض ہے مختار کے ساتھ اس لیے کہ مختار کے آخر میں حرف صحیح ہے اور ماقبل مدہ ہے اس کے باوجود بوقت ترخیم اس کے آخر سے دوحرف حذف نہیں کیے جاتے بلکہ ایک حرف فقط رآء کو حذف کیا جاتا ہے۔

**جواب** مرادمدہ زائدہ ہے اس لیے کہ وہی متبادر الی الذہن ہے باقی رہی یہ بات کہ وجہ تبادر۔وہ یہ ہے کہ مدہ زائدہ کثیر الاستعمال ہے بہ نسبت مدہ غیر زائدہ کے اور چونکہ مختار میں آخری حرف کا ماقبل مدہ زائدہ نہیں لہذا اس کے نقض وارد نہ ہوگا۔

**قال الشارح** **وھو ای والحال ان** ترکیب کا بیان ہے یہ جملہ حال ہے آخرہ کی ضمیر مجرور سے۔تو عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسم کہ جس کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو جیسے منصور۔عمار۔مسکین وغیرہ۔

**قال الشارح** **لئلا یلزم من حذف** اس شرط کی علت کا بیان ہے۔یہ شرط اس لیے لگائی تاکہ دوحرفوں کے حذف سے کلمے کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم نہ آئے۔

**قال الشارح** **وانما لم یاخذ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ ضابطہ اولی کو بھی اس کے ساتھ مقید کرتے تاکہ دوحرفوں کے حذف سے کلمے کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم نہ آئے۔

**جواب** اگر ضابطہ اولی کو بھی اس قید کے ساتھ مقید کیا جائے تو ثبون۔ قلون س ضابطہ اولی سے خارج ہو جائیں گے اس لیے کہ ان کے حرف چار سے زائد نہیں ہیں۔ حالانکہ ترخیم کی جاتی ہے اسی وجہ سے اس قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

**قال الشارح** **لان نحو ثبون وقلون** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اس بناء پر ثبون وغیرہ کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم آئے گا۔

**جواب** تین حرفوں سے کم ہونا یہ ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تاء کے ساتھ یہ دوحرف ہیں اس لیے کہ ترخیم سے پہلے بھی تاء ایک مستقل کلمہ ہے۔

**قال الشارح** **حذفتا ای انحرفان** ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ کہ الف کا مرجع الحرفان ہے۔

**قال الشارح** **فی کلاالقسمین** حذفتا کے صلے کا بیان ہے۔ یعنی مذکورہ دونوں قسموں میں سے آخری دوحرف حذف کر دیئے جائیں گے۔ پہلی قسم میں تو اس لیے کہ جب یہ دونوں زیادتیاں حکم واحد میں ہیں تو جس طرح وہ اکٹھے زائد کیے گئے ہیں اسی طرح اکٹھے حذف کیے جائیں گے اور دوسری قسم میں اس طرح کہ جب آخری حرف کو باوجود اس کے صحیح اور اصلی ہونے کے حذف کر دیا گیا تو اس کے ساتھ مدہ کو بھی حذف کر دیا گیا تاکہ یہ مثال صادق نہ آئے۔ صلت علی الاسد وبلت عن النقد۔

**قال الماتن** **وان کان مرکبا حذف الاسم الاخیر** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مرکب ہو۔ مرکب سے مراد مرکب بنائی ہے اور مرکب مزجی ہے جس طرح احدعشر اور بعلبك میں ترخیم کے وقت ایک آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا۔

**قال الشارح** **ویعلم من** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مرکب عام ہے یہ ترکیب اضافی اور ترکیب اسنادی کو بھی شامل ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ منادی جب جملہ ہو اور منادی جب مضاف ہو تو اس میں بھی ترخیم کی جائے گی۔ لہٰذا مصنفؒ کے

کلام میں تناقض لازم آیا۔اس لیے کہ مصنفؒ کے قول ان لا یکون مضافا ولا جملة سے منادی جملہ میں ترخیم کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے اور اس قول سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

**جواب** یہاں مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جو جملہ اور مرکب اضافی کے ماسواء ہو عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر منادی مرکب ہو تو بوقت ترخیم آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا۔ چنانچہ

یا بعلبك کو یا بعلبك

اور یا خمسة عشرة کو یا خمسة پڑھا جائے گا اس لیے کہ اسم اخیر مستقل کلمے ہونے کے اعتبار سے اور علیحدہ کلمہ ہونے سے اعتبار سے وہ بمنزل تائے تانیث کے ہے پس جس طرح بوقت ترخیم تائے تانیث کو حذف کر دیا جاتا ہے اس طرح اسم اخیر کو بھی حذف کر دیا جائے گا۔

**قال الشارح** **المذکور من الاقسام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اسم اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت افراد تثنیہ جمع میں ضروری ہوتی ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے اس لیے کہ اسم اشارہ ذالك مفرد ہے اور مشار الیہ اقسام ثلثۃ جمع ہے۔

**جواب** اقسام ثلاثہ مذکور کی تاویل میں ہیں لہذا مطابقت پائی گئی۔

**قال الشارح** **ای فیحذف حرف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنف کا قول وان کان غیر ذالك یہ شرط ہے اور فحرف واحد جزآء ہے حالانکہ جزآء کے لیے جملہ ہونا ضروری ہے اور یہ جملہ نہیں ہے۔

**جواب** حرف واحد فاعل ہے جس کا فعل محذوف ہے جو کہ یحذف ہے۔لہذا یہ فعل فاعل مل کر جملہ ہو کر جزآء ہے۔

**قال الماتن** **وان کان غیر ذالك فحرف واحد** کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر منادی مذکورہ تین قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو یعنی نہ اس کے آخر میں ایسی دو زیادتیاں ہوں جو زیادۃ واحدۃ کے حکم میں ہوں اور نہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہو کہ جس کا ماقبل مدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو اور نہ منادی مرکب ہو تو پھر بوقت ترخیم ایک حرف کو حذف کر دیا جائے گا اس

لیے کہ اس صورت میں ایک حرف کو حذف کرنے سے فائدہ مقصودہ جو کہ تخفیف ہے حاصل ہو جاتا ہے اور ایک حرف سے زیادہ کو حذف کرنے کا کوئی موجب بھی نہیں ہے۔ لہذا فقط ایک حرف کو حذف کیا جائے گا جیسے یا حارث کو یاحار پڑھا جائے گا اور یا کروان کو یاکرو پڑھا جائے گا۔

**قال الماتن** **وهو في حكم الثابت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادیٰ مرخم اکثر استعمال کی بناء پر اس منادیٰ کے حکم میں ہوتا ہے جو بجميع اجزائه ثابت ہو گویا کہ اس کے آخر میں حذف ہی نہیں ہوا۔ لہذا وہ حرف جو ترخیم کے بعد کلمے کا آخر ہو گیا اس کو اسی حالت میں رکھا جائے گا کہ جس حالت پر وہ ترخیم سے پہلے تھا۔ جیسے یاحارث میں یاحار را ء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے گا جیسا کہ ترخیم سے پہلے تھا اور یا ثمود میں یا ثمو ضمہ کے بعد واؤ متطرفہ کے ساتھ پڑھا جائے گا جس طرح کے ترخیم سے پہلے تھا اور یا کروان میں یا کروواؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اقل استعمال کی بناء پر منادیٰ کو مستقل اسم بنا دیا جائے گا گویا کہ اس سے کوئی حرف حذف ہی نہیں ہوا۔ لہذا اس کے لیے اس کی بناء اور اعلال اور عدم تغیر میں اس کی ذات کا اعتبار ہوگا اصل کا اعتبار نہیں ہوگا۔ یعنی ترخیم کے بعد اس کے آخر میں جو حرف ہے اگر وہ بناء کا مقتضی ہے تو اس کو مبنی بنا دیا جائے گا جیسے یاحارث میں یاحار را ء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اس لیے کہ جب اس کو مستقل منادیٰ سمجھ لیا جائے گا تو مستقل منادیٰ کا اعراب جاری ہوگا چونکہ یہ مفرد معرفہ ہے اور مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے لہذا یہ بھی مبنی الضم ہوگا اور یا ثمود میں یا ثمی پڑھا جائے گا اس لیے کہ جب ثمو کو مستقل اسم سمجھ لیا گیا ہے تو واؤ طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہوئی جس کو یاء کے ساتھ بدل دیا اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے واؤ کے ضمہ ماقبل کو کسرہ کے ساتھ تبدیل کر دیا تو یا ثمی ہو گیا یہ تعلیل ادل کی طرح ہے اور یا کروان میں یا کرو جائے گا اس لیے کہ جب کروا کو مستقل اسم بنا دیا گیا تو اعلال سے مانع جو تھا وہ واؤ کے بعد ساکن ہونا وہ مرتفع ہو گیا لہذا واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے بقانون قال الف سے تبدیل کر دیا یا کراہ ہو گیا۔

**قال الشارح** قد للتقلیل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اکثر کا مقابل اقل ہے لہذا مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ اقل کو ذکر کرتے تو مصنفؒ نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

**جواب** قد تقلیلیۃ ہے لہذا اس کو ذکر کرنے کے بعد اقل کو ذکر کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔

# ﴿بحث مندوب﴾

**قال الماتن** وقد استعملوا صیغة النداء صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اہل

عرب کبھی صیغہ ندآء کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

یعنی العرب کہہ کر استعملوا کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے اس کا مرجع ہے العرب۔

**قال الشارح** یعنی یا خاصة صیغہ ندآء کے مصداق کو بیان کرنا ہے صیغہ ندآء کا مصداق یہاں پر فقط یا ہے۔

**قال الشارح** لانه لایدخل یا کی خصوصیت کی وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یا کے ماسوا جو حروف ندآء ہیں وہ مندوب پر داخل نہیں ہوتے اس لیے کہ ندآء کے جتنے صیغے ہیں ان میں سے یہ زیادہ مشہور ہیں اور یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو غیر منادی میں استعمال کرکے اسی کو وسعت دی جائے۔

**قال الشارح** المندوب فی اللغة مندوب لغۃ میں اس کو کہتے ہیں جس کے محاسن کو ذکر کرکے اس پر رویا جائے تا کہ لوگ اس کی موت کو امر عظیم سمجھیں اور رونے والوں کو اس میں معذور سمجھیں اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ غم میں شریک ہو جائیں۔

**قال الشارح** وفی الاصطلاح اور اصطلاح میں مندوب اس کو کہتے ہیں کہ جس پر یا یا واؤ کے ساتھ اس پر گریہ کی جائے۔

**قال الشارح** وجودا اوعدما مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مندوب کی تعریف جامع نہیں ہے اس لیے کہ اس سے متفجع علیہ وجودا خارج ہوگیا کیونکہ تفجع اس پر نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً حسرت اور مصیبت اور سختی سے ہوتا ہے۔

**جواب** متفجع علیہ میں تعمیم ہے خواہ وہ وجودا ہو یا عدما ہو۔ اور متفجع علیہ عدما وہ ہے کہ جس کے نہ ہونے پر گریہ کیا جائے۔ اور متفجع علیہ وجودا وہ ہے کہ جس کے وجود پر گریہ کیا جائے مثلاً مصیبت وغیرہ۔

**قال الشارح** **فالحد شامل** یہ تفریع ہے وجودا و عدما پر کہ جب متفجع علیہ میں تعمیم ہے خواہ وہ وجودا ہو یا عدما ہو۔ لہذا مندوب کی یہ تعریف دونوں قسموں کو شامل ہوگی۔ جیسے یا زیداہ یا عمراہ یہ متفجع علیہ عدما کی مثالیں ہیں اور یا حسرتاہ یہ متفجع علیہ وجودا کی مثالیں ہیں۔

**قال الماتن** **واختص بواو** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یا حرف ندآء تو مشترک ہے منادی اور مندوب کے درمیان لیکن واو مندوب کے ساتھ خاص ہے۔

**قال الشارح** **ممتازا به** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ خاصة الشئی مایوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ اور مندوب یاء کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے تو واو کے ساتھ کیسے مختص ہوا۔

**جواب** بواو یہ جار مجرور اس اختصاص کے متعلق ہے باعتبار تضمنه معنی الامتیاز یعنی یہ ہے کہ مندوب واو کے ذریعے منادی سے ممتاز ہو جاتا ہے اس لیے کہ واو منادی پر داخل نہیں ہوتی بخلاف یا کے وہ مندوب اور منادی دونوں پر داخل ہوتی ہے۔

**قال الماتن** **وحکمه فی الاعراب والبناء حکم المنادی** اس عبارت سے مصنفؒ مندوب کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کی طرح ہے جس طرح یاء کے داخل ہونے میں مندوب منادی کے تابع ہے کہ اس پر بھی یا داخل ہے۔ جو دراصل منادی پر داخل ہوتی ہے۔ اس لیے مندوب پر احکام بھی وہی جاری ہوں گے جو منادی پر جاری ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **ای مثل حکمه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مندوب کا حکم منادی کا حکم ہوتا ہے اس لیے کہ حکم کا معنی ہوتا ہے اثر مرتب اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ عرض واحد کا حلول دو مختلف محلوں میں ہو جو کہ جائز نہیں۔

**جواب** ماتن کی عبارت میں مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ مثل ہے مطلب یہ ہوگا کہ مندوب کا حکم منادی کے حکم کے مثل ہے اعراب اور بناء میں یعنی جب مندوب منادی کی اقسام میں سے کسی قسم کی صورت پر واقع ہو تو مندوب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی کی اس قسم کے حکم کے مثل ہوگا۔ جس طرح منادی مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الضم ہوتا ہے اسی طرح مندوب بھی جب مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الضم ہوگا اور جس طرح منادی اگر مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے اسی طرح مندوب بھی اگر مضاف ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **ولایلزم مثل حکمه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنفؒ کے قول وحکمه سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منادی کے تمام اقسام مندوب کے اندر بھی پائے جاتے ہیں حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ نکرہ غیر معین منادی ہوتا ہے لیکن مندوب نہیں ہوتا۔

**جواب** اس تشبیہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ منادی کے تمام اقسام کے مندوب کے اندر بھی پائے جائیں گے اس لیے تشبیہ حکم کے اعتبار سے ہے نہ کہ اقسام کے اعتبار سے۔

**قال الشارح** **جاز** متعلق کا بیان۔ کہ لک جاز کے متعلق ہے نیز اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مندوب کے آخر میں الف کی زیادتی واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔

**لمدة الصوت: زیادتی الف کی حکمت کا بیان**

**قال الماتن** **فان خفت اللبس قلت واغلامکیه** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ اگر مندوب کے آخر میں الف زیادہ کرنے سے کسی دوسرے صیغہ کے ساتھ التباس کا خوف ہو تو اس وقت الف کو دوسرے مدہ کے ساتھ تبدیل کر دیا جائے گا جو آخر مندوب کی حرکت

کے موافق ہو۔ مثلاً واحدہ مئونثہ مخاطبہ کے غلام کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلامکیہ کہیں گے واغلاماہ نہیں کہیں گے اس لیے کہ اگر واغلامکاہ کہا جائے تو واحد مذکر مخاطب کے غلام کے ندبے کے ساتھ التباس لازم آئے گا پس لامحالہ الف کو کسرہ کاف کی مناسبت کی وجہ سے ی سے بدل کر واغلامکیہ پڑھا جائے گا۔ اسی طرح جب جمع مذکر مخاطب کے غلام کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلاماکموہ کہیں گے واغلامکماہ نہیں کہیں گے اس لیے کہ اس سے تثنیہ مذکر مخاطب کے غلام کے ندبے کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ لہذا الف کو میم کی حرکت کی مناسبت کی وجہ سے واؤ سے تبدیل کر دیں گے۔

**قال الشارح** **ای التباس** اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لب پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

**قال الشارح** **وعدلت الی حرف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنفؒ کا قول فان خفت اللبس شرط ہے اور قلت جزاء ہے اور جزاء کا شرط پر ترتب ہوتا ہے اور یہاں ترتب صحیح نہیں ہے اس لیے کہ التباس کے خوف کے وقت واغلامکیہ کہنا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر واحد مونث مخاطب کی لونڈی کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلامکیہ نہیں کہا جائے گا بلکہ وامتکیہ کہا جائے گا۔

**جواب** مصنف کا قول قلت واغلامکیہ یہ شرط کی جزاء نہیں ہے بلکہ اس کی جزاء محذوف ہے جو کہ عدلت ہے۔ یعنی حرف مدہ کی طرف عدول کیا جائے گا۔ جو آخر مندوب کی حرکت کے موافق کے موافق ہو خواہ یہ قول ہو یا کوئی دوسرا قول ہو۔

**قال الشارح** **کما اذا اردت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب مصنف کے قول فان خفت اللبس کی جزا محذوف ہے تو پھر قلت واغلامکیہ کو ذکر کرنا مستدرک ہے۔

**جواب** اس کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔

**قال الشارح** **اذالمیم اصلہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** واغلامکموہ واوٌ آخر مندوب کی حرکت کے موافق کیسے ہوگی اس لیے کہ واغلامکم میں میم ساکن ہے۔

**جواب** یہ میم اصل میں مضموم ہے اس لیے کہ واغلامکم کی اصل واغلامکموہ ہے تخفیف کی وجہ سے میم کو ساکن کردیا پھر التقاء ساکنین کو وجہ سے واوٌ کو حذف کردیا۔

**قال الماتن** **وجازلك الهاء** صاحب کافیہ ان تمام مدات کے ساتھ حالت وقف میں حاء کولاحق کرنا جائز ہے۔تا کہ اس حاء کے اضافے کے ذریعے مدہ خوب ظاہر ہو جائے۔

**جاز** کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ الھاء یہ مرفوع ہے اور یہ معطوف ہے زیادہ الالف پر۔

**قال الشارح** **ای الحقھا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جواز کی نسبت ھاء کی طرف کرنی صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ جواز عدم جواز اعراض میں ہوتا ہے اور ھاء من قبیل الاعراض نہیں ہے۔

**جواب** مراد ھاء کا الحاق ہے اور یہ من قبیل الاعراض ہے۔

**قال الماتن** **ولایندب الا المعروف** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ ندبہ صرف معروف اور مشہور کا ہوتا ہے غیر معروف کا نہیں ہوتا۔

**قال الشارح** **من قسم المندوب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کا یہ قاعدہ ندبہ صرف مشہور کا ہوتا ہے یہ منقوض ہے یا مصیبتاہ و یا حسرتاہ میں اس لیے کہ یہ مندوب نکرہ ہے۔

**جواب** یہاں مندوب سے مراد متفجع علیہ عدمی ہے اور مادہ نقض میں متفجع علیہ عدمی نہیں ہے بلکہ وجودی ہے۔لہذا یہ نقض وارد نہ ہوگا۔

**الاسم** : سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ **المعروف** صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الاسم

**قال الشارح** **الذی اشتهر** مولانا جامیؒ نے یہ بتا دیا کہ یہاں معروف سے مراد معرفہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسم ہے کہ جس کے ساتھ مندوب مشہور ہو خواہ وہ علم یا غیر علم ہو۔ اسی بناء پر حضرت علیؓ کا ندبہ

وامن قلع باب خیبر کے ساتھ جائز ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ اس کے ساتھ مشہور ہے اگرچہ یہ علم نہیں ہے۔ باقی مندوب کا مشہور ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ اس مندوب کی شہرت کی وجہ سے ندبہ کرنے والا اپنے ندبہ میں اور اظہار دردمندی کہ کرنے میں معذور سمجھا جائے۔

**قال الشارح** **فلا یقال** ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ ندبہ صرف مشہور اور معروف کا ہوتا ہے اسی وجہ سے وارجلاہ نہیں کہا جائے گا۔ اس لیے کہ اس لفظ کے ساتھ کوئی خاص مندوب مشہور نہیں ہے جس کی طرف ذہن منتقل ہو اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہوتا کہ ندبہ کرنے والا اس پر ندبہ کرنے کیوجہ سے معذور سمجھا جائے۔

**قال الماتن** **ووامتنع وازید الطویلاہ خلافالیونس** صاحب کافیہ اس عبارت میں ایک اختلاف بیان کرر ہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یونس نحوی کے نزدیک موصوف کی بجائے صفت پر ندبہ کیا جاسکتا ہے۔ الف ندبہ کی صفت کے آخر میں لایا جاسکتا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک موصوف کی بجائے صفت پر ندبہ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ مضاف کی بجائے مضاف الیہ پر ندبہ کیا جاسکتا ہے۔

**قال الشارح** **والحاق الالف بالصفتہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** وازید الطویلاہ کی تخصیص بالامتناع درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس طرح وازید الطویلاہ ممتنع ہے اسی طرح وازید الفاضلاہ بھی ممتنع ہے اور واعمر الکریماہ بھی ممتنع۔

**جواب** یہاں تخصیص نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مندوب کی صفت کے ساتھ الف کا الحاق ممتنع ہے۔ خواہ وہ اس ترکیب میں ہو یا کوئی اور ترکیب میں

**قال الشارح** **من لان اتصالہ بالصفت** یونس نحوی کے قیاس کا جواب دیا ہے کہ جس

طرح مضاف الیہ کے اخیر میں علامت ندبہ الف کا الحاق صحیح ہے ایسے ہی صفت کے اخیر میں بھی علامت ندبہ کا الحاق صحیح ہونا چاہئے۔اس قیاس کا جواب بھی ہے کہ صفت کا اتصال جو موصوف کے ساتھ ہے یہ اتصال انقص ہے کیونکہ صفت کو تمامیت موصوف کے بعد تخصیص یا توضیح کے لیے لایا جاتا ہے بخلاف مضاف الیہ کے اتصال کے جو مضاف کے ساتھ ہے یہ اتصال ازید اوراشد ہے کیونکہ مضاف الیہ کو مضاف کی تمامیت کے لئے لایا جاتا ہے تو مضاف الیہ مضاف کے لیے متتم ہونے کی وجہ سے مضاف کے لیے بمنزلہ جز کے ہے لہذا مضاف الیہ کے اخیر علامت ندبہ کا الحاق مضاف کے اخیر میں الحاق سمجھا جائے گا اور صفت کے اخیر میں علامت ندبہ کا الحاق موصوف کے اخیر میں نہیں سمجھا جائے گا۔فافترقا

**قال الشارح** **من فانه يجوز الحاق الالف** اختلاف یونس کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **من فان اتصال الموصوف** یونس نحوی کی دلیل عقلی کا بیان کہ بھائی ہم ابات کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظوں کے اعتبار سے صفت کا موصوف کے ساتھ جو اتصال ہے یہ انقص ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صفت کا جو اتصال موصوف کے ساتھ ہے یہ اس اتصال سے زیادہ اتم اور اشد ہے جو کہ مضاف الیہ کا مضاف کے ساتھ ہے اس وجہ سے کہ صفت اور موصوف میں وجود خارجی کے اعتبار سے عینیت اور اتحاد ہوتا ہے بخلاف مضاف الیہ کے کہ مضاف الیہ اور مضاف میں تغایر ہوتا ہے تو جہاں اتصال معنوی انقص ہے وہاں تو مضاف الیہ کے اخیر میں علامت ندبہ کا الحاق صحیح ہے۔لہذا جہاں اتصال معنوی اتم اور اشد ہے وہاں بطریق اولی علامت ندبہ کا الحاق صفت کے اخیر میں صحیح ہونا چاہئے

**جواب** من جانب الجمہور کہ بھائی اہل عربیہ کے ہاں لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ معنی کا اور لفظ کے اعتبار سے مضاف کا اتصال مضاف الیہ کے ساتھ کے زیدہ ہے لہذا اسی کا اعتبار ہوگا۔

**قال الشارح** **وحكى يونس** یونس نحوی کی دوسری دلیل کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دیہاتی کے دو پیالے گم ہو گئے تو اس نے ان پر ندبہ کرتے ہوئے کہا واجمجمتی الشامیتیناه

اس میں الشامیتیناہ یہ مندوب کی صفت ہے اوراس کے آخر میں علامت ندبہ کا الحاق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مندوب کی صفت کے ساتھ علامت مندوب الحاق جائز ہے۔

**جواب** یہ دیہاتی کا قول ہے جو کہ شاذ اور غیر فصیح ہے قابل استدلال نہیں ہے۔

**قال الماتن** **ویجوز حذف حرف النداء** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل لی ہے کہ بوقت قیام قرینہ حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے مگر جب حرف ندا اسم جنس یا اسم اشارہ یا مستغاث یا مندوب کہ ساتھ مقارن ہو تو پھر حذف کرنا جائز نہیں۔

**لقیام قرینة** : اس وہم کو دفع کر دیا کہ حرف نداء کا حذف مطلقا جائز نہیں ہے بلکہ اس وقت جائز ہے کہ جب کوئی قرینہ پایا جائے۔

**قال الشارح** **الا اذا کان مقارنا** ترکیب کا بیان ہے کہ مع اسم الجنس یہ ظرف باعتبار متعلق کے خبر ہے کان محذوف کی اور نیز اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ یجوز حرف النداء فی جمیع الاوقات الا وقت اقترانہ مع اسم الجنس۔

**قال الشارح** **یعنی به ماکان** تعیین مراد کا بیان ہے کہ اسم جنس سے مراد وہ ہے جو نداء سے پہلے نکرہ ہو خواہ نداء کے بعد معرفہ ہو جائے جیسے یا رجل یا نہ ہو جیسے یا رجلا۔

**قال الشارح** **لان نداء ہ** عدم اقتران مع اسم الجنس کی علت کا بیان کہ جب حرف نداء اسم جنس کے مقارن ہو تو اس کو حذف کرنا اس لیے نا جائز ہے کہ اسم جنس کی نداء علم کی نداء کی طرح کثیر نہیں ہے لہذا اگر اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کر دیا جائے تو اس کے منادی ہونے کی طرف ذہن سبقت نہیں کرے گا جس سے مقصود فوت ہو جائے گا۔

**ای ولا مع** حاصل عطف کا بیان ہے کہ یہ معطوف ہے جنس پر۔

**قال الشارح** **ولانه کاسم الجنس** عدم اقتران باسم الاشارہ کی علت کا بیان۔ جب حرف نداء اسم اشارہ کے مقارن ہو تو اس کو حذف کرنا اس لیے نا جائز ہے کہ اسم اشارہ ابہام میں اسم جنس کی مثل ہے لہذا جس طرح اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا نا جائز ہے اسی طرح

اسم اشارہ سے بھی حرف نداء کو حذف کرنا ناجائز ہے۔

**سوال** ماقبل کے مناسب یہ تھا مولانا جامیؒ یوں فرماتے لانہ کاسم الجنس فی عدم کثرۃ نداءہ کیونکہ ماقبل میں عدم کثرۃ کو نداء کی علت قرار دیا گیا ہے نہ کہ ابھام کو۔

**جواب** ماقبل میں علت کا بیان تھا یہاں علت العلت کا۔

**قال الشارح** لان المطلوب فیھما عدم الاقتران بالمستغاث والمندوب کی علت کا بیان ہے جب حرف ندا مستغاث یا مندوب کے ساتھ مقارن ہو تو اس وقت حرف نداء کو کرنا اس لیے ناجائز ہے کہ ان دونوں کے اندر درازئ صوت مطلوب ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے۔

**قال الشارح** فبقی علی ھذا ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ جب اسم جنس اور اسم اشارہ اور مستغاث ومندوب سے حرف نداء کا حذف کرنا ناجائز ہے تو باقی چند جگہ رہ گئیں جن سے حرف نداء حذف کرنا جائز ہے۔

**پہلا مقام**: علم ہے کہ علم سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز ہے اور علم میں تعمیم ہے کہ خواہ بلا عوض کے ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا یا مع عوض کے ہو جیسے یا اللہ میں بھی۔ جب حرف نداء کو حذف کیا جائے گا تو اس کے عوض میں آخر کے اندر میم مشدد کا لانا لازمی ہوگا جیسے یا اللہ سے اللھم۔

**دوسرا مقام**: یعنی وہ لفظ ای ہے جب اس کی صفت معرف باللام ہو یا وہ لفظ ہو جو معرف باللام کا موصوف ہو جیسے یا ایھا الرجل کو ایھا الرجل پڑھنا جائز ہے اور جیسے یا ایھذا الرجل اس کو ایھذا الرجل پڑھنا جائز ہے۔ اگر ھذا کی صفت معرف باللام نہ ہو تو اس سے حرندا ء کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا۔

**تیسرا مقام**: تیسرا وہ لفظ ہے جو کسی معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید افعل کذا۔ یہ دراصل یاغلام زید افعل کذا تھا۔

**چوتھا مقام**: موصولات جیسے من لایزال محسنا احسن الی۔ اصل میں تھایا من لایزال

**قال الشارح** **اما المضمرات** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** موصولات سے حرف نداء کا حذف کرنا اس لیے جائز ہے کہ ہو معرفہ ہیں تو مضمرات بھی معرفہ ہیں لہذا ان سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہونا چاہئے۔ حالانکہ جائز نہیں۔

**جواب** مضمرات کی نداء بہت شاذ ہے۔ اس وجہ سے مضمرات سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز یہ اعتراض بر ماتن ہے کہ پھر مضمرات کو مستثنیٰ کرنا چاہئے تھا۔

**قال الماتن** **شذ اصبح لیل وافتد** صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ کہ اسم جنس سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز نہیں ہے یہ منقوض ہے اصبح لیل

اطرق کرا طرق کرا اوراطرق کرا میں اس لیے کہ اصبح لیل میں لیل اسم جنس ہے اورافتد مخنوق میں مخنوق اسم جنس ہے اور اطرق کرا میں کرا اسم جنس ہے اوران سے حرف نداء حذف کردیا گیا ہے۔

**جواب** صاحب کافیہ نے یہ جواب دیا کہ یہ شاذ ہے۔

**قال الشارح** **حذف حرف النداء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

بیان تسامح فی عبارۃ المصنف

**سوال** شــــذ فعل مجہول ہے اوراس کا مابعد نائب فاعل ہے حالانکہ نائب فاعل اسم ہوتا ہے تو یہ نائب فاعل کیسے بنائے گا۔

**جواب** شذ کا نائب فاعل اصبح لیل نہیں ہے بلکہ اس کا نائب فاعل محذوف ہے جو کہ حذف حرف النداء ہے۔

**قال الشارح** **فی اصبح لیل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب اس کا نائب فاعل محذوف ہے تو اصبح لیل کا ذکر کرنا مستدرک ہوگا۔

**جواب** اصبح لیل شذ کے لیے ظطر ہے لہذا اس کا ذکر کرنا مستدرک نہ ہوا۔ الحاصل یہ سب

کلام شاذ نہیں بلکہ فقط حرف نداء کا حذف شاذ ہے۔

قالته امرء القیس: شان ورود کا بیان ہے۔ یہ جملہ امرء القیس کی عورت نے کہا جب کہ اس کی صحبت سے متنفر ہوئی۔

**قال الشارح** ای صر صبحا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اصبح کا ہمزہ تعدیہ کے لیے ہے۔ جیسا کہ اکرم کا ہمزہ تعدیہ کے لیے ہے۔ حالانکہ یہاں تعدیہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا معنی ہوگا اصبح یالیل شیئا آخر۔ یہ بالکل درست نہیں۔

**جواب** یہ ہمزہ تعدیہ کا نہیں بلکہ صیرورت کا ہے۔ اصبح لیل کا معنی ہے صر صبحا یا لیل۔

افتدمخنوق: یہ اصل میں تھا افتدیامخنوق

قاله شخص: شان ورود کا بیان۔ کہ وہ چت لیٹا ہوا تھا کہ ایک سارق وہاں سے گزرا تو اس نے اس کا گلا دبا دیا اور کہا افتدمخنوق اے گلا دبائے ہوے کچھ فدیہ دے تا کہ میں تجھے چھوڑوں۔

اطرق کرا: اس میں دو شاذ ہے (۱) اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا (۲) غیر علم میں ترخیم کا ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے کروان پرندے کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے اے کروان پرندے سر نیچے جکالے۔ اس لیے کہ شتر مرغ جو کہ تجھ سے بڑا ہے اس کا شکار کر لیا گیا ہے اور وہ گاؤں میں پہنچا دیا گیا پس تو کب چھوٹ کر جا سکتا ہے۔ کہتے ہے کہ اس منتر کے ذریعے وہ نیچے آجاتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

**قال الماتن** قد یحذف المنادی صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قرینہ کے موجود ہونے کے وقت کبھی منادی کو جوازی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جیسے الا یا اسجدوا ہمزہ مفتوحہ اور لام کی تخفیف کے ساتھ یعنی یہ الا حرف تنبیہ ہے اور یا ء حرف نداء ہے اور منادی محذوف ہے جو کہ قوم ہے اصل میں تھا الا یاقوم اسجدوا

اور اگر لام کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس وقت یہ ہماری بحث سے خارج ہوگا۔ اس وقت ان حرف ناصبہ ہوگا جو کہ لام کے ساتھ قریب المخرج ہونے کی وجہ سے ادغام کردیا گیا ہے۔

# ﴿بحث مااضمر عامله علی شریطة التفسیر﴾

**قال الماتن** من الثالث ما اضمرعامله علی شریطة التفسیر مصنفؒ دوسرے مقام کے بیان کرنے کے بعداب ان مقامات اربعہ میں سے تیسرے مقام کو بیان کرنا چاہتے ہیں جہاں پر مفعول بہ کے عامل ناصب کوحذف کرناواجب ہے قیاسی طور پر وہ مااضمر عامله علی شریطة التفسیر یعنی وہ اسم کہ جس کاعامل پوشیدہ ہوتفسیر کی شرط پر۔

من تلك المواضع: اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ثالث پر جوالف داخل ہے یہ الف لام عہدکا ہے۔مراد یہ ہے کہ ہومواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے عامل ناصب کوحذف کرناواجب ہےان میں سے تیسراما اضمر عامله علی شریطة التفسیر ہے۔

ای مفعول به: سے مصداق کومتعین کرنا ہے کہ اسکا مصداق مفعول بہ ہے۔

**قال الشارح** ای قدر مولاناجامیؒ کی غرض سوال مقدرکاجواب دیناہے۔

**سوال** مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر بھی عامل ہوتی ہے۔حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

**جواب** یہاں اضمار سے لغوی معنی مراد ہے۔نہ کہ اصطلاحی

**قال الشارح** الناصب له اس بات کی طرف اشارہ کردیاہ عامل کی اضافت ضمیر کی طرف یہ اضافت عہدی ہے۔جس سے مرادمفعول بہ کاعامل ناصب ہے۔

**قال الشارح** الشریطة والشرط مولاناجامیؒ کی غرض سوال مقدرکاجواب دیناہے۔

**سوال** مصنفؒ نے الشریطة کوذکرکر کے باقی نحویوں کی مخالفت کیوں کی ہے۔کہ باقی نحویوں نے شرط کالفظ ذکرکیاہے۔

**جواب** الشریطة اور الشرط ایک ہی ہے لہذاکوئی مخالفت لازم نہیں آتی ۔

**قال الشارح** واضافتها الی التفسیر مولاناجامیؒ کی غرض سوال مقدرکاجواب دیناہے۔

**سوال** شریط التفسیر یہ مرکب اضافی ہےاورمرکب اضافی میں مضاف اورمضاف الیہ کے

درمیان مغایرت کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہاں پر مغایرت نہیں ہے۔

**جواب** یہ مغایرت ہونا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب اضافت بیانیہ نہ ہو اور یہاں پر شریطۃ کی اضافت تفسیر کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔

**قال الشارح** **ای ما اضمر عامله** حاصل متن کا بیان ہے۔ جو کہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

بناء: سے مولانا جامیؒ نے یہ بتادیا کہ متن میں علی بنائیہ ہے۔

ای تفسیر العامل: سے اشارہ کردیا کہ تفسیر پر جو الف داخل ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ عامل ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ وہ مفعول بہ کے مقدر کیا گیا ہو اس کا عامل شرط کی بنا پر اور شرط اس کی تفسیر یعنی عامل کی تفسیر ہے اس کے مابعد کے ساتھ۔

**قال الشارح** **وانما وجب حذفه** مولانا جامیؒ کی غرض ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر کے عامل ناصب کے وجوبی طور پر محذوف ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ما اضمر عامله کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے تا کہ مفسر اور مفسر کا اجتماع لازم نہ آئے۔ جو کہ نا جائز ہے۔

**سوال** جاء رجل ای زید اس میں مفسر اور مفسر کا اجتماع ہے۔

**جواب** ابہام دو قسم کا ہوتا ہے (۱) جس کا منشاء حذف ہو (۲) جس کا منشاء مادہ حروف ہو۔ وہ مفسر جو ابہام کی قسم اول کے لیے رافع ہو اس کا مفسر کے ساتھ اجتماع نہیں ہوسکتا۔ بخلاف قسم ثانی کے اور آپ کی پیش کردہ مثال قسم ثانی سے ہے۔

**قال الماتن** **وهو کل اسم بعده فعل وشبهه** صاحب کافیہ کی غرض ما اضمر عامله کی تعریف کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ ما اضمر عامله ہر وہ اسم ہے کہ جسکے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ جو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ س خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہو کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کردیا جائے تو وہ اس کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے سکے۔

ای ما اضمر: ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ کہ ھو ضمیر کا مرجع مااضمر عامله ہے۔

احترزبه عن : فعل او شبه کی قید کے فائدہ کا بیان ہے۔ کہ اس قید زید ابوك جیسی مثال خارج ہو جائیگی۔

**قال الشارح** ولا یرید به مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** زیدا عمرو ضربته اور زید انت ضاربه میں اسم کے بعد اگر چہ فعل یا شبہ فعل واقع ہے لیکن متصل نہیں حالانکہ بعدہ سے متبادر الی الذہن یہی ہے کہ بلا فصل واقع ہو۔

**جواب** بھائی بعدیة سے صاحب کافیہ کی مراد یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس کلام کی جزء ہو جو اس اسم بعد واقع ہو۔ اور آپ کی پیش کردہ مثالوں میں ایسا ہی ہے۔ لہذا ان کا مااضمر عامله کے تحت داخل ہونا صحیح ہے۔

**قال الشارح** ذالك الفعل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مشتغل کی ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لیے کہ ضمیر واحد کی ہے جس کا مرجع دو چیزیں ہیں۔

**جواب** ضمیر کا مرجع احدالامرین ہے۔ جو کہ کلمہ او سے مفہوم ہو رہا ہے۔

**قال الشارح** ای عن العمل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کہ اشتغال اور فراغ عمل سے ہوتا ہے اسم سے نہیں۔ اور عنه کی ضمیر کا مرجع تو اسم ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع عمل ہے اور اسم کو ضمیر کا مرجع بنانا ادنی ملابست کی وجہ سے ہے اور وہ ملابست یہ ہے کہ اسم اس کے اثر کا مظہر ہے۔

ای متعلق ذالك الاسم: ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) متعلق ذالك الاسم (۲) متعلق ضمیر ذالك الاسم۔ اور یہ دونوں صحیح ہیں کیونکہ دونوں کا مال ایک ہے۔

**قال الشارح** وحاصله ان یکون مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یہاں اشتغال کا معنی حقیقی مراد ہے یا معنی مجازی یا دونوں۔ اور یہ تینوں غلط ہیں اگر

اشتغال کا حقیقی معنی مراد ہو تو باء کو صلہ بنانا صحیح ہے۔لیکن عن کو صلہ بنانا صحیح نہیں اور اگر مجازی معنی مراد ہو تو عن کو صلہ بنانا صحیح ہے لیکن باء کو صلہ بنانا صحیح نہیں۔اور اگر دونوں مراد ہوں تو جمع بین الحقیقت والمجاز لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے۔

**جواب** یہاں اشتغال کا حقیقی معنی مراد ہے۔باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اس صورت میں عن کو صلہ بنانا صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ عن یہ اشتغال کا صلہ نہیں بلکہ فراغ کا صلہ ہے۔جس کو اشتغال متضمن ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ **مشتغل بضمیرہ او متعلقه حال کونه فارغا عن العمل فی ذالك الاسم** ۔

**قال الشارح** **بمجرد رفع ذلك** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** **ما اضمر عامله** کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف اس زید پر صادق آتی جو **زید ضربته** واقع ہے۔کیوں کہ وہ اسم ہے جس کے بعد فعل واقع ہے اور وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اگر اس فعل کو زید پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کی نصب دے سکتا ہے حالانکہ وہ **ما اضمر عامله** کے قبیل سے نہیں ہے۔

**جواب** اس سے مراد یہ ہے کہ اس اسم میں عمل کرنے سے مانع فقط فعل یا شبہ فعل کا اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہونا ہو کوئی اور مانع نہ ہو اور مادہ نقض میں زید کے اندر ضربته کے عمل کرنے سے مانع وہ فقط ضربت کا اشتغال نہیں ہے بلکہ زید کے اندر معنی ابتداء کا عمل کرنا ہے اور رفع دینا یہ بھی مانع ہے۔

**ای علی ذالك الاسم**: ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے

**قال الشارح** **ای احد الامرین** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں۔

**جواب** ضمیر کا مرجع احد الامرین ہے۔جو کلمہ او سے مفہوم ہو رہا ہے۔

**قال الشارح** ای ما یناسبه ایک وہم کودفع کرنا ہےوہم یہ ہوتا تھا کہ مناسب سے مراد شاید فقط مناسب بالترادف ہواس وہم کودفع کردیا کہ مناسب میں تعمیم ہے خواہ مناسب باعتبا ترادف کے یاباعتبار لزوم کے۔

**قال الشارح** ای لنصب احد هذین مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لیے کہ ضمیر واحد کی ہے اوراس کا مرجع دو چیزیں ہیں۔ (۱) فعل (۲) شبہ فعل۔

**جواب** کا مرجع احدالامرین ہے۔

**ای الاسم:** ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

**بمفعولیت:** صلے کا بیان ہے۔

**قال الشارح** فبقید الاشتغال فوائد قیود کا بیان ہے پہلی قید اشتغال بالضمیر او متعلقه کی ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زیدا ضربت جیسی مثالیں خارج ہوجائیں گی اس لیے کہ اس میں زید کے بعد جو فعل واقع ہے وہ زید کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول نہیں۔

**بقید الفراغ:** یہ دوسری قید ہے اس قید کے ذریعے زید ضربته کی مثل خارج ہوجائیں گی اس لیے کہ زید میں ضربتہ کے عمل کرنے سے مانع وہ محض فعل کا زید کی ضمیر کے ساتھ مشغول ہونا نہیں ہیا اس لیے کہ زید میں معنی بتداء کا عمل کرنا اوراس کو بناء ابتداء کے رفع دینا بھی مانع ہے۔

**بقید نصب المفعولیت :** یہ تیسری قید ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زید کنت اياه جیسی مثالیں خارج ہوجائیں گی اس لیے کہ اس میں زید اگرچہ اسم ہے اوراس کے بعد فعل واقع ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہے اور اگر اس کو اس پر مسلط کیا جائے تو اس کو نصب دے گا لیکن یہ نصب مفعولیت کی بناء پر نہیں دے گا بلکہ وہ کان کی خبر کی بناء پر دے گا۔

**قال الشارح** **وههنا صور اربعة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لیے ایک مثال کافی ہوتی ہے۔ تو مصنفؒ نے چار مثالیں کیوں دی ہیں۔

**جواب** تعدد امثلہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے اس لیے کہ ما اضمر عاملہ کی چار صورتیں تھیں۔

(۱) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو۔ اور بعینہ اس فعل کو اس اسم پر مسلط کیا جا سکے۔

(۲) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب مرادف کو اس پر مسلط کیا جا سکے۔

(۳) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب لازم کو اس پر مسلط کیا جا سکے۔

(۴) فعل متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب لازم کو مسلط کیا جائے۔

**قال الشارح** **ولا یتصور حینئذ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** فعل کا متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہونے میں بھی صور ثلثہ کا احتمال ہے کہ بعینہ فعل کو مسلط کیا جائے یا اس کے مناسب مرادف کو یا اس کے مناسب لازم کو مسلط کیا جائے۔ لہذا شارح صاحب آپ کا یہ کہنا وھھنا صور اربع درست نہیں ہے۔

**جواب** جب فعل متعلق اسم کے ساتھ مشغول ہو تو اس وقت فعل کے مناسب لازم کو متصور مسلط کرنے کے سوا کوئی صورت متصور نہیں ہو سکتی لہذا صورتیں چار ہوئیں اس وجہ سے مصنفؒ نے چار مثال میں ذکر کیں ہیں جن میں سے تین تو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی ہیں اور ایک متعلق اسم میں عمل کرنے کی۔

**قال الشارح** **والاحسن فی ترتیبها** مولانا جامیؒ کی غرض صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مثالوں کی ترتیب میں احسن یہ تھا کہ مشتغل بالمتعلق کی مثال کو مؤخر

کرتے جیسے کہ تعریف میں اس کو مؤخر کیا ہے تا کہ مشتغل بالضمیر کی مثالیں اکٹھی ہو جاتیں اور احسن اس لیے کہا کہ نفس حسن تو مصنف کی ترتیب کے اندر بھی موجود ہے اس لیے کہ مصنفؒ نے جو ترتیب قائم کی ہے اس کے اندر افعال معروفہ اکٹھے ہو گئے اور فعل مجہول ان سب کے بعد میں ہے۔

**مثال الفعل:** سے ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے کہ زیدا ضربتہ اس فعل کی مثال ہے جو ض، یراسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور بعینہ اس فعل کو اس پر مسلط کیا جا سکتا ہے۔

**مثال الفعل المشتغل بالضمیر** : سے ممثل لہ کی تعیین کا بیان کہ زید مررت بہ اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور اس کے مناسب مرادف یعنی جاوزت کو اس پر مسلط کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ مررت بآء کے ساتھ متعدی ہو کر جاوزت کے مرادف ہے۔

**مثال الفعل المشتغل باالمتعلق :** ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے زیدا ضربت غلامه یہ اس فعل کی مثال ہے جو متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے جس پر اس فعل کے مناسب لازم یعنی اهنت کو اس پر مسلط کیا جا سکتا ہے۔

**مثال الفعل المشتغل :** ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے زیدا حبست علیه اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور اس پر اس کے مناسب لازم یعنی لابست کو مسلط کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ کسی شئے کا شئے کے باعث محبوس ہونا اس کو یہ بات لازم ہے کہ وہ محبوس جو ہے وہ محبوس علیہ کے ملابس اور متعلق ہو۔

**ینصب زید یعنی ان الفعل المفسر:** یہ جملہ معللہ برائے تطبیق امثلہ علی الممثل لہ کا بیان ہے۔ مذکورہ مثالوں میں زید اس فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر مابعد والا فعل کر رہا ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر ضربت زیدا ضربته ہے ضربت اول کو وجود مفسر یعنی ضربت ثانی کی وجہ سے مقدر کیا گیا ہے اور اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا مررت به میں زید کے لیے ناصب ہے وہ جاوزت مقدر ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر جاوزت زیدا مررت به ہے جاوزت کو وجود مفسر یعنی

الثالثة ما أُضمِرَ عامله على شريطة التفسير وهو كل اسم بعده فعل او شبهه مشتغل عنه بضميره او متعلقه لو سلط عليه هو او مناسبه لنصبه

شرح جامی ص۳۶

- زَیْدًا اَنَا مَحبُوسٌ عَلَیْهِ اَیْ اَنَا مُلَابِسٌ زَیْدًا
- زَیْدًا اَنَا ضَارِبٌ غُلَامَهٗ اَیْ اَنَا مُهِینٌ زَیْدًا
- زَیْدًا اَنَا مَارٌّ بِهٖ اَیْ اَنَا مُجَاوِزٌ زَیْدًا
- زَیْدًا اَنَا ضَارِبُهٗ اَیْ اَنَا ضَارِبٌ زَیْدًا

لزوم

- زَیْدًا حُبِسْتُ عَلَیْهِ اَیْ لَابَسْتُ زَیْدًا
- زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ اَیْ اَهَنْتُ زَیْدًا

لزوم

ترادن

- زَیْدًا مَرَرْتُ بِهٖ اَیْ جَاوَزْتُ زَیْدًا
- زَیْدًا ضَرَبْتُهٗ اَیْ ضَرَبْتُ زَیْدًا

مورت به کی وجہ سے
مقدر کیا گیا ہے۔اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا اضربت غلامه میں زید کے لیے ناصب ہے وہ اهنت مقدر ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر یوں ہے اهنت زیدا اضربت غلامه اهنت کو وجود مفسر کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور وہ مفسر اس کو لازم ہے یعنی ضربت غلامه کے لیے کیونکہ غلام کو مارنا اس کے آقا کی اہانت کو مستلزم ہے اور وہ فعل مفسر جو زیدا حبست علیه میں زید کیلیے ناصب ہے وہ لابست مقدر ہے کیونکہ اس کی تقدیر لابست زیدا حبست علیه ہے تو لابست کو جود مفسر کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ مفسر اس لازم ہے۔

**قال الشارح** ثم ان الاسم الواقع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے اور مصنفؒ کے قول آتی کے لیے تمہید کا بیان ہے۔

**سوال** ما اضمر عامله کی تقسیم اقسام خمس کی طرف کرنی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس وقت تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ کی خرابی لازم آئے گی اس لیے کہ رفع کی صورت میں یہ ما اضمر عامله کی قبیل سے نہیں ہوگا۔

**جواب** یہاں مراد ما اضمر عامله کی یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے یعنی وہ ایسے مواقع میں واقع ہو جن میں بادی النظر میں اس کے ما اضمر عامله ہونے کا گمان ہوتا ہو خواہ وہ واقع میں ما اضمر عامله ہو یا نہ ہو۔اسی وجہ سے اس کو مضان ما اضمر عامله کہتے ہیں۔

# ﴿بحث مضان ما اضمر عامله﴾

**قال الماتن** ویختار الرفع بالابتداء صاحب کافیہ یہاں مضان ما اضمر عامله کو بیان کر رہے ہیں جس کی پانچ قسمیں ہیں۔قسم اول میں رفع مختار ہے اور قسم ثانی میں نصب مختار ہے، اور قسم ثالث میں دونوں برابر ہیں قسم رابع میں نصب واجب ہے قسم خامس میں رفع واجب ہے۔مصنفؒ یہاں پر قسم اوّل کو بیان کر رہے ہیں کہ رفع مختار ہے۔اختیار رفع کی دو صورتیں ہیں۔

(ا) اسم کا مرفوع بالابتداء ہونا صحیح ہو اور اس کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے۔ جیسے زید ضربتہ۔ اس میں زید کا عوامل لفظہ سے خالی ہونا قرینہ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے لیکن قرینہ مصححہ للرفع یہ قرینہ مصححہ للنصب سے اقوی ہے اس لیے کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

**فی الاسم لامذکور:** سے یختار کے صلے کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **ای بکونہ مبتداء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب اول مرحلہ میں اس میں عامل ابتداء کو تسلیم کرلیا گیا تو اس میں عامل رفع کے مختار ہونے کی وجہ موجود نہیں بلکہ رفع واجب ہوگا اس لیے کہ عامل ابتداء کے پائے جانے کے بعد رفع واجب ہوتا ہے۔

**جواب** بالابتداء سے مراد اس کو مبتداء بنایا جاسکتا ہو۔

**قال الشارح** **لان تجردہ عن** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اختیار تقاضا کرتا ہے کہ پہلے جواز موجود ہو اور یہاں پہلے جواز نہیں ہے تو پھر اختیار کیسے ثابت ہوجائے گا۔

**جواب** ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ جواز موجود نہیں ہے بلکہ جواز موجود ہے اس لیے کہ اس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مجوزہ للرفع ہے۔

**قال الشارح** **ای قرینۃ ترجح** مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال اول** جب رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا تو پھر رفع واجب ہونا چاہیے نہ کہ مختار۔

**سوال ثانی** ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا بلکہ قرینہ پایا جاتا ہے اس لیے کہ اس کے بعد ایسے فعل کا پایا جانا جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے وہ اس کے نصب کا قرینہ ہے۔

**جواب** مراد یہ ہے کہ رفع کے خلاف یعنی نصب کا کوئی مرجحہ نہ پایا جائے۔

**قال الماتن** **اوعند وجود القرینه** اختیار رفع کی دوسری صورت کا بیان ہے کہ قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے یعنی قرینه مرجحه للرفع بھی پایا جائے اور قرینه مرجحه للنصب بھی پایا جائے لیکن قرینه مرجحه للرفع وہ قرینه مرجحه للنصب سے اقوی ہو اور یہ دو جگہوں میں ہوتا ہے۔(۱) اما اسم مذکور پر داخل ہو اور اسم مذکور ایسے فعل کے مقام ہو کہ جس میں طلب کے معنی نہ پائے جاتے ہوں۔ یعنی اما کے بعد جملہ خبریہ ہو جملہ انشائیہ نہ ہو جیسے لقیت القوم واما زید فاکرمته ۔اس میں زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینه مصححه للرفع ہے اور زید کے بعد ایسے فعل کا ہونا جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینه مصححه للنصب ہے اور اسم مذکور پر اما داخل ہونا یہ قرینه مرجحه للرفع ہے اور عطف علی الفعلیة یہ قرینه مرجحه للنصب ہے لیکن قرینه مرجحه للرفع یہ قرینه مرجحه للنصب سے اقوی ہے دو وجہ سے۔(۱) اس لیے کہ اما اکثر مبتداء پر داخل ہوتا ہے بخلاف عطف کے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کثرت سے ہے۔

(۲) کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

**قال الشارح** **القرینة المرجحة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کہ ان دو صورتوں میں کیا فرق ہے کیونکہ پہلی صورت میں بھی رفع کا قرینہ نصب کے قرینے سے اقوی ہے۔

**جواب** دوسری صورت میں قرینه مرجحه جانبین سے پایا جاتا ہے البتہ قرینه مرجحه للرفع اقوی ہوتا ہے قرینه مرجحه للنصب سے۔جب کہ پہلی صورت میں قرینه مرجحه جانبین میں نہیں ہوتا۔

من تلك القرينة : ھا ضمیر کے مرجع کا بیان ہے کہ اس کا مرجع قرینہ مرجح للنصب ہے۔

**الداخلة على ذلك الاسم** :ترکیب کا بیان ہے کہ مع غیر اللطلب یہ ظرف متعلق ہے

الداخلہ محذوف کے۔

**قال الشارح** **ای بشرط الا یکون الفعل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا

**سوال** وہم یہ تھا کہ شاید مع غیر الطلب کی قید اتفاقی ہے اس لیے کہ کبھی قید اتفاقی بھی ہوتی ہے۔

**جواب** مولانا جامیؒ نے اس وہم کو دور کر دیا کہ یہ قید احترازی ہے اتفاقی نہیں ہے۔

**قال الشارح** **کا الامروالنھی والدعا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** طلب میں استفہام بھی داخل ہے حالانکہ اما اس پر داخل نہیں ہوتا ورنہ اس کی صدارت باطل ہو جائے گی۔

**جواب** یہاں طلب سے مراد امر اور نہی ہے استفہام اس میں داخل نہیں ہے۔

**قال الشارح** **وانما قال مع غیرالطلب** مع غیر الطلب کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز اس اما سے ہے جو طلب کے ساتھ واقع ہو یعنی اس کے بعد جملہ خبریہ واقع نہ ہو جملہ انشائیہ واقع ہو جیسے اما زیدا فاضربہ اس وقت اسم مذکور پر رفع مختار نہیں ہے کیوں کہ اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو وہ اس بات کا تقاضہ کرے گا کہ جملہ انشائیہ کو اس کی خبر بنایا جائے حالانکہ جملہ انشائیہ بغیر تاویل کے خبر نہیں بن سکتا۔

**قال الماتن** **واذا للمفاجاۃ** صاحب کافیہ دوسرا مقام بیان کر رہے ہیں جہاں پر قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہو۔ وہ یہ ہے کہ اسم مذکور پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو جیسے خرجت فاذا زید بضربہ عمروا اس میں زید عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہو یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے اور زید پر اذا مفاجاتیہ کا داخل ہونا یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اور عطف علی الفعلیۃ یہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہے دو وجہوں سے۔

**وجه اول** اذا مفاجاتیہ اکثر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔

**وجه ثانیه** رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے بخلاف عطف کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کلام عرب میں کثیر ہے۔

**مثل اما:** سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عطف المشبه علی المشبه به کی قبیل سے ہے۔

**الواقعه علی الاسم المذکور** : سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ للمفاجیة یہ متعلق ہے

الواقعہ محذوف کے اور اس کا متعلق محذوف ہے جو کہ علی الاسم المذکور ہے۔

**فی کونها** : وجہ شبہ کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **وماوقع فی بحث الظروف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** مصنفؒ کی یہ کلام متناقض ہے اس کلام کے جو ظرف کی بحث میں ہے اس لیے کہ ظرف کی بحث میں مصنفؒ نے کہا ہے کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا لازمی ہے اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا اکثر ہے۔

**جواب** ظرف کی بحث میں مصنفؒ نے جو کہا کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا لازمی ہے اس سے مراد بھی یہی ہے کہ اکثر اس کے بعد جملہ اسمیہ ہوتا ہے لہذا کوئی تناقض نہیں۔

**قال الماتن** **ویختار النصب** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسم مذکور جس جملہ میں واقع ہو اس کا عطف ہر جملہ فعلیہ متقدمۃ پر جیسے خرجت فزیدا لقیته۔

(۲) اسم مذکور حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے مازیدا ضربته اور ولازیدا ضربته ولا عمروا۔

(۳) اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے ازیدا ضربته۔

(۴) اسم مذکور اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو جیسے اذا عبدالله تلقه فاکرمه۔

(۵) اسم مذکور حیث کے بعد واقع ہو جیسے حیث زید تجده فاکرمه۔

(٦) اسم مذکور امر سے پہلے واقع ہو جیسے زیدا ا ضربه۔

(۷) اسم مذکور نہی سے پہلے واقع ہو جیسے زیدا لاتضربہ۔ ان مواضع میں اسم مذکور پر نصب اس لیے مختار ہے کہ یہ فعل کے مواضع ہیں اور جب اسم مذکور منصوب پڑھا جائے گا تو ان میں فعل مقدر ہوگا۔ والا فلا۔

**ای بسبب العطف :** سے دو باتوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) **باء سببیہ** ہے بالعطف۔

(۲) عطف پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

**قال الشارح** **هوفيها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ ضربت زیدا وعمر قائم میں منقوض ہے اس میں عطف علی الجملۃ الفعلیہ موجود ہے لیکن نصب مختار تو در کنار جائز ہی نہیں ہے۔

**جواب** اختیار النصب بالعطف اس جملے کے اندر ہوگا کہ جس جملے کے اندر اسم مذکور ثابت ہو اور مثال مذکور فی النقض میں اسم مذکور ثابت ہی نہیں ہے۔

**متقدمه :** یہ بیان واقع ہے۔

**قال الشارح** **ای لرعاية التناسب** ترکیب کا بیان ہے۔ کہ للتناسب یہ مفعول لہ ہے یختار کا اور مفعول لہ کی دو قسموں میں سے اور یہ وہ مفعول ہے کہ جس کی تحصیل کے لیے فعل مذکور کیا گیا ہو جیسے **ضربته تاديبا**۔

**يعني ماولا :** سے نفی کے مصداق کو بیان کرتا ہے کہ یہاں حرف نفی سے مراد ما اور لا اور ان میں لم اور لما اور لن نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ عامل ضعیف ہیں اسی وجہ سے جب مقدر ہو جائیں عمل نہیں کرتے۔

**لا عمروا :** کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ لا کا اسم جب معرفہ ہو تو اس پر رفع اور تکرار واجب ہوتا ہے اور لیکن جب وہ ماضمر عامله ہو تو اس پر رفع واجب نہیں ہوتا البتہ تکرار واجب ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **وانماقال حرف الاستفهام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا

**سوال** عبارت میں اصل ایجاز واختصار ہوتا ہے لہذا مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ حرف کو ذکر کیے بغیر یوں کہتے والاستفهام۔

**جواب** حرف کا اضافہ یہ اسم استفہام کو خارج کرنے کے لیے ہے اس لیے کہ اسم استفہام میں رفع مختار ہے۔

**قال الشارح** **فانه يجوز وان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** هل زيدا ضربته یہ ترکیب تو جائز ہی نہیں ہے تو پھر آپ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ مصنفؒ نے حرف استفہام اس لیے کہا کہ تا کہ یہ هل کو بھی شامل ہو جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ جائز اس لیے نہیں ہے کہ هل فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہوتا اس لیے کہ هل یہ قد کے معنی میں ہے۔ جیسے هل اتى على الانسان۔ جس کا معنی ہے قداتى على الانسان۔ تو لہذا اس میں فعل کی تقدیر کفایت نہیں کرے گی۔

**جواب** اگر چہ نحویوں نے اس ترکیب کو قبیح سمجھا ہے لیکن جائز ہے۔

**قال الشارح** **الدالة على المجازاة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اگر مصنفؒ بعد الشرط کہہ دیتے تو اس میں اختصار تھا جو کہ اذا اور حيث دونوں کو شامل ہو جاتا اور یہ اختصار مطلوب ہے مصنف کا۔

**جواب** مصنفؒ نے اذا شرطيه اس لیے کہا تا کہ اس میں وہم نہ ہو کہ ان میں سے ایک مراد ہے۔ نیز دنوں کو ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لیے کہا اذا شرطيه دلالت کرتا ہے مجازات زمانی پر اور حيث مجازات مکانی پر دلالت کرتا ہے۔

ماقبل: اس کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مصنفؒ کی عبارت ظاہر سے غیر ظاہر کی طرف معروف ہے اس لیے کہ اختیار نصب نفس امر اور نہی میں نہیں ہوتا بلکہ اس اسم میں ہوتا ہے کہ جو امر نہی سے پہلے ہو۔

**يعني موضع :** سے ما کا بیان ہے کہ ما سے مراد موضع ہے۔

**وانما اختير في هذه :** سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ اذ هي مواضع الفعل یہ جمیع کی دلیل ہے یعنی بعد حرف النفی کے بعد جو مذکور ہے یہ ان سب کی دلیل ہے۔

**اى هذه المواضع :** ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ کہ اس کا مرجع مواضع ہے۔

**قال الشارح** **اى مواضع وقوع الفعل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مواقع کی اضافت فعل کی طرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان مواقع میں فقط فعل ہی ہوتا ہے اس لیے کہ مواقع کی اضافت فعل کی طرف اضافت لامی ہے اور اضافت لامی اختصاص کا فائدہ دیتی ہے لہذا مواقع فعل میں نصب کے وجوب کا فائدہ دے رہی ہے۔ نہ کہ نصب کے مختار ہونے کا۔

**جواب** مواقع کی اضافت فعل کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ ان مواقع میں اکثر فعل واقع ہوتا ہے اس اعتبار سے نہیں کہ یہ مواضع فعل کے ساتھ مخصوص ہیں۔

**قال الماتن** **عند خوف لبس المفسر** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسم مذکور پر نصب مختار ہے جب رفع پڑھنے کی صورت میں رفع کے ساتھ التباس مفسر کا خوف ہو جیسے

انا كل شيئى خلقناه بقدر اس میں كل شيئى پر نصب مختار ہے اور اسکی تقدیر انا خلقنا كل شيئى خلقناه بقدر نصب مختار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود دو چیزیں ہیں۔

(۱) ہر چیز کا خالق اللہ تعالی ہے۔

(۲) ہر چیز اندازے کے ساتھ پیدا کی ہوئی ہے۔ اگر كل شيئى کو منصوب پڑھیں تو اس کی ترکیب اس طرح ہوگی خلقنا فعل بفاعل کل شيئى مفعول بہ اور بقدر خلقنا کے متعلق ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر چیز کو ہم نے اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اس صورت میں دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور كل شيئى کو مرفوع پڑھیں تو اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(۱) کل شیئی مبتداء خلقناہ بقدر اس کی خبر ہے اس صورت میں بھی دونوں مقصود حاصل ہوجاتے ہیں اس لیے کہ معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یہ معنی وہی ہے جو نصب کی صورت میں تھا۔

(۲) کل مضاف شیئی موصوف خلقنا صفت مل کر مضاف الیہ پھر مضاف الیہ مل کر مبتداء اور بقدر خبر ہے اس صورت میں مقصود فوت ہوجائے گا اس لیے کہ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر وہ چیز جس کو ہم نے پیدا کیا وہ اندازے کے ساتھ ہے جس سے معتزلہ کے مذہب کی دلیل بن جائے گی اور باطل نظریہ پیدا ہوجائے گا کہ بندہ افعال اختیاریہ اللہ تعالی کی مخلوق نہیں ہے۔ چونکہ رفع کی صورت میں مفسر کا صفت کے ساتھ التباس کا خوف ہے اور صفت کی صورت میں مقصود کا اندر خلل واقع ہوجاتا ہے لہذا نصب مختار ہوگا تا کہ مقصود میں خلل واقع نہ ہو۔

**کذالك :** سے اشارہ کردیا کہ یہ عطف المشبه علی المشبه به کے قبیل سے ہے۔

**قال الشارح** **ای التباس** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنفؒ کا قول عند خوف لبس المفسر بالصفته درست نہیں ہے اس لیے کہ مفسر کا صفت کے ساتھ التباس نہیں ہے بلکہ خبر کا صفت کے ساتھ التباس ہے۔

**جواب** اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مفسر سے مراد مجازا ذات مفسر ہے یعنی نصب کی حالت جو مفسر رفع کی حالت میں اس کا صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ مفسر ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ خبر ہے۔

**قال الماتن** **ویستوی الامران فی مثل** صاحب کافیہ کی غرض مضان ما اضمر عامله کے تیسرے مقام کو بیان کرنا ہے۔ کہ زید قام وعمروا اکرمته کی مثل میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں۔ **مثل :** سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ ما اضمر عامله جس جملہ کے اندر واقع ہو اس کا عطف ہو جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر کہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے زید قام وعمرا اکرمته۔ اس میں اگر عمرو کو مرفوع پڑھیں تو جملہ اسمیہ بن جائے گا اور اس کا عطف

ہوگا جملہ کبری یعنی زید قام پر۔اور اگر امر کو منصوب پڑھیں تو یہ جملہ فعلیہ بن جائے گا اور اس کا عطف ہوگا جملہ صغری قام پر۔چونکہ دونوں جملوں میں معطوف معطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہے لہذا دونوں امر مساوی ہوں گے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہوگی۔

**الرفع والنصب :** سے الامرانکے مصداق کو بیان کر دیا ہے۔

**قال الشارح** **وللمتکلم** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ایک وہم کو دفع کرنا ہے وہ وہم یہ تھا کہ شاید اس استواء سے مراد استواء فی الجواز ہو اور ان میں سے ایک دوسرے پر راجح ہو۔حالانکہ یہ مقصود کے خلاف ہے۔

**جواب** مولانا جامیؒ نے اس وہم کو دفع کر دیا کہ یہاں استواء سے مراد استواء فی الجواز نہیں ہے بلکہ استواء سے مراد استواء فی الاختیار ہے یعنی رفع اور نصب میں ہے ہر ایک مختار ہے۔

**قال الشارح** **ای عنده التباس** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** زید قام وعمروا اکرمته کی مثل میں عمروا پر نصب پڑھنا صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اگر اس پر نصب پڑھیں تو اس کا عطف ہوگا جملہ صغری قام پر۔اور پھر جس طرح قام پر زید کی خبر ہے اسی طرح عمرو بھی زید کی خبر ہوگی حالانکہ اس کا خبر بننا صحیح نہیں ہے۔اس لیے کہ خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور اس کے اندر کوئی عائد نہیں ہے۔

**جواب** جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں عائد مقدر ہے۔

**قال الشارح** **ای یستوی الامران** لفظ مثل بڑھا کر مصنفؒ نے جس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے مولانا جامیؒ اس کو صراحتا بیان کر رہے ہیں کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس کے اندر وہ ما اضمر عامله واقع ہو جس کا عطف جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو۔

**قال الشارح** **فان قلت** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال نقل کر کے جواب دینا ہے۔

**سوال** ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ صورت مذکورہ میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں بلکہ رفع کو نصب پر ترجیح حاصل ہے اس لیے کہ اگر مرفوع پڑھیں تو حذف سے سلامتی ہے۔لہذا اسلامت عن الحذف قرینہ مرجحہ للرفع ہے۔

**جواب** سلامت عن الحذف یہ قرب معطوف علیہ کے معارض ہے۔یعنی اس کو منصوب پڑھیں تو معطوف علیہ قریب ہوگا اور اگر مرفوع پڑھیں تو معطوف علیہ بعید ہوگا۔لہذا جس طرح سلامت عن الحذف یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اسی طرح قرب معطوف علیہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے۔

**فان قلت :** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ان دونوں صورتوں میں قرب اور بعد کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہے۔اس لیے کہ جس طرح جملہ صغری معطوف کے قریب ہے اسی طرح جملہ کبری بھی معطوف کے قریب ہے۔

**جواب** قلنا اگرچہ منتھی کے اعتبار سے دونوں میں فرق نہیں لیکن مبداء کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے کیونکہ جملہ کبری کا مبداء(ز) ہے اور جملہ صغری کا مبداء(ق) ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ز۔ق۔سے بعید ہے۔

**قال الماتن** **ویجب النصب بعد حرف الشرط** مضان مااضمرعامله کے چوتھے مقام کو بیان کرتا ہے۔جب اسم مذکور حرف شرط یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب واجب ہے۔حرف شرط کی مثال جیسے ان زیدا ضربته ضربك ۔

حرف تحضیض کے بعد واقع ہونے کی مثال جیسے الا زیدا ضربته ۔

**ای نصب الاسم المذکور :** سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ نصب پر جو الف لازم داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

**قال الشارح** **والمراد به ههنا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** حروف شرط میں سے تو اما بھی ہے حالانکہ اما کے بعد جب اسم مذکور واقع ہو تو اس پر

نصب واجب نہیں ہے۔ بلکہ اگر اما غیر طلب کے ساتھ واقع ہو تو اسم مذکور پر رفع مختار ہے۔

**جواب** یہاں حرف شرط سے مراد فقط ان اور لو ہیں اما مراد نہیں ہے۔

**وکذا یجب:** کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ حرف التحضیض معطوف ہے حرف الشرط پر۔

**وھو ھلا :** سے حرف تحضیض کے مصداق کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف تحضیض چار ہیں

آلا۔ ھلا۔ لولا۔ لوما۔

**قال الشارح** **انما وجب النصب** حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد اسم مذکور پر نصب کے واجب ہونے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اسم مذکور حرف شرط یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب اس لیے واجب ہے کہ حرف شرط اور حرف تحضیض کا فعل پر داخل ہونا واجب ہے۔ تو جب فعل ملفوظ نہیں ہوگا تو معلوم ہوا کہ فعل مقدر ہے لہذا اسم مذکور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

**مثال لحرف الشرط :** ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے۔

**قال الماتن** **ولیس مثل ازید ذھب بہ** مضان ما اضمر عاملہ کے پانچویں مقام کا بیان یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ لیکن در حقیقت یہ قسم خامس ہے۔ کہ اسم مذکور پر رفع واجب ہے۔

**سوال** ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ جب اسم مذکور کو حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب مختار ہوتا ہے یہ قاعدہ ازید ا ذھب بہ کی مثل میں منقوض ہے اس لیے کہ ازید ذھب بہ میں زید حرف استفہام کے بعد واقع ہے اس کے باوجود اس پر نصب کا مختار ہونا تو درکنار نصب جائز ہی نہیں ہے

**جواب** صاحب کافیہ نے جواب دیا کہ ازید ذھب بہ یہ ما اضمر عاملہ کے باب میں سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ بادی النظر میں زید کے بارے میں یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ

مااضمر عامله کے باب سے ہے لیکن غور وفکر کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مااضمر عامله کے باب سے نہیں ہے۔اس لیے کہ اگر چہ اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس کے بعد ایک فعل ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے۔لیکن وہ فعل اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اگر اس کو یا اس کے کسی مناسب کو اس پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے سکے کیونکہ تسلیط کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) بآء کے ساتھ۔ (۲) بآء کے بغیر۔

اگر بآء کے ساتھ مسلط کیا جائے تو کیونکہ یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول کو نصب نہیں دے سکتا اور اگر اس کے مناسب مرادف مثلاً اذهب کو مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نائب فاعل ہونے کی بناء پر رفع تو دے گا لیکن نصب نہیں دے گا۔

**فان قلت :** سے ایک اعتراض کو نقل کر کے **قلنا** سے اس کا جواب دیتا ہے۔

**سوال** مناسب اذهب کے اندر منحصر نہیں ہے دوسرے مناسب بھی ہو سکتے ہیں کہ جن کے باعث اسم مذکور پر نصب آ سکتی ہے تو کسی دوسرے مناسب کو مقدر مانا جائے تا کہ وہ اسم مذکور کو نصب دے سکے۔مثلاً یلابس۔یا اذهب بصیغہ معروف اس بنا پر تقدیر اس طرح ہو جائے گی

**زیدا یلابسه الذهاب به یازیدا یلابسه احد بالذهاب یازیدا اذهبه احد۔**

**قلنا :** فعل مذکور کے مناسب مرادف یا مناسب لازم سے مراد یہ ہے کہ فعل مذکور اور فعل مقدر کے فاعل میں اتحاد ہو یعنی دونوں کا مسند الیہ ایک ہو اور آپ نے جو سوال کے اندر صورت پیش کی ہے اس میں مسند الیہ ایک نہیں ہے۔اس لیے کہ فعل مذکور کا مسند الیہ زید ہے اور فعل مقدر کا زید نہیں ہے۔بلکہ ذہاب ہے یا احد ہے۔

**واذا کان :** سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے فالرفع پر جو فاء داخل ہے یہ فاء فصیحۃ ہے اس کی شرط محذوف ہے جو کہ **اذ کان الامر کذالك** ہے۔یعنی جب معاملہ اس طرح ہے تو پس مثال مذکور کے اندر رفع واجب ہوگا بالابتداء اور مفعولیت کی بناء پر نصب جائز نہ ہوگی تو جب اس پر

نصب بالمفعولیت جائز نہیں ہوگا تو اس پر نصب کیسے مختار ہوگی۔

**قال الماتن** **كل شيء فعلوه في الزبر** یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال** ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ جب قرینہ مصححہ جانبین سے پایا جائے اور قرینہ مصححه للرفع قرینہ مصححه للنصب سے اقوی ہو تو اس وقت رفع مختار ہوتا ہے اور نصب جائز ہوتا ہے آپ کا یہ قاعدہ اللہ تعالی کے قول وکل شیئی فعلوہ فی الزبر میں منقوض ہے۔ کیونکہ کل شیئی ایک اسم ہے جس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہوگا یہ قرینہ مصححه للرفع ہے اور اس کے بعد کسی ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححه للنصب ہے لیکن قرینہ مصححه للرفع یہ قرینہ مصححه للنصب سے اقوی ہے اس لیے کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے حالانکہ یہاں کل شیئی پر رفع مختار نہیں ہے بلکہ رفع واجب ہے۔

**جواب** صاحب کافیہ نے اس کا جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کا قول وکل شیئی فعلوہ فی الزبر یہ ما اضمر عامله کے باب سے نہیں ہے۔ جس طرح کہ ازید ذهب به ما اضمر عامله کے باب سے نہیں ہے اس لیے کہ اگر اس کو ما اضمر عامله کے باب سے بنایا جائے تو تقدیر عبارت یہ ہو جائے گی اس طرف فعلو کل شیئی فی الزبر اب فی الزبر کی ترکیب دو احتمال ہوں گے۔

(۱) یہ فعلوہ کے متعلق ہے یا یہ شیئی کی صفت ہے اگر یہ فعلوہ کے متعلق ہو تو معنی فاسد ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اس وقت معنی یہ ہو جائے گا کہ انہوں نے ہر چیز کو نامہ اعمال میں کیا یعنی صحائف اعمال وہ بندوں کے فعل کا محل ہیں حالانکہ صحائف اعمال بندوں کے افعال کا محل نہیں ہیں بلکہ کراما کاتبین کے افعال کا محل ہیں۔ کراما کاتبین بندوں کے افعال کو بصورت کتابت ان میں درج کرتے ہیں۔

(۲) اور اگر یہ فعلوہ کے متعلق نہ ہو بلکہ شیئی کی صفت ہو باوجود ہے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس وقت موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا۔ بہر حال اگر اس کو

صفت بنائیں تب بھی معنی فاسد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ بندے کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں درج ہوتا ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے وکل صغیر وکبیر مستطر اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جو کچھ نامہ اعمال میں درج ہے اس کو بندوں نے کیا ہے۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ بندوں کے بعض افعال ایسے بھی ہونا ممکن ہیں جو نامہ اعمال میں درج نہ ہوں۔ جس کا بطلان ظاہر ہے۔ لہذا یہ مااضمر عامله کے باب سے نہ ہوا پس کل شیئی پر رفع واجب ہوگا۔ اس بناء پر کہ یہ مبتداء ہے اور فعلوه اس کی صفت ہے۔ اور فی الزبر اس کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کل شیئی هو مفعول لهم ثابت فی الزبر بحیث لایغادر صغیرة ولا کبیرة۔ کہ ہر وہ چیز جو بندوں کے کی ہوئی ہے وہ نامہ اعمال میں ثابت اور محفوظ ہیں۔ اس طور پر کہ نہ کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہوا ہے اور نہ کوئی بڑا عمل چھوڑا ہوا ہے۔

**قال الشارح** **ای مثل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کذا کا کاف مبتداء ہے اور کل شیئی اس کی خبر ہے۔ حالانکہ کاف کا مبتداء بنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ حرف ہے۔

**جواب** یہ کاف حرفیہ نہیں بلکہ یہ کاف اسمیہ ہے بمعنی مثل۔

**قال الشارح** **قوله** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کاف بمعنی مثل مبتداء ہے اور کل شیئی فعلوه اس کی خبر ہے اور خبر جب جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے حالانکہ اس میں عائد نہیں ہے۔

**جواب** کذا کی خبر محذوف ہے جو کہ قولہ ہے اور قول مفرد ہے اور کل شیئی یہ مقولہ ہے قول کا۔

**قال الماتن** **ونحو الزانية والزاني فاجلدو کل واحد منهما مائة جلدة** صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کو مولانا جامی واعلم سے بیان کر رہے ہیں۔

**سوال** ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ فعل جو اسم مذکور کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے

خوداس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہواور جب وہ فعل صیغہ امر یا نہی ہوتو اس وقت اسم مذکور پر نصب مختار ہوتا ہےاور ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کا قول الـزانية ولـزانـي یہ اس قاعدہ کے تحت داخل ہے۔ اس لیے کہ اس میں اسم مذکور کے بعد امر واقع ہے۔ حالانکہ قراء سبعہ اس کے رفع پر متفق ہیں البتہ صرف ایک روایت عیسی بن عمرو کی نصب کے متعلق ہے جو شاذ ہے۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہیکہ یا تو مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہے یا پھر قراء سبعہ کا اتفاق غلط ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قراء سبعہ کا اتفاق غلط نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ انہوں نے جس پر اتفاق کیا ہے وہ قرآن مجید ہے۔ اور قرآن مجید غلطی کے شائبہ سے بھی پاک ہے۔

**جواب** اب نحوی اللہ تعالی کے اس قول کو قاعدہ مذکورہ سے خارج کرنے کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے تا کہ دو باتوں میں سے کوئی بات بھی لازم نہ آئے تو قراء سبعہ کا غیر مختار پر اتفاق

لازم نہ آئے اور نہ مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہو۔ باقی انہوں نے جو حیلے تلاش کیے ہیں ونحو الزانية سے مصنفؒ ان کو بیان کررہے ہیں۔ مبرد کے نزدیک اللہ تعالی کے اس قول کے اندر جو فاء ہے یہ فاء بمعنی شرط کے ہے۔ یعنی یہ فاء جزائیہ ہے جو اپنے مدخول کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لیے ہے۔ اور الـــزانیہ کا الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہےاور اسم فاعل صلہ ہے۔ موصول اپنے صلے سے ملکر مبتداء متضمن معنی شرط کے ہے۔ کیونکہ جب مبتداء اسم موصول اور اس کا صلہ فعل یا ظرف ہوتو وہ مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہوتی ہے۔ اور فعل اور ظرف شرط کی مانند ہوتے ہیں اب اس قول کے اندر اسم فاعل جو کہ موصول کا صلہ ہے وہ شرط کی مانند ہے اس لیے کہ یہ معنی نہیں فعل کے ہے۔ اور مبتداء کی خبر فـاجـلـدو۔ یہ جزاء کی مانند ہےاور جو فاء داخل ہے یہ فاء خبر کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لیے ہے۔ اس لیے کہ یہ فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزاء کے لیے سبب ہےاور یہ بات مسلم ہے کہ اس جیسی فاء کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا لہذا تسلیط ممتنع ہوئی۔ جب تسلیط ممتنع ہوئی تو یہ مـا اضـمـر عامله کے باب سے نہ ہو الہذ ابناء پر ابتداء

کے رفع واجب ہوگا۔

**قال الشارح** فیہ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** نحو الزانیۃ یہ مبتداء ہے اور الفاء بمعنی الشرط یہ اس کی خبر ہے حالانکہ اس کا خبر بننا ہے صحیح نہیں ہے اس لیے کہ خبر جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہاں عائد نہیں ہے۔

**جواب** یہ ہے کہ یہاں عائد محذوف ہے۔

**مرتبط :** ترکیب کا بیان ہے کہ بمعنی الشرط یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے خبر ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک یہ اس آیت کے دو جملے ہیں اس لیے کہ الزانیۃ یہ مبتداء ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ حکم ہے اور الزانی یہ الزانیۃ پر معطوف ہے۔ اور خبر اس کی محذوف ہے جو کہ فیما سیتلی علیکم ہے اصل میں عبارت یوں تھی حکم الزانیۃ والزانی فیما سیتلی علیکم۔

**فاجلدو کل واحد منہما مائۃ جلدۃ** یہ دوسرا جملہ ہے حکم موعود کو بیان کرنے کے لیے۔ اور سیبویہ کے نزدیک بھی فاجلدو کی فاء سببیۃ ہے۔ جملہ ثانی کی تقدیر اس طرح ہے۔ ان ثبت زناھما فاجلدو اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فاء زائدہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فاء تفسیریہ ہے پہلے جملہ کے اندر جس حکم کا وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کی تفسیر ہے جب یہ آیت مستقل دو جملے ہیں تو تسلیط ممتنع ہوئی اس لیے کہ ایک جملہ کی جز دوسرے جملے کی جز کے اندر عمل نہیں کر سکتی۔ جب تسلیط ممتنع ہوئی یہ ضابطہ مذکورہ کے تحت داخل نہ ہوا لہذا یہ بناء پر ابتداء کے مرفوع ہوگا۔

**والا فالمختار النصب :** یعنی اگر فاء بمعنی شرط کے نہ ہو جیسا کہ مبرد کے نزدیک ہے اور یہ آیت دو جملہ بھی نہ ہو جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے تو یہ آیت قاعدہ مذکورہ کے تحت داخل ہو جائے گی اور اس وقت اس پر نصب مختار ہوگا لیکن قراء سبعہ کے اتفاق کی وجہ سے نصب کا مختار ہونا باطل ہے۔ تو پس رفع کی تعیین کرنے کے لیے دو باتوں میں سے ایک کا ہونا لازمی ہے یا تو فاء کو شرط کے معنی میں کیا جائے گا جیسا کہ مبرد نے کیا ہے یا آیت کو دو جملے بنایا جائے گا جبکہ سیبویہ نے کہا ہے

**الایۃ:** سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جملتان یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ الایۃ ہے

مستقلتان کہہ کرایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے س کی تقدیر یہ ہے کہ مبرد کے قول میں بھی یہ آیت دو جملہ ہے اس لیے کے شرط بھی جملہ ہے اور جزاء بھی جملہ ہے تو پھر مبرد اور سیبویہ کے اقوال کے درمیان فرق کیا ہوا ہے۔

**جواب** سیبویہ کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے اور مبرد کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے نہیں ہے اس لیے کہ جزاء شرط پر مرتب ہوتی ہے۔

**قال الشارح** **وی وان لم تکن** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** الا شرط ہے اور فالمختار النصب یہ جزاء ہے حالانکہ الا کا شرط بنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ

شرط جملہ ہوتی ہے اور الا حرف مفرد ہے۔

جواب یہاں الا بمعنی ان لم تکن کے ہے۔ اوران لم تکن جملہ ہے لہٰذا اس کا شرط بنا صحیح ہے۔

**قال الشارح** **واختیار النصب** سے اشارہ کردیا کہ ماتن کی یہ کلام قیاس استثنائی پر مشتمل ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہاں پر دو قیاس ہیں۔

(۱) قیاس اقترانی۔

(۲) قیاس استثنائی۔

## ﴿قیاس اقترانی﴾

صغری :ان لم تکن الفاء بمعنی الشرط اولایة جملتین فهی داخلة تحت الضابطه۔

کبری: وکلما کانت داخلة تحت الضابطة فالمختار حینئذالنصب۔ نتیجه ان لم تکن الشرط بمعنی الفاء والایة جملتین فالمختار حینئذ النصب۔

## ﴿قیاس استثنائی﴾

قیاس استثنائی کا صغری قیاس اقترانی سے حاصل شدہ نتیجہ کو بنایا جائے اور نقیض تالی کی استثناء

کرلی جائے اور یوں کہا جائے ان لم تکن الفاء بمعنی اشرط ولم تکن الایة جملتین فالمختار حینئذ النصب ولکن اختیار النصب باطل نتیجه الفاء بمعنی الشرط اولایة جملتان کیونکہ عین تالی کا استثناء نقیض مقدم کے لیے نتیجہ ہوتی ہے۔

# ﴿بحث الرابع التحذیر﴾

صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع اربعہ کہ جہاں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے۔

**قال الماتن** **وهو معمول بتقدیر الق** تحذیر کی تعریف کا بیان ہے۔ تحذیر وہ اسم ہے جو اتق یا باعد یا بعد وغیرہ مقدر کا معمول ہو پھر تحذیر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جو اتق یا بعد وغیرہ مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرانے کے لیے ذکر کیا گیا ہو۔

(۲) جو اتق یا بعد مقدر وغیرہ کا معمول ہو اور وہ محذر منہ ہو جو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔

**من تلك:** سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اربع پر جو الف لام داخل ہے یہ عہد کا ہے۔ یعنی وہ مواضع اربعہ کہ جن میں معمول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔

**قال الشارح** **وانما وجب** مولانا جامیؒ کی غرض اس موضع میں مفعول بہ کی فعل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس موضع میں بھی مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنے کا وجوب تنگی وقلت اور قلت فرصت کی وجہ سے ہے۔

**فی اللغة :** سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مصنفؒ نے جو تحذیر کا معنی بیان کیا ہے وہ معنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی یہ ہے کہ ایک شئی کو دوسری شئی سے ڈرانا۔ اور ایک شئی کو دوسری شئی سے دور کرنا۔ ای اسم کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ معمول یہ صفت ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے جو کہ اسم ہے۔

**قال الشارح** **عمل فیه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مثلاً ایاك والاسند میں ایاك معمول فیہ ہے معمول نہیں ہے بلکہ معمول تو نصب ہے۔ اور وہ

نصب تحذیر نہیں ہے میں جو تحذیر ہے اس پر تحذیر کی تعریف صادق نہیں آرہی اور جس پر صادق آرہی ہے وہ تحذیر نہیں ہے۔

**جواب** یہاں معمول سے مراد معمول فیہ ہے جیسا کہ مشترک سے مراد مشترک فیہ ہوتا ہے۔

**ای حذر**: ترکیب کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(۱) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا جو کہ حذر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے **حذر ذالك المعمول تحذيرا** ۔ یہ مفعول لہ ہے فعل محذوف کا جو کہ ذکر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ **ذكر ذالك المعمول تحذيرا** ۔

**ای مما بعد ذالك المعمول**: سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع معمول ہے

**علی صيغة المجهول** : سے غرض ضبط صیغہ ہے کہ ذکر بصیغہ مجہول ہے بصیغہ معروف نہیں ہے۔

**عطف** : سے عطف تعین کرنا ہے کہ ذکر یہ معطوف ہے حذر مقدر یا ذکر مقدر پر۔

**فان قلت** : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے **قلنا** سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ذکر کا عطف حذر یا ذکر مقدر پر صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ حذر اور ذکر مقدر میں ایک ضمیر ہے جو کہ راجع ہے معمول کی طرف اور ذکر مذکور ضمیر سے خالی ہے۔ حالانکہ جب معطوف علیہ میں ض، یر ہوتو معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

**جواب** ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ عائد ضمیر کے اندر منحصر ہے۔ بلکہ ضمیر کی جگہ اسم مظہر کو رکھنا بھی عائد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں بھی اسم ظاہر یعنی محذر منہ کو ہر ضمیر کی جگہ رکھدیا گیا ہے لہذا معطوف عائد سے خالی نہ ہوا۔

**قال الشارح** **الا انه وضع** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ضمیر کی جگہ اسم مظہر کو رکھنے کا کیا فائدہ ہے جب کہ ضمیر کے ساتھ مقصود حاصل ہوسکتا تھا اور اس میں اختصار بھی تھا اور عبارت میں اصل اختصار ہے۔

**جواب** معمول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر یعنی محذر منہ کو رکھ کر یہ بتا دیا کہ

معطوف کے اندر معمول محذر منہ ہے محذر نہیں ہے جس طرح کہ معطوف علیہ میں معمول محذر تھا۔

**قال الشارح** هذان مثالان مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لیے ایک مثال کافی ہوتی ہے تو مصنفؒ نے دو مثالیں کیوں ذکر کیں ہیں۔

**جواب** تعدد امثلہ یہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے ایاك والاسد اور ایاك وان تحذف یہ دونوں تحذیر کی نوع اول کی مثالیں ہیں۔

**سوال** تحذیر کی نوع اول کی دو مثالیں کیوں ذکر کیں۔

**جواب** اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ نوع اول میں محذر منہ میں تعمیم ہے خواہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویل ہو۔ پہلی مثال میں محذر منہ یعنی الاسد اسم صریحی ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف یہ اسم تاویلی ہے۔ یا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ محذر منہ کبھی ذات ہوتا ہے کبھی وصف۔ پہلی مثال میں محذر منہ یعنی الاسد ذات ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف یہ صفت ہے۔

ان دونوں مثالوں کی اصل اس طرح ہے بعد نفسك من الاسد وبعد الاسد من نفسك بعد نفسك عن حذف الارنب وبعد حذف الارنب عن نفسك حذف کا معنی ہوتا ہے لکڑی کے ساتھ خرگوش کو مارنا۔ بعد نفسکعن الاسد والاسد من نفسك سے ایاك والاسد اس طرح بنا کر معطوف سے من نفسك کو حذف کر دیا معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے اور من الاسد کو معطوف علیہ سے حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ پھر تنگی وقت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا اور لفظ نفس کو بھی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل منفصل بن گئی تو ایاك والاسد ہو گیا۔

**قال الشارح** وعلى التقديرين مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنفؒ کی کلام میں تدافع ہے اس لیے کہ بعد نفسك من الاسد سے معلوم ہوتا ہے

کہ الاسد محذر منہ ہے اور والاسد من نفسك سے معلوم ہوتا ہے کہ الاسد محذر ہے اور اسی طرح بعد نفسك عن حذف الارنب سے معلوم ہوتا ہے کہ حذف الارنب محذر منه ہے اور بعد حذف الارنب عن نفسك سے معلوم ہوتا ہے کہ حذف الارنب محذر ہے۔

**جواب** دونوں تقدیروں پر مثال اول میں محذر منه الاسد ہے اور مثال ثانی میں محذر منه حذف ہے اس لیے کہ نفس سے اسد اور حذف کو دور کھنے سے مراد نفس کو ان دونوں سے ڈرانا ہے نہ ان دونوں کو نفس سے ڈرانا ہے اور ثانی اول کی تاکید ہے اور یہ تقدیم وتاخیر تکرار لفظی سے احتراز کرنے کے لیے ہے۔

**قال الماتن** **والطريق الطريق** یہ تحذیر کی نوع ثانی کی مثال ہے اس میں الطریق محذر منہ ہے جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے یہ اصل میں تھا اتق الطريق الطريق۔ تنگی وقت کی وجہ سے اتق فعل کو حذف کر دیا تو الطريق الطريق ہو گیا۔

**قال الشارح** **ولايخفى** اعتراض بر ماتن کا بیان۔ حاصل اعتراض یہ ہے کہ اتق کی تخصیص صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اتق کی تقدیر تحذیر کی قسم اول کی جمیع امثلہ میں صحیح نہیں ہے اور بعد کی تقدیر تحذیر ثانی کی بعض امثلہ میں صحیح نہیں ہے لہذا ماتن کو یوں کہنا چاہیے تھا بتقدير بعد او اتق ونحوهما تاکہ تحذیر کی نوع اول کی جمیع امثلہ میں بعد کو مقدر مانا جائے اور نوع ثانی کی بعض امثلہ میں اتق اور بعض امثلہ میں بعد مقدر مانا جائے۔

**جواب** صاحب کافیہ کی جانب سے یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ صاحب کافیہ کی مراد خاص اتق نہیں ہے بلکہ اتق کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔

**قال الشارح** **ولايخفى** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** تحذیر کی تعریف میں اتـــق سے مراد اس کا معنی حقیقی ہے یا اس کا معنی مجازی ہے۔ اگر اتـــق سے مراد اس کا معنی حقیقی ہے تو تحذیر کی یہ تعریف جامع نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس وقت یہ تعریف نوع اول کے تمام افراد کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ نوع اول وہ اتـــق مقدر کا معمول نہیں

ہوسکتی۔ اس لیے کہ اتقاء یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول بہ کا تقاضہ نہیں کرتا۔ چنانچہ یوں نہیں کہا جاسکتا اتقیت زیدا ۔ اور اگر اتق سے اس کا معنی مجازی ہو تو پھر بھی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف نوع ثانی کے بعض افراد کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ بعض افراد میں بعد کی تقدیر صحیح نہیں ہے مثلاً الطریق الطریق اس میں بعد کی تقدیر درست نہیں ہے: کیونکہ مقصود اس سے بچنا ہے نہ کہ اس کو دور کرنا ہے۔ اور اگر معنی حقیقی اور مجازی دونوں ہوں تو جمع بین الحقیقت والمجاز لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

**جواب** متن کی عبارت میں معطوف علیہ محذوف ہے جو کہ بعد ہے اور اصل میں معمول بتقدیر بعد او اتق لہذا تحذیر کی نوع اول کے تمام افراد میں بعد کو مقدر مانا جائے گا۔ اور نوع ثانی کے بعض افراد میں بھی بعد کو مقدر مانا جائے گا۔ جیسے نفسك نفسك ۔ اس لیے کہ نفسك نفسك کا معنی یہ ہے کہ بعد نفسکما یوذیك کالاسد ونحوہ اور بعض افراد میں لفظ اتق مقدر مانا جائے گا جیسے اتق الطریق الطریق ۔

**قیل لفظ الاسد :** سے ایک اعتراض نقل کر کے اجیب سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ایاك والاسد میں الاسد نہ یہ تحذیر کی نوع اول میں داخل ہے اور نہ ہی تحذیر کی نوع ثانی میں داخل ہے۔ نوع اول میں اس لیے داخل نہیں ہے کہ نوع اول میں معمول محذر ہوتا ہے۔ اور یہ محذر نہیں ہے بلکہ محذر منہ ہے اور نوع ثانی میں اس لیے داخل نہیں ہے کہ نوع ثانی میں محذر منہ مکرر ہوتا ہے اور یہ مکرر نہیں ہے۔ حالانکہ محذر ہے۔

**جواب** یہ تحذیر نہیں بلکہ تحذیر کا تابع ہے اس لیے کہ یہ معطوف ہے تحذیر پر اور توابع تعریف سے خارج ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **وتقول ایاك** قیاس عقلی کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ محذر منہ کا استعمال آٹھ طریقوں پر ہو۔ اس لیے کہ محذر منہ اسم صریحی ہوگا یا اسم تاویلی۔ بہر تقدیر وہ من کے ساتھ مستعمل ہوگا یا واؤ کے ساتھ دو کو دو کے ساتھ ضرب دینے سے چار احتمال ہوئے اور پھر واؤ اور من مذکور ہوں گے یا محذوف۔ تو چار کو چار سے ضرب دینے سے آٹھ بنتے ہیں۔

(۱) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو۔

(۲) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو۔

(۳) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو۔

(۴) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو۔

(۵) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔

(۶) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔

(۷) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو۔

(۸) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو۔

ان آٹھ صورتوں میں سے تین صورتیں غیر مستعمل ہیں اس لیے کہ محذر منہ کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ جائز نہیں ہے خواہ محذر منہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی ہو۔ اور اسی طرح محذر منہ اسم صریحی کا استعمال من محذوف کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر محذر منہ اسم تاویلی ہوتو اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ جائز ہے۔ تین صورتیں خارج ہونے کے بعد باقی پانچ صورتیں رہ گئیں۔ اس تفیصل کیطرف مصنفؒ نے اشارہ کیا اور کہا کہ تحذیر کی نوع اول کی دونوں قسموں میں یعنی خواہ محذر منہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی ہو جس طرح محذر منہ کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ جائز ہے اسی طرح محذر منہ کا استعمال من مذکور کے ساتھ بھی جائز ہے۔ ایاك من الاسد جائز ہے جس طرح اایاك و الاسد جائز ہے۔ اس طرح ایاك من ان تحذف بھی جائز ہے جس طرح کہ اایاك وان تحذف کہنا بھی جائز ہے اسی طرح ایاك ان تحذف تقدیر من کے ساتھ بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ ان اور انسے حرف جر کو قیاسی طور پر حذف کرنا جائز ہوتا ہے۔ اور ایاك الاسد تقدیر من کے ساتھ یہ جائز نہیں ہے جب محذر منہ اسم صریحی ہوتو اس سے من کا حذف جائز نہیں ہوتا۔

فان قلت: سے ایک سوال نقل کر کے قلنا سے اس ک جواب دینا ہے

**سوال** ایاك الاسد میں من کومقدر نہیں مانتے بلکہ ہم واؤ کومقدر مانتے ہیں ایاك الاسد اصل میں ایاك والاسد تھا اب یہ ترکیب جائز ہو جائے گی۔

**جواب** جس کا حاصل یہ ہے کہ واؤ عاطفہ کا حذف صرف شاذ نہیں بلکہ اشذ شذوذا ہے اس لیے کہ حرف جر جب ان اوران کے ساتھ ہو تو اس کا حذف قیاسی ہوتا ہے اور جب ان اوران کے غیر میں کے ساتھ ہو تو اس کا حذف خلاف قیاس بطور شذوذ کے کثرت سے ہے اور لیکن عاطف کا حذف ثابت نہیں ہے البتہ نادر ہے تو یہ اشذ شذوذا ہوا۔لہذا یہ کہنا کہ **ایاك الاسد** میں واؤ مقدر رہے یہ درست نہیں ہے۔

# ﴿بحث مفعول فیہ﴾

**قال الماتن** **هو مافعل فيه فعل مذكور** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ زمان یا مکان ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو۔

**قال الشارح** **اى حدث** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول فیہ کی یہ تعریف مفعول فیہ کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ کوئی مفعول فیہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں فعل کیا گیا ہو۔ کیونکہ فعل امور ثلاثہ پر مشتمل ہوتا ہے۔(۱) حدث (۲) زمان (۳) نسبت الی الفاعل اور زمان یا مکان کے اندر فقط حدث واقع ہوتی ہے۔

**جواب** جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر فعل سے مراد فعل لغوی یعنی حدث ہے۔

**قال الشارح** **تضمنا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب فعل سے مراد حدث ہے تو مفعول فیہ کی یہ تعریف اس مفعول فیہ پر صادق آئے گی جس کا عامل مصدر ہو۔اور جس کا عامل غیر مصدر ہو اس پر یہ تعریف صادق نہیں آئے گی جیسے صمت یوم الجمعة میں یوم الجمعة پر۔حالانکہ یوم الجمعة مفعول فیہ ہے۔

**جواب** فعل مذکور میں تعمیم ہے خواہ وہ تضمنا ہو یا مطابقة ہو۔ جب عامل مصدر ہو تو اس وقت فعل لغوی مطابقة ثابت ہوگا اور جب عامل فعل ہو تو اس وقت فعل لغوی تضمنا ثابت ہوگا اور مثال مذکور

میں فعل لغوی کی اگر چہ مطابقتہ ثابت نہیں ہے لیکن تضمنا تو ثابت ہے۔

**قال الشارح** فی ضمن مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یہ تعریف اس یوم الجمعة پر صادق نہیں آتی جو متی صمت کے جواب میں واقع ہو اس لیے کہ اس میں فعل مذکور نہیں ہے نہ مطابقتا اور نہ تضمنا۔

**جواب** فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو اور مثال مذکور میں اگر چہ ملفوظ نہیں ہے لیکن مقدر ہے۔

**قال الشارح** اوشبهه مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول فیہ کی یہ تعریف اس مفعول پر صادق نہیں آتی جس کا عامل شبہ فعل ہو جس طرح انا صائم یوم الجمعة میں واقع ہے اس لیے کہ اس میں فعل مذکور نہیں کیا گیا نہ مطابقتا اور نہ تضما۔

**جواب** فعل لغوی میں تعمیم ہے خواہ وہ فعل اصطلاحی کے ضمن میں ہو یا شبہ فعل کے ضمن میں۔ اور مثال مذکور میں فعل لغوی اگر چہ فعل اصطلاحی کے ضمن میں نہیں ہے لیکن شبہ فعل کے ضمن میں ضرور ہے۔

**قال الشارح** فقوله مولانا جامیؒ کی غرض فوائد قیود کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف میں مافعل فیه فعل بمنزل جنس کے ہے جو تمام اسماء زمان اور مکان کو شامل ہے۔ اس لیے کہ کوئی زمان اور مکان ایسا نہیں ہے کہ جس میں فعل نہ کیا گیا ہو خواہ وہ فعل مذکور ہو یا نہ ہو۔ مذکور بمنزل فصل اول کے ہے۔ اس سے وہ زمان اور مکان خارج ہو گیا کہ جس میں وہ فعل کیا گیا ہو جو مذکور نہ ہو۔ جیسے یوم الجمعة وغیرہ۔ اس لیے کہ یوم الجمعة کے اندر اگر چہ کوئی نہ کوئی فعل ضرور کیا گیا ہے لیکن وہ مذکور نہیں ہے۔

لکن بقی مثل : مولانا جامیؒ کا ایک اعتراض کو نقل کر کے فلو اعتبر سے جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول بہ کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف شهدت یوم الجمعه میں یوم الجمعة پر صادق آتی ہے۔ حالانکہ یہ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔

**جواب** تعریف کے اندر حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو اس حیثیت سے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اور مثال مذکور میں یوم الجمعۃ کا ذکر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہوا ہے۔

**قال الشارح** **ولایخفی** مولانا جامیؒ کی غرض جواب مذکور پر اعتراض کرنا ہے۔

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اگر تعریف کے اندر حیثیت کی قید معتبر ہو تو پھر مذکور کو ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ مذکور کو ذکر کرنے سے مقصود یوم الجمعہ یوم طیب کو خارج کرنا ہے۔ حالانکہ وہ تو حیثیت کی قید سے خارج ہو گیا۔ اس لیے کہ یوم الجمعہ یوم طیب اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل مذکور کیا گیا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اگر یوم طیب محمول ہے۔

**الا بزیادته:** اس کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر مذکور کا ذکر معرف کی زیادہ وضاحت کرنے کے لیے ہے۔

**قال الشارح** **بیان لما** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول فیہ کی تعریف مافعل فیه فعل مذکور پر جمعا ومنعا تام ہو گئی ہے۔ لہذا من زمان او مکان کا ذکر مستدرک ہوا۔

**جواب** تعریفات کے اندر تمام قیودات احترازی نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعض قیودات زیادہ وضاحت کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ لہذا من زمان او مکان بھی زیادہ ایضاح کے لیے ہے۔

**قال الشارح** **و اشارة الی قسمی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** تعریف کے اندر کلمة او کو ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ کلمة او تشکیک کے لیے ہوتا ہے۔ اور تعریف ایضاح کے لیے ہوتی ہے اور ان دونوں میں منافات ہیں۔

**جواب** کلمة او تشکیک کے لیے نہیں ہے بلکہ تقسیم کے لیے ہے۔ اس سے مفعول فیہ کی دو

قسموں کہ طرف اشارہ ہے۔

**قال الشارح** تمهیدا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اقسام کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

**جواب** جس کا حاصل یہ ہے کہ اقسام میں سے ہر ایک کے حکم کو بیان کرنے کے لیے ان کا ذکر بطور تمہید کے ہے۔

**قال الشارح** هو ای المفعول فیه مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مصنف کا قول وشرط نصبه تقدیر فی درست نہیں ہے۔ کیونکہ تقدیر فی مفعول فیہ کے مفعول فیہ ہونے کی شرط ہے اس کے منصوب ہونے کی شرط نہیں ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔

**جواب** مصنف کی عبارت مصنف کے مذہب پر مبنی ہے اس لئے کہ مصنف کے نزدیک تقدیر فی یہ مفعول فیہ کے مفعول فیہ ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط ہے۔ مصنف کا مذہب پر مفعول فیہ کی دو قسمیں ہوئیں (۱) وہ مفعول فیہ جس میں فی ملفوظ ہو (۲) وہ مفعول فی جس میں فی مقدر ہو۔ البتہ چونکہ جمہور کے نزدیک مفعول فیہ کی ایک ہی قسم ہے۔ اس لیے ان کے نزدیک یہ شرط مفعول فیہ ہونے کے لیے ہے۔

**قال الماتن** وظرف الزمان کلها تقبل ظروف زمان سارے کے سارے خواہ وہ مبہم ہوں یا محدود تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔ مبہم تو اس لئے کہ زمان مبہم فعل کے مفہوم کا جزء ہے لہذا بلا واسطہ حرف جر کے اس کا منصوب ہونا صحیح ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ج فعل کے جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کیا جائے تو اس کا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہوتا ہے۔ جیسا کہ مفعول مطلق یہ بھی عل کے مفہوم کا جزء ہے۔ اور علیحدہ مستقل طور پر مذکور ہے۔ لہذا اس کا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہے۔ اور زمان محدود تقدیر فی کو اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم پر حمل کی وجہ سے یہ ہے کہ وہ دونوں زمانیت میں شریک ہیں زمان مبہم کی مثال جیسے صمت دھرا اور زمان محدود کی مثال جیسے اطرت الیوم۔

ظروف مکان اگر مبہم ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔اور اگر ظروف مکان محدود ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتے۔

**قال الشارح** **المکان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کـــان کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) اس کا مرجع ظروف ہو۔(۲) اس کا مرجع المکان ہو۔اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔پہلا احتمال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ضمیر کا مرجع ظروف ہو تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی۔اس لیے کہ ضمیر واحد کی ہے اور ظروف جمع ہے۔اور دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر ضمیر کا مرجع المکان ہو تو جملہ خبریہ کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا۔

**جواب** ضمیر کا مرجع المـکـان ہے۔باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اس صورت میں جملہ خبریہ کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا اس کا جواب یہ ہے کہ مکان کی طرف ضمیر کو راجع کرنا یہ حقیقت میں ظروف کی طرف ضمیر کو راجع کرنا ہے اس لئے کہ ظروف کی اضافت مکان کی طرف یہ اضافت بیانیہ ہے۔

**ای تقدیر فی:** سے ذالک کے مشار الیہ کو بیان کر دیا۔

**قال الشارح** **حملا** سے ظرف مکان مبہم کے تقدیر فی کو قبول کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ظرف مکان مبہم تقدیر فی کو قبول اس لئے کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم کو کیوں دونوں وصف ابہام میں شریک ہیں۔جلست خلفک

**قال الشارح** **اذ الم یك** سے ظرف مکان محدود کے تقدیر فی کو قبول نہ کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکان محدود تقدیر کو اس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس کو زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے۔اس لئے کہ نہ ذات زمانیت میں شریک ہے اور نہ ہی وصف ابھامیت میں شریک ہے

**وفسر المبھم:** مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی گئی ہے

**قال الشارح** من المكان مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** فسر المبهم من الجهات السته یہ منقوض ہے الدھر کے ساتھ۔اس لئے کہ یہ مبہم ہے حالانکہ یہ جہات ستہ میں سے نہیں ہے۔

**جواب** یہاں مبہم سے مراد مکان مبہم ہے۔اور الدهر یہ مکان مبہم نہیں ہے بلکہ زمان مبہم ہے لہذا نقض وارد نہیں ہوگا۔

وهی: یہاں سے جہات ستہ کے مصداق کا بیان ہے کہ جات ستہ کا مصداق امام ۔ خلف۔ یمین۔ یسار۔ فوق۔ تحت۔اور جو چیز ان کے معنی میں ہو۔

فان امام : سے جہات ستہ کے مبہم ہونے کی وجہ کا بیان ہے جس کا ہے یہ مبہم اس لئے ہیں کہ مثلا امام زید یہ ہر اس کو شامل ہے کہ جو اس کے چہرے کے مقابل ہو انقطاع ارض تک۔

ولما لم يتناول: تمہید ہے مصنف کے قول وحمل کے لیے اور سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مکان مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی گئی ہے۔حالانکہ ان کے علاوہ بھی بعض ظروف مکان ایسے ہیں جو تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں جیسے عند اور لدای وغیرہ۔

**جواب** عند اور لدای وغیرہ یہ محمول ہیں مکان مبہم پر اس لیے کہ جس طرح جہات ستہ کے اندر ہوتا ہے ابہام اسی طرح ان کے اندر بھی ابہام ہوتا ہے۔اسی وجہ سے یہ مکان مبہم پر محمول ہیں۔

**قال الشارح** ولم يذكر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** یہ تقریب تام نہیں ہے اس لیے کہ مدعی تو یہ ہے کہ عند اور لدای اور ان کے مشابھات یہ محمول ہیں۔مکان مبہم پر اور دلیل حرف عند اور لدای کے حمل پر قائم کی ہے۔پس دعوای عام اور دلیل خاص ہوئی

**جواب** مصنف نے عند اور لدای ۔کے مشابھات کو مکان مبہم پر محمول کرنے کی وجہ اس لیے ذکر نہیں کی کہ عند اور لدای ۔کے مشابھات کا حکم بھی یہی ہے۔جو عند اور لدای کا ہے۔اور بعض نسخوں میں لا بھامھا ہے [illegible] کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

وکذا : سے حاصل عطف کا بیان کہ لفظ مکان معطوف ہے عند اور لدای پر اور یہ من قبیل عطف المشبہ علی المشبہ بہ ہے۔ یعنی جس طرح عند اور لدای یہ مکان مبہم کا محمول ہیں اس طرح لفظ مکان بھی مکان مبہم پر محمول ہے۔ حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا استعمال کثرت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ جہات ستہ کا استعمال کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کے اندر ابھام ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ تو معین ہوتا ہے۔ جیسے جلست مکانک۔

وکذا حمل : حاصل عطف کا بیان ہے۔ مابعد دخلت یہ معطوف ہے عند اور لدای پر اور یہ عطف من قبیل عطف المشبہ علی المشبہ بہ ہے یعنی جس طرح عند اور لدای اور ان کے مشابہ یہ مکان مبہم پر محمول ہوتے ہیں اسی طرح دخلت کا مابعد بھی مکان مبہم پر محمول ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کے اندر ابھام ہوتا ہے۔

ای علی المذهب الاصح : ترکیب کا بیان ہے۔ کہ الاصح صفت ہے جس کا موصوف المذهب محذوف ہے۔

فانہ ذھب : سے مذہب اصح کے مقابل کا بیان کہ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہے لیکن اصح یہ ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے اس لیے کہ اصل اس کا استعمال حرف جر کے ساتھ ہو لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے حرف جر کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

**قال الشارح** **وھذا محل** مولانا جامیؒ کی غرض مذہب اصح پر ایک اعتراض کرنا ہے کہ دخلت کا مابعد مثلاً دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا اور مفعول بہ نہ بنانا یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ فعل کو مفعول فیہ کی طلب اسوقت ہوتی ہے کہ جب اس کا معنی پورا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مثال مذکور میں دخول کا معنی دار کو ذکر کرنے کے بغیر تام نہیں ہوتا اس کا معنی دار کو ذکر کرنے کے ساتھ تام ہوتا ہے جب دار کو ذکر کرنے کے ساتھ اس کا معنی تام ہو جائے گا۔ تو پھر یہ مفعول فیہ کو طلب کرے گا جیسا کہ دخلت الدار فی البلد الفلان میں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ الدار یہ مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے۔

**قال الشارح** **وممّا یوید** مولانا جامی کی غرض سے اعتراض مذکور کی تائید اور توثیق ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ مفعول فیہ کی علامت یہ ہے کہ ہر وہ فعل جو کسی مکان خاص کی طرف منسوب ہو اس مکان میں وقوع کی وجہ سے تو اس فعل کی نسبت ایسے مکان کی طرف بھی کرنی صحیح ہوتی ہے کہ جو اس مکان خاص کو بھی شامل ہو اور اس کے غیر کو بھی مثلاً جب کوئی آدمی کہے ضربت زیداً فی الدار التی ھی جزء من البلد تو جس طرح ضربت زیداً فی الدار کہنا درست ہے اسی طرح ضربت زید فی البلد کہنا بھی درست ہے۔ لیکن دخول کی نسبت دار کی طرف ایسی نہیں ہے کہ اس کی نسبت اس لیے مکان کی طرف بھی کرنی صحیح ہیں کہ جو اس دار کو بھی شامل ہو اور اس دار کے غیر کو بھی شامل ہو۔ مثلاً کوئی آدمی شہر کے اندر مقیم ہو اور وہ کہے کہ دخلت تو اس کا دخلت البلد کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ دخول متحقق ہوتا ہے خروج کے بعد حالانکہ وہ بلد میں موجود نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ دخلت اندار میں الدار مفعول فیہ نہیں ہے بلکہ مفعول بہ ہے۔

وقیل معناہ: مصنف کے قول علی الاصح کی ایک تقریر تو گذر چکی ہے۔ کہ الاصح صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ المذھب ہے۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ الاصح صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے جو کہ الاستعمال ہے۔ تو مصنف کے قول کا معنی یہ ہوگا علی الاستعمال الاصح۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ صحیح ہے جیسے دخلت فی الدار لیکن اصح یہ ہے کہ اس کا استعمال فی کے بغیر ہو۔

ونقل عن سیبویہ: سے اس کی تائید ہے کہ جس کو قیل سے نقل کیا گیا ہے کہ سیبویہ نے کہا ہے کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ ہے شاذ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دخلت کا استعمال فی کے بغیر اصح اور اکثر ہے۔

**قال المصنف** **وینصب بعامل** مولانا صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ عامل مقتدر کے ساتھ بلا شرط تفسیر بھی منصوب ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کہے متی سرت تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعہ تو یہ یوم الجمعہ منصوب ہے فعل مقدر کی وجہ سے جو کہ

سرت ہےاوراس فعل متقدر کی کوئی تفسیر بھی نہیں کرر ہا ہے اسی طرح مفعول فیہ بشرط تفسیر عامل مقدر کی وجہ سے منصوب بھی ہوتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی کہے متــی صـمــت تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعه صمت فيه۔ اس میں یوم الجمعه منصوب ہے۔ عامل مقدر کی وجہ سے جو کہ صمت ہے۔ جس کی تفسیر بعد والا صمت کرر ہا ہے۔

**قال الشارح** **بلا شريطة التفسير** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** علی شريطة التفسير کا عطف عامل مضمر پر صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عطف الشی علی نفسہ ہے حالانکہ معطوف معطوف علیہ کے درمیان مغیرت ہوتی ہے۔

**جواب** عامل مضمر سے مراد بلا شريطة التفسير ہے۔ اور یہ عطف الشی علی النفسہ کے قبیل سے نہیں ہے۔ باقی اس کے اندر وتفصیل ویسے ہی جیسا کہ مفعول بہ کے اندر تھی ما اضمر عامله کے عنوان سے جس طرح وہاں پر پانچ قسمیں تھی۔ اس طرح یہاں پر بھی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) اختیار رفع (۲) اختیار نصب (۳) وجوب رفع (٤) وجوب نصب (٥) دونوں مساوی

# ﴿بحث مفعول له﴾

**قال الماتن** **هو ما فعل لاجله** مولانا صاحب کافیہ مفعول لہ کی تعریف کرر ہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول لہ وہ ہے کہ جس کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔

**قال الشارح** **ای لقصد تحصيله** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول لہ کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف ضربته تاديبا میں تاديبا پر صادق نہیں آتی کیونکہ لاجلـه سے متبادر یہ ہے کہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو اور تـاديبـا ایسا نہیں ہے اس لیے کہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور نہیں کیا گیا بلکہ اس کے تحصیل کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہے۔

**جواب** لاجلـه میں تعمیم ہے خواہ اس کی تحصیل کے قصد سے فعل مذکور کیا گیا ہو اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اب یہ تعریف تاديبا صادق آجائے گی۔

وخرج به سائر: سے لاجلہ کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے ذریعے مفعول لہ کے علاوہ باقی سب مفاعیل خارج ہو گئے اس لئے کہ ان کی تحصیل کی قصد سے یا ان کے وجود کے سبب سے فعل مذکور نہیں کیا جاتا ہے۔

**قال الشارح** ای حدث مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول لہ کی یہ تعریف مفعول لہ کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ کوئی بھی مفعول لہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وجود کے سبب سے یا اس کی تحصیل کے قصد سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ فعل امور ثلثہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۱) حدث (۲) زمان (۳) نسبت۔ اور کوئی بھی ایسا مفعول لہ نہیں ہے کہ جس کے اندر وجود کے سبب سے یا تحصیل کے لئے یہ تینوں امور کیے جاتے ہوں۔

**جواب** یہاں فعل سے مراد فعل لغوی ہے۔ یعنی حدث

ای ملفوظ: سے مذکور کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ یہاں مذکور کا معنی ملفوظ کے ہے۔

**قال الشارح** حقیقتا او حکما مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول لہ کی یہ تعریف جامع نہیں۔ یہ تعریف اس مفعول لہ پر صادق نہیں آتی جس کا فعل مذکور نہ ہو جیسے تادیبا اس شخص کے جواب میں بولا جائے جو کہے لم ضربت زیدا

**جواب** فعل ملفوظ میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما ہو۔ اور مثال مذکور میں فعل ملفوظ اگر چہ حقیقتا نہیں ہے لیکن حکما ہے۔

فقولہ مذکور: مولانا جامیؒ کی غرض مذکور کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔ کہ یہ قید احترازی ہے۔ اس سے اعجبنی التادیب جیسی مثالوں کو خارج کرنا ہے اس لیے کہ تادیب کا فعل ضرب جو کہ تادیب کی تحصیل کے لئے کیا گیا ہے وہ ملفوظ نہیں ہے۔ نہ حقیقتا اور نہ حکما بلکہ وہ متعقل ہے۔

فان قلت: اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ مذکور کی قید کے ذریعے اعجبنی التادیب کی مثل کو خارج کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا فعل معنی ضرب جو کہ تادیب کی تحصیل کے لئے کہا گیا ہے۔ وہ

فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی ترکیب میں مذکور ہے جیسا کہ ضربت زیدا میں ہے۔

قلنا: سے مولانا جامیؒ نے اس کا جواب دیا جس کا حاصل ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ مذکور ہو۔ اس پر سوال ہوا کہ وہ فعل تو اس کیساتھ مذکور ہے۔ جیسے ضربت تادیبا میں ہے۔

**جواب** مراد یہ ہے کہ فعل اس اسم کے ساتھ اسی ترکیب کے اندر مذکور ہو کہ جس ترکیب کے اندر وہ اسم مذکور ہے۔ اور ضربت یہ اس ترکیب کے اندر نہیں ہے کہ جس ترکیب کے اندر التادیب ہے

**قال الشارح** **ویرد حینئذ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجله اس میں تادیب کے ساتھ فعل مذکور ہے اور اس ترکیب کے اندر ہے کہ جس ترکیب کے اندر التادیب ہے حالانکہ یہ مفعول لہ نہیں ہے۔

**جواب** مراد یہ ہے کہ اس فعل کو ذکر کرنا اس لیے ہوتا کہ وہ اسم میں عمل کرے اور مثال مذکور میں فعل کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ تا کہ ہو تادیب میں عمل کرے۔

مثال لما فعل: سے ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے ضربت تادیبا اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کی تحصیل کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اور وہ فعل ضرب ہے اس لیے کہ تادیب ضرب کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور اس پر مرتب ہوتی ہے۔

مثال لما: سے ممثل لہ کی تعین کرنا ہے کہ قعدت عن الحرب جبنا میں جبنا اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اور وہ فعل قعود ہے اس لئے کہ قعود بزدلی کے وجود سے پیدا ہوتی ہے۔

والقائل: سے ترکیب کا بیان ہے۔ کہ مصنف کا قول خلافا مفعول مطلق ہے۔ فعل محذوف یخالف کا پھر فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہو کر خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ القائل ہے۔

ظاهرا: کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کے خلافا مفعول مطلق ہے۔ نوع کے لیے ہے اس لے کہ خلاف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظاہر (۲) خفی۔ اور یہ خلافا نوع اول کے قبیل سے ہے۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ مفعول لہ مستقبل محمول کا

مفعول مطلق میں داخل نہیں ہے۔ وہ زجاج نحوی کے مخالف ہیں۔ اس لے کہ زجاج کے نزدیک مفعول لہ مستقبل معمول نہیں ہے۔ بلکہ یہ مفعول مطلق ہے جو باعتبار لفظ کے فعل کے مغایر ہے چنانچہ زجاج کے نزدیک ضربته تاديبا کا معنی ہے ادبته بالضرب تاديبا یاضرب تاديب اور قعدت عن الحرب جبنا اس کا معنی ہے جبنتي في القعود عن الحرب جبنا یا اس کا معنی ہے قعدت قعود جبن۔

**قال الشارح** **وردقول الزجاج** جواب من جانب الجمہور کہ زجاج ک یہ قول مردود ہے اس لئے کہ اگر ایک نوع کے ساتھ دوسری نوع کی تاویل کرنی صحیح ہو۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی نوع دوسری نوع کی حقیقت میں داخل ہوکر اس کا عین بن جائے۔ جس طرح کہ حال کو تاویل کے ذریعے ظرف اور مفعول فیہ بنا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ مثلا جاء زيد راكبا کی تاویل کر کے جاء زيد وقت الركوب کے معنی میں کر سکتے ہیں لیکن اس تاویل کے صحیح ہوجانے سے حال اپنی حقیقت سے نہیں نکلتا اسی طرح مفعول لہ بھی اپنی حقیقت سے نہیں نکلتا

اى شرط انتصابه: سے اس بات کی طرا اشارہ کیا کہ نصب مصدر مجہول ہے۔

لا شرط كونهٗ: شرط نصبه کی قید کے قاعدہ کا بیان کہ نصبہ کا لفظ اس پر دال ہے کہ صاحب کافیہ نے یہاں پر بھی جمہور کے ساتھ ٹکر لی ہے کہ مفعول لہ کی دو قسمیں ہے۔ (۱) جس میں لام ملفوظ ہو (۲) جس میں لام مقدر ہو۔ اور جمہور کے ہاں مفعول لہ ایک ہی قسم ہے کہ جس میں لام مقدر ہو اگر لام ملفوظ ہو تو وہ مفعول بہ بالواسطہ ہے بخلاف صاحب کافیہ کے کہ ان کے نزدیک ہر دونوں قسمیں مفعول لہ کی ہیں کیونکہ مفعول لہ کی تعریف دونوں قسموں میں سے ہر ایک پر صادق آتی ہے کیونکہ جیسے منصوب بتقدير لام فعل مذکور کی علت ہوتا ہے ایسے ہی مجرور باللام بھی فعل مذکور کی علت ہوتا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں اگر صاحب کافیہ جمہور کی مخالفت نہ کرتے تو شرطہ کہتے۔ شرط نصبہ نہ فرماتے۔

لانهـا: سے شرط مذکور کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شرط مذکور اس لئے لگائی کہ اگر

لام مقدر نہ ہو بلکہ ظاہر ہو تو مفعول لہ منصوب نہ ہوگا۔ مجرور ہوگا۔

**قال الشارح** **وخص اللام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مفعول لہ جس طرح لام کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح من اور باء اور فی کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ من کی مثال خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ باء کی مثال فبظلم من الذین اور فی کی مثال جیسے ان امراءۃ دخلت النار فی هرۃ ای لاجلها جب مفعول لہ ب۔ اور من۔ اور فی۔ کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو مصنف نے تقدیر لام کو خاص طو پر ذکر کیوں نہیں کیا۔

**جواب** مصنف نے لام کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ افعال کی تعلیلات میں اکثر یہی استعمال ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **ولما کان تقدیر اللام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** صاحب کافیہ اختصار کے در پے تھے اور اختصار اس میں تھا کہ یوں فرماتے وانما یجوز جس میں ضمیر فاعل کا مرجع تقدیر اللام ہو جاتا حذفها فاعل اسم ظاہر کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی لہذا حذفها کا ذکر طول بلا طائل ہے۔

**جواب** تقدیر کا معنی دو چیزوں کے مجموعہ سے مرکب ہے

(۱) حذف الشی عن اللفظ (۲) ابقاؤہ فی النیت والارادہ ان جزئین میں سے دوسری جزء اپنے اصل پر ہونے کی وجہ سے کسی شرط کی طرف محتاج نہیں اور جزء اول خلاف اصل ہونے کی وجہ سے شرط کی طرف محتاج ہے۔ خلاف اصل اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ شئی لفظوں میں باقی رہے لہذا جزء اول خلاف اصل ہونے کی وجہ سے محتاج الی الشرط ہے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر صاحب کافیہ صرف انما یجوز کہتے اور ضمیر کے تقدیر اللام کی طرف لوٹنے پر اکتفاء فرماتے تو اس سے یہ بات واضح آتی کہ تقدیر بتمامہ یعنی اپنے دونوں جزؤں کے اعتبار سے محتاج الی الشرط ہے حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہے تو خلاف واقع کے ایہام سے احتراز کے لیے صاحب کافیہ نے صرف انما یجوز پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انما یجوز حذفها کہا تا کہ

احتراز : سے فعل کے قید کے فائدے کو بیان کر دیا ہے کہ فعل سے مراد اثر ہے یہ قید احترازی ہے اس لے احتراز ہے اس مفعول لہ سے جو فعل یعنی اثر نہ ہو بلکہ عین ہو جیسے جئتك للسمن لفاعل الفعل المعلل به : یہ قید احترازی ہے اس مفعول لہ سے جو فعل معلل بہ کے فاعل کے غیر کا اثر ہو جیسے جئتك لمحبتك ایای اس لئے کہ جئت فعل معلل بہ کا فاعل متکلم ہے اور مفعول لہ کا فاعل مخاطب ہے۔ یہاں کچھ لکھنا ہے

# ﴿بحث الحال﴾

**قال الماتن** **وما يبين هياءة الفاعل** صاحب کافیہ منصوبات میں سے چھٹے قسم حال کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔ حال کی تعریف کا حاصل یہ ہے حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے خواہ وہ فاعل اور مفعول بہ لفظی ہوں یا معنوی ہوں۔

**قال الشارح** **لمافرغ من المفاعيل** سے طلباء کرام کو شوق دلانا ہے اس لیے کہ بحث جدید کے شروع کرنے کے ساتھ انسان خوش ہو جاتا ہے

**قال الشارح** **ای من حيث** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** حال کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف فاعل اور مفعول بہ کی صفت مثلاً جاء نی زید العاقل اور رائیت زیدا العاقل میں العاقل پر صادق آتی ہے اس لیے کہ یہ بھی فاعل کی ہیئت اور مفعول کی ہیئت بیان کر رہی ہیں حالانکہ وہ حال نہیں۔

**جواب** تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے۔ یعنی حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے اس حیثیت سے کہ وہ فاعل اور مفعول بہ ہوں۔ اور مثال مذکور میں اگر چہ فاعل اور مفعول کی صفت فاعل اور مفعول کی ہیئت پر دلالت کر رہی ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں ہے کہ وہ فاعل اور مفعول بہ ہے۔ بلکہ مطلق دلالت کرتی ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔

**قال الشارح** **كما هو الظاهر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** متن میں تو ہیئت مطلقا ہیں پھر تم نے حیثیت کی قید کہاں سے نکال لی ہے

**جواب** حیثیت کی قید ظاہر ہے۔ وجہ ظہور یہ ہے کہ یہ مقام مقام تعریف ہے اور تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہوتی ہے۔ باقی اس کو ذکر نہیں کیا۔ ماسبق پر اکتفاء کرتے ہوئے

**قال الشارح** فبذکر الھیاءۃ سے فوائد قیود کا بیان ہے۔ تعریف میں ہیئت کی قید کے ساتھ وہ چیز خارج ہوگئی کہ جو ہیئت کو بیان نہ کرے بلکہ ذات کو بیان کرے جیسا کہ تمیز ہے۔ ہیئت کی فاعل یا مفعول کی طرف وضاحت سے وہ چیز خارج ہوگئی جو فاعل یا مفعول بہ کے غیر کی ہیئت کو بیان کرے۔ جیسا کہ مبتداء کی صفت جیسے زید العاقل اور حیثیت کی قید سے فاعل اور مفعول بہ کی فصت خارج ہوگئی اس لیے کہ وہ اگرچہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئت پر دلالت کرتی ہے۔

فائدہ حال اور تمیز میں امور خمسہ کے اعتبار سے اشتراک ہے اور وہ امور خمسہ یہ ہیں۔

(۱) اسمان (۲) نکرتان (۳) فضلتان (٤) منصوبتان (٥) رافعتان للابھام

اور امور سبعہ کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے

(۱) حال جملہ، ظرف، مجرور تینوں طرح واقع ہوتا ہے بخلاف تمیز کے کہ وہ فقط اسم ہوتی ہے

(۲) حال پر کبھی معنی کلام محذوف ہوتا ہے بخلاف تمیز کے

(۳) حال ہیئات کے لیے مبین ہوتا ہے اور تمیز ذوات کے لئے مبین ہوتی ہے۔

(۴) حال کبھی متعدد اور تمیز متعدد نہیں ہوتی

(۵) حال اپنے فعل متصرف پر مقدم ہوتا ہے بخلاف تمیز کے کہ مذہب اصح پر مطلق اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوتی

(٦) حال میں اصل مشتق ہونا ہے بخلاف تمیز کے اس میں اصل جامد ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کا عکس بھی ہو جاتا ہے

(۷) حال اپنے عامل کے مضمون کے لیے موکد بھی ہوتا ہے بخلاف تمیز کے

**قال الشارح** وھذا الترديد علی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** صاحب کافیہ نے جو حال کی تعریف کی ہے اس میں لفظ او کے استعمال سے معلوم ہوتا

ہے کہ حال وہ ہے جو مفعول کی ہیئت کے لیے مبین ہو اس سے وہ حال خارج ہو جاتا ہے جو فاعل اور مفعول دونوں کی ہیئت کے لیے مبین ہو جیسے ضربت زیدا راکبین میں راکبین دونوں کی ہیئت کے لیے مبین ہے۔

**جواب** بھائی یہ متن کی عبارت قضیہ منفصلہ مانعتہ الخلو پر مشتمل ہے یہ منفصلہ مانع الجمع نہیں ہے تاکہ اعتراض تمہارا وارد ہو سکے۔

**قال الشارح** ای لفظیا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** کان کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

**جواب** یہاں پر یاء نسبت کی محذوف ہے ای لفظیا اب حمل صحیح ہو جائے گا۔

**قال الشارح** بان تکون باء تصویر برائے تعیین مراد کہ لفظا او معنی سے مراد یہ نہیں کہ فاعل اور مفعول بہ مقدر ہو بلکہ فاعل اور مفعول کے لفظ ہونے سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت نفس لفظ اور منطوق کلام سے سمجھ میں آئے کسی ایسے معنی کا اعتبار اور لحاظ کرنے کی ضرورت نہ ہو جو مفہوم کلام سے سمجھ میں آتا ہو اور نفس لفظ اور منطوق کلام سے خارج ہو اور فاعل کے معنوی اور مفعول کے معنوی ہونے سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت نفس لفظ اور منطوق کلام سے سمجھ میں نہ آئے بلکہ مفہوم کلام سے سمجھ میں آئے۔

**قال الشارح** والمراد بالفاعل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ حال خارج ہو جاتا ہے جو مفعول معہ کی ہیئت کے لیے مبین ہو یا مفعول مطلق یا مضاف الیہ کی ہیئت کے لیے مبین ہو اس قدر افراد کا تعریف سے خارج ہو جانا انتہائی بعید از قیاس بات ہے۔

**جواب** بھائی صاحب فاعل اور مفعول بہ میں تعمیم ہے خواہ فاعل حقیقت ہو یا حکما خواہ مفعول حقیقت ہو یا حکما۔ اب ہم یہ کہتے کہ وہ حال جو مفعول معہ کی ہیئت کے لیے مبین ہو وہ فاعل حکمی یا مفعول حکمی سے حال واقع ہوتا ہے کیونکہ اگر مفعول معہ فاعل کے ساتھ فعل کے صدور میں

شریک ہوتو وہ مفعول معہ حکما فاعل ہوا ہے اور اگر مفعول مع مفعول بہ کے ساتھ وقوع فعل میں شریک ہوتو ایسا مفعول معہ حکما مفعول بہ ہوتا ہے اور اسی طرح مفعول مطلق سے واقع ہونے والا حال بھی درحقیقت مفعول بہ سے حال واقع ہوتا ہے کیونکہ مفعول مطلق مفعول بہ کے حکم میں ہے۔

اور اسی طرح جو حال مضاف الیہ سے واقع ہوتو اس صورۃ میں مضاف حال سے خالی نہیں ایسا فاعل یا مفعول ہوگا جس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنے صحیح ہوگا جیسے بل نتبع ملت ابراھیم حنیفا اس آیت میں مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو اس کے قائم مقام صحیح ہے چنانچہ بل نتبع ملت ابراھیم کہنا بھی صحیح ہے لہذا جب مضاف الیہ قائم مقام مفعول کے ہوا تو مضاف الیہ سے حال واقع ہونا والا درحقیقت مفعول بہ سے حال واقع ہوا نہ کہ مضاف الیہ سے اور اگر مضاف ایسا فاعل یا مفعول نہ ہو جس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا صحیح ہو تو پھر ایسی صورت میں لامحالہ یقینی طور پر مضاف مضاف الیہ کی جز ہوگا اور مضاف الیہ کل ہو گا جیسا کہ ان دابر ھولاء مقطوع مصبحین اس آیت میں مصبحین ھولاء سے حال واقع ہے جو ھولاء ترکیب میں مضاف الیہ اور دابر مضاف ہے جو کہ مضاف الیہ ھولاء کی جز ہے کیونکہ دابر الشیئی اصل الشیئی کو کہا جاتا ہے اور اصل الشیئی شئی کی جزء ہوتی ہے لہذا ھولاء مضاف الیہ واقع شدہ حال درحقیقت دابر مضاف سے حال ہے باقی رہا یہ

**سوال** کہ دابرآیت کریمہ میں نہ تو فاعل اور نہ ہی مفعول

**جواب** مقطوع میں نائب فاعل جو ضمیر مستتر ہے اس کا مرجع دابر ہے اور چونکہ راجع اور مرجع میں اتحاد ہوتا ہے لہذا جب راجع نائب فاعل ہوا تو مرجع جو کہ دابر ہے یہ بھی نائب فاعل ہوا اور نائب فاعل حکمی ہوتا ہے

**قال الشارح** ولو قری: مولانا جامیؒ صاحب کافیہ کے دوسرے نسخہ کو نقل کر کے تبصرہ پیش کیا ہے ان دو نسخوں میں سے پہلا نسخہ یہ ہے کہ حال کی تعریف میں تبین باب تفعل سے فعل ماضی معلوم کا صیغہ ہے اور دوسرا نسخہ یہ ہے کہ باب تفعیل سے فعل مضارع مجہول کا صیغہ تبین ہے۔

تبصرہ کا حاصل یہ ہے کہ ان دونسخوں کے مطابق (بہ) جار مجرور کا متعلق تبیــــن ہے پہلے نسخہ کے مطابق حاصل معنی یہ ہوگا کہ حال ایسی چیز کا نام ہے جس کے ذریعہ فاعل یہ مفعول کی ہیئت واضح ہوجائے۔

اوردوسرے نسخہ کے مطابق حاصل معنی یہ ہوگا کہ حالا یسی چیز کا نام جس کے ذریعہ فاعل یا مفعول کی ہیئت کو بیان کیا جائے ان دونوں نسخوں کے مطابق (بہ) المفعول کا صغیہ نہیں بلکہ تبین یا تبین کے ساتھ متعلق ہے۔اس صورت میں مفعول میں تعیم ہوجائے گی خواہ وہ مفعول بہ ہو یا مفعول معہ ہو یا مفعول مطلق ہو۔اس سے یہ فائدہ ہوا مفعول معہ اور مفعول مطلق سے واقف ہونے والا حال بغیر فاعل یا مفعول بہ میں تعیم کرنے کے حال کی تعریف میں داخل رہا البتہ صرف مضاف الیہ سے واقف ہونے والا حال کو داخل کرنے کے لیے فاعل اور مفعول میں حقیقی اور حکمی کی طرف تعیم کرنے کی ضرورت ہوگی

**مثل ضربت زيدا قائما:** ماقبل میں یہ گزرا کہ لفظی میں تعیم ہے خواہ وہ حقیقت ملفوظ ہو یا حکما ملفوظ ہو اور ضربت زیدا قائما حقیقتا ملفوظ کی مثال ہے اس لیے کہ تاء متکلم کی فاعلیت اور زید کی مفعولیت اور لفظ کلام اور منطوق کلام کے اعتبار سے ہے۔کسی خارجی معنی کا اعتبار کرنیکی ضرورت نہیں۔پس دونوں حقیقتا ملفوظ ہیں اور زید فی الدار قائما یہ ملفوظ حکمی کی مثال ہے اس لیے کہ وہ ضمیر جو ظرف کے اندر مستتر ہے اس کی فاعلیت منطوق کلام اور لفظ کلام کے اعتبار سے ہے کسی خارجی معنی کا اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

**اور هذا زيد قائما:** یہ معنوی کی مثال ہے

**سوال** هذا زيد قائما میں هذا مبتداء ہے زید خبر ہے اور زید کی مفعولیت اشارہ اور تنبیہ کے اعتبار سے جو کہ لفظ هذا سے مفہوم ہوتے ہیں اس لیے کہ زید کی مفعولیت لفظ کلام اور منطوق کلام کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مع الاشارہ اور تنبیہ کے اعتبار سے ہے جو کہ لفظ هذا سے مفہوم ہوتے ہیں اس لیے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اشیر زیدا یا انبه زیدا پس اشیر اور انبه کلام کے اندر مقدر

ہوئے جب معاملہ اسی طرح ہے تو زید کی مفعولیت معنوی ہوئی اس لیے کہ اسکی مفعولیت لفظ ھذا سے مفہوم ہو رہی ہے۔ جو کہ منطوق کلام ہے لہذا مصنف کا یہ کہنا کہ زید کی مفعولیت لفظ کلام اور منطوق کلام سے نہیں

**جواب** ولا شک: سے مولانا جامی نے جواب دیا کہ متکلم کا قصد اشارہ اور تنبیہ مطلقا ہے نہ کہ وہ اشارہ اور تنبیہ جو کہ متکلم کی طرف منسوب ہے حتی کہ نظم کلام کے اندر اشیر یا انبہ مقدر مانا جائے اور زید کو اس کا مفعول مانا جائے۔ بلکہ اشیر اور انبہ کی لفظی کلام سے خارج سے اور نحوی کلام سے مفہوم ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **المعتبر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب اشیر اور انبہ منطوق کلام سے خارج ہے پھر ان کے اعتبار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

**جواب** ان کا اعتبار اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ قائم مقام کا حال واقع ہونا صحیح ہو جائے

**قال الماتن** **وعاملها الفعل او شبهه** صاحب کافیہ عامل حال کے مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حال کہ عامل فعل یا شبہ فعل ہوگا یا معنی فعل ہوگا پھر فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ملفوظ کی مثال ضربت زیدا قائما اور مقدر کی مثال زیدفی الدار قائما

**قال الشارح** **ان کان الظرف مقدر بالفعل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا۔

**سوال** ظرف کبھی اسم فاعل کے متعلق بھی ہوتا ہے تو پھر زیدفی الدار قائما کو عل مقدر کی مثال میں پیش کرنا یہ کیسے درست ہوا۔

**جواب** زیدفی الدار قائما یہ فعل مقدر کی مثال اس وقت ہے کہ جب ظرف مقدر بالفعل ہو۔

**قال الشارح** **وھو** مولانا جامیؒ کی غرض شبہ فعل کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شبہ فعل وہ ہے جو فعل والا عمل کرے اور وہ فعل کی ترکیب سے ہو مثلا زید ذاھب راکبا اور زیدفی الدار قائما

**قال الشارح** **ان کان الظرف مقدر باسم الفاعل** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ظرف کبھی فعل کے متعلق بھی ہوتی ہے لہذا زیدفی الدار قاعدا کو شبہ فعل کی مثال میں

پیش کرنا کیسے درست ہوا

**جواب** یہ اسم فاعل مقدر کی مثال اس وقت ہے جب ظرف مقدر باسم الفاعل ہو۔

**قال الشارح** او معناه المستنبط مولانا جامیؒ کی غرض معنی فعل کی تعریف کرنا ہے۔ معنی فعل وہ ہے جو فحوی کلا سے مستنبط ہو اس کی تصریح یا تقدیر کے بغیر جیسے اشارہ اور تنبیہ اور نداء اور تمنی اور ترجی اور اشارہ اور تشبیہ۔ اشارہ اور تنبیہ کی مثال ھذا زید قائما اور نداء کی مثال یازید قائما یعنی ادعوا زیدا قائما تمنی کی مثال لیتك عندنامقیما یعنی تمنیتك مقیما اور ترجی کی مثال لعله فی الدار قائما اس کا معنی ہے ترجیته اور تشبیہ کی مثال کانه اسدصائلا جس کا معنی ہے اشبهه اسدا صائلا

**قال الماتن** وشرطها ان تكون نكرة شرائط حال کا بیان۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو

لان النكرة: اشتراط نکارۃ کی علت کا بیان اس لیے کہ کلام میں اصل تنکیر اور غرض جو کہ معنی حدثی منسوب الی ذی الحال کو مقید کرنا ہے اور وہ نکرہ کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے تو پس تعریف امر زاید علی الغرض ہے۔

وان یكون : حاصل عطف کا بیان کہ صاحبها یہ معطوف ہے یکون کی ضمیر مستتر یعنی حال کی شرط یہ ہے کہ اس کا ذوالحال معرفہ ہو اس لیے کہ ذوالحال معنی میں محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔

**قال الشارح** ای لیس اشتراطها مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** شرط اور غلبہ میں منافات ہے اس لیے کہ شرط کا اقتضاء یہ ہے ذوالحال ہمیشہ معرفہ ہو اور غلبے کا اقتضاء یہ ہے کہ ذوالحال ہمیشہ معرفہ نہ ہو بلکہ اکثر معرفہ ہو اور کبھی نکرہ بھی ہو جائے پس یہ دونوں شئی واحد یعنی ذوالحال کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتے ہیں۔

**جواب** شرط اور غلبہ شیئ واحد کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ شرط متوجہ ہے ذوالحال کی طرف اور غلبہ

متوجہ ہے شرط کی طرف جیسا کہ شرط الصلواۃ الوضوء غالبا اس میں شرط متوجہ ہے صلوۃ کی طرف اور غالبا متوجہ شرط کی طرف اس لیے کہ تیمم بھی صلوۃ کی شرط ہے لیکن وہ اقل ہے اکثر وضو ہے اس طرح یہاں پر بھی شرط متوجہ ہے ذوالحال کی تعریف کی طرف۔

**قال الشارح** **وبیان ذالك** مولانا جامیؒ نے تفصیلی جواب کو پیش کیا ہے اس شرط کا بیان یہ ہے کہ حال کے وقوع کے مواد دو قسم پر ہیں (۱) قلیل المواد (۲) غالب المواد اور وہ مواد جن میں حال کا وقوع اقل ہے وہ پانچ ہیں۔

(۱) جس میں ذوالحال نکرہ موصوفہ ہو تو توصیف کی وجہ سے نکرہ میں تخصص آ جائے گی لہذا اس اس کا ذوالحال بنا صحیح ہو جائے گا جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا اس میں رجل نکرہ ہے لیکن من بنی تمیم کی وجہ سے اس میں تخصیص آ گئی ہے۔

(۲) او مغنیۃ : ذوالحال نکرہ استغراق کی وجہ سے تخصیص سے مستغنی ہو جیسے کہ معرفہ تخصیص سے مستغنی ہوتا ہے۔ جیسے فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا جب امرا کو کل امر سے حال بنایا جائے تو کل امر اگر چہ نکرہ ہے لیکن یہ اپنے ہر ہر رد کو محیط ہے۔ لہذا یہ معرفہ کے حکم میں ہو گیا اور تخصیص کی ضرورت نہ رہی باقی ان جعلت امرا حالا کہنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ بعض کہتے ہیں کہ امرا حال ہے حکیم کی ضمیر مستتر سے جب حکیم کی ضمیر مستتر سے حال ہو تو ہماری بحث سے خارج ہو جائے گا کیونکہ ہماری بحث نکارت ذوالحال میں ہو رہی ہے اور اگر اس کو حکیم کی ضمیر مستتر سے حال بنایا جائے تو یہ نکرہ نہیں رہے گا بلکہ معرفہ بن جائے گا۔ اس لیے کہ ضمائر معرفہ ہوتی ہے۔

(۳) نکرہ استفہام کے بعد واقع ہو جیسے ھل اتاك رجل راکبا اس میں راکبا رجل نکرہ سے حال ہے جو کہ استفہام کے بعد واقع ہے

(۴) نکرہ الا کے بعد واقع ہے نفی کو توڑنے کے لیے جیسے ماجاء نی رجل الا راکبا اس میں راکبا یہ رجل سے حال واقع ہے۔

(۵) حال نکرہ پر مقدم ہوجائے جیسے جاء نی راکبا رجل چونکہ ان تمام صورتوں میں نکرہ کے اندر تخصیص آجاتی ہے لہذا اس کا ذوالحال واقع ہونا صحیح ہے۔

دوسری قسم وہ مواد جن میں حال کا واقع ہونا اکثر ہے وہ مذکور پانچ کے علاوہ ہیں۔اس قسم میں حال واقع ہونے کی شرط نہیں ہے۔یہی ہے کہ ذوالحال معرفہ ہو پس مصنف کا قول غالبا یہ اشتراط کون صاحبها معرفة کی قید ہے۔یعنی ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط اکثر مواد میں ہے مصنف کا قول غالبا یہ ذوالحال کے معرفہ ہونیکی قید نہیں ہے اگر یہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی قید ہوتو پھر وہی اعتراض وارد ہوگا کہ مصنف کہ کلام میں تعارض ہے اس لیے کہ شرط کا اقتضاء ذوالحال کا ہمیشہ معرفہ ہونا اور غالبا کا تقاضا ذوالحال کا اکثر معرفہ ہونا نہ کہ ہمیشہ۔

**قال الماتن** وارسلها العراك صاحب کافیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** آپ کا یہ کہنا کہ حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو یہ منقوض ہے ارسلها العراك و مررت به وحده کے ساتھ اس لیے کہ العراك معرفہ ہے اور وحدہ بھی معرفہ ہے حالانکہ یہ حال واقع ہیں

**جواب** یہ حال مؤول بتاویل نکرہ ہیں۔

ولم يزهاولم يشفق على نقض الدخال: پورا شعر نقل کیا ہے کہ حمار وحشی نر نے اپنی مادیوں کو حالت ازدحام یعنی اکٹھے چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور اس بات کا خوف نہ کیا کہ ازدحام کیوجہ سے سیراب نہیں ہوسکیں گے۔

البيت للبيد: شاعر کی تعیین کا بیان کہ یہ بیت لبید شاعر کا ہے لبید شاعر نے ایک دن پہاڑ کے اوپر سے حمار وحشی نر اور اس کی مادیوں کو دیکھا کہ حمار وحشی نر نے اپنی مادیوں کو پانی پینے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ایک طرف کھڑے ہوکر ان کی نگرانی کرنے لگا تا کہ کوئی ان کا شکار نہ کرے یہ دیکھ کر لبید شاعر نے یہ شعر کہا کہ جس کے اندر وہ حمار وحشی نر اور اس کی مادیوں کی تعریف اور توصیف کر رہا ہے۔

**قال الشارح** كان المراد مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ارســـال بمعنی فرستادن ذوی العقول کی صفت ہے لہذا احمار وحشی اور اتن کے متعلق لفظ ارسال کا استعمال صحیح نہیں ہے

**جواب** بھائی ارســال کا معنی حقیقی مراد نہیں۔ بلکہ ارسال سے مراد برانگیختہ کرنا ہے اور مرسل اور مرسل الیہ کے درمیان تخلیہ کرنا ہے۔

معترکة: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ العراک معنی میں معترك کے ہے اور متزاحمة تفسیر ہے معترکة کی۔

لم یمنعها: سے لم یزدھا کے معنی کو بیان کرنا ہے

لم یخف: سے لم یشفق کے معنی کو بیان کرنا ہے۔ کہ یہ لم یخف کے معنی میں ہے۔ اس لیے کہ اشفاق کے دو معنی ہیں (۱) مہربانی کرنا (۲) ڈرنا۔ مولانا جامیؒ نے لم یخف سے معنی ثانی کو متعین کر دیا۔

نغز: کا معنی ہوتا پوری طرح سیراب نہ ہونا۔

دخال: کا معنی ہوتا ہے کہ ایک اونٹ پانی پیے پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر حوض کی طرف لوٹ جائے۔ اور دو پیاسے اونٹوں کے درمیان داخل ہو جائے۔ جو پانی پی رہے ہیں تا کہ وہ اس حوض سے قریب سے وہ پانی

**قال الشارح** لعل المراد مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** دخال کا لفظ اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے اونٹ کے ساتھ مختص ہے اور اتن کے لیے استعمال صحیح نہیں

**جواب** بھائی دخال کا معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ نفس مداخلت بعض کی بعض میں ہے۔

اوالمعنی: دوسرے جواب کا بیان کہ دخال کا معنی تو حقیقی مراد ہے لیکن دخال سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ اصل میں عبارت یوں تھی۔ ولم یشفق علی نغص مثل نغص الدخال

ونحوہ: یعنی مذکور دو مثالوں کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں کہ جن کے اندر حال نکرہ نہیں بلکہ معرفہ

ہے۔جیسے فعلت جھدک۔

بالنکرۃ: متاول کے صلہ کا بیان ہے۔

فلا یرد: صورۃ سوال کی طرف اشارہ ہے۔

**قال الشارح** **تاویلھا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** بیان صورۃ تاویل علی سبیل التفصیل: کہ تاویل کی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت: یہ مصادر مذکورہ معرفہ ہیں لیکن حال نہیں بلکہ فعل محذوف کے لیے مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہیں اور وہ فعل محذوف اپنے فاعل مفعول مطلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال واقع ہورہا ہے اور یہ بات ظاہر کہ جملہ من حیث ھی جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

خلاصہ جواب۔ جو حال ہیں وہ معرفہ نہیں وہ نکرہ ہیں اور جو معرفہ ہیں وہ حال نہیں بلکہ مفعول مطلق ہیں۔

دوسری صورت: ہم اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ مصادر حال ہیں لیکن اس بات کو قطعا تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حقیقت معرفہ ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ صورۃ اور لباس معرفہ میں ہیں اور حقیقت میں نکرہ ہیں جیسا کہ حسن الوجہ لباس معرفہ ہیں اور حقیقت نکرہ ہیں۔

**قال الماتن** **فان کان صاحبھا نکرۃ** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔اگر ذوالحال نکرہ ہوتو حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے۔

ای صاحب الحال: سے ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حال ہے۔

**قال الشارح** **محضة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا میں ذوالحال نکرہ ہے حالانکہ حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب نہیں ہے۔

**جواب** یہاں نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے جس میں تخصیص کا کوئی شائبہ نہ ہو اور مثال مذکور میں نکرہ مخصصہ ہے۔

**قال الشارح** **لم تكن فیها شائبة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ذوالحال نکرہ محضہ تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حال کی تقدیم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جانے کی وجہ نکرہ مخصصہ بن جائے گا۔

**جواب** بھائی نکرہ محضہ سے مراد یہ ہے کہ تقدیم کی سوا کوئی وجہ تخصیص موجود نہ ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نکرہ محضہ سے مراد محضہ اضافیہ ہے۔

**قال الشارح** **ولم تكن الحال مشتركة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جاءنی رجل زید راکبین میں ذوالحال نکرہ ہے لیکن اس کے باوجود تقدیم حال نہیں ہے

**جواب** مثال مذکور میں حال مشترک ہے ذوالحال نکرہ اور معرفہ کے درمیان اور تقدیم تب واجب ہوتی ہے جب حال مشترک نہ ہو۔

**ای تقدیم الحال:** بیان مرجع ضمیر

**علی صاحبها:** تقدیم کے صلہ کا بیان

**لیتخصص النکرة:** علت وجوب تقدیم کا بیان

**لانها فی المعنی:** علت وجوب تخصیص کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ذوالحال بمنزلہ مبتداء کے ہے اور حال بمنزلہ خبر کے ہے اور مبتداء کے لیے معرفہ ہونا یا کم از کم نکرہ مخصصہ ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ذوالحال کے لیے بھی ضروری ہے۔

ولئلا یلتبس: حال کے تقدیم وجوبی کی علت ثانیہ کا بیان کہ اگر حال کو مقدم نہ کیا جائے تو بعض صورتوں میں یعنی حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم آتا ہے جس طرح رئیت رجلا راکبا اب اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا یہ رجلا سے حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا یہ رجلا کی صفت ہو لہذا حال ہونے کی صورت میں اس کی تقدیم واجب ہے۔ پس اس تقدیم کی وجہ سے معلوم ہو جائے گا کہ راکبا یہ رجلا سے حال ہے اس لیے کہ صفت کی تقدیم موصوف پر ممتنع ہوتی ہے۔

**قال الشارح** ثم قدمت مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** علت ثانیہ کے مطابق تو التباس فقط حالت نصب میں لازم آتا ہے۔ حالت جر اور حالت رفع میں التباس لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ مرفوع کی صفت مرفوع ہوتی ہے اور مجرور کی صفت مجرور ہوتی ہے۔ جب کہ حال ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ لہذا حالت رفع اور جر میں حال کی تقدیم واجب نہیں ہونی چاہیئے۔

**جواب** اگرچہ حالت نصب کے غیر میں التباس لازم نہیں آتا۔ لیکن طرداللباب حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہوگی۔

**قال الماتن** ولا تتقدم علی العامل المعنوی صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا۔

ای الحال: سے ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے۔ کہ اس کا مرجع حال ہے۔

**قال الشارح** فیما عدا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** آپ کا یہ قاعدہ زید قائما کعمرو قاعدا میں منقوض ہے۔ اس لئے کہ اس مثال میں قائما یہ زید سے حال ہے اور یہ عامل معنوی سے مقدم ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر عامل معنوی تشبیہ ہے۔ جو کاف مشبّہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

**جواب** یہاں عامل معنوی پر حال کی تقدیم ایک دوسرے قاعدہ کی وجہ سے ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں حالین مختلفین اعتبارین مختلفین کے اعتبار سے واقع ہوں تو ہر حال کا اپنے اپنے ذوالحال کے ساتھ متصل واقع ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ التباس لازم نہ آئے۔ چنانچہ مثال مذکور میں قائما اور قاعدا دونوں حال ہیں لیکن قائما زید سے حال ہے زید کے مشبہ ہونے کے اعتبار سے اور قاعدا عمرو سے حال ہے عمرو کے مشبہ بہ ہونے کے اعتبار سے لہذا ہر حال اپنے ذوالحال کے متصل ہونا ضروری ہے تاکہ التباس لازم نہ آئے۔ اگر مثال مذکور میں زید کعمرو قائما قاعدا کہا جائے تو یہ بات معلوم نہیں ہوگی مشبہ کیساتھ کون سے حال کا تعلق ہے اور مشبہ بہ کے ساتھ کس کا

تعلق ہے اور جب قائما کو مقدم ذکر کیا گیا تو اس سے یہ بات معلوم ہوگی کہ قائما مشبہ سے حال ہے اور قاعدا مشبہ بہ سے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ اس جیسی ترکیب میں رفع التباس کے لیے حال کی عامل معنوی پر تقدیم جائز ہے۔

**قال الشارح** **قد عرفت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب مصنف نے کہا ولا تتقدم علی العامل المعنوی حالانکہ عامل معنوی کو بیان ہی نہیں کیا۔ کہ عامل معنوی کس کو کہتے ہیں۔

**جواب** یہ بات ماقبل میں معلوم ہو چکی ہے کہ عامل معنوی کس کو کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لفظ جو مقدر بفعل ہوتا ہے یا مقدر باسم الفاعل ہو مثلاً ظرف اور مشابہ ظرف یہ عامل معنوی سے خارج ہیں۔ یہ فعل اور شبہ فعل میں داخل ہیں۔ لہذا ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

**قال الشارح** **تاوفعلی هذا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ظرف عامل معنوی میں داخل ہے یا فعل اور شبہ فعل میں داخل ہے۔ اگر عامل معنوی میں داخل ہے تو پھر ظرف پر بھی اس کی تقدیم صحیح نہیں ہونی چاہئے۔ اور اگر ظرف فعل یا شبہ فعل میں داخل ہو تو پھر بیان مخالفت کے ساتھ ظرف کی تخصیص درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ حال جس طرح ظرف سے مقدم ہو سکتا ہے اسی طرح فعل یا شبہ فعل سے بھی مقدم ہو سکتا ہے تو پھر مصنفؒ کو یوں کہنا چاہیئے تھا بخلاف الظرف والفعل وشبہ الفعل۔

**جواب** ظرف فعل اور شبہ فعل میں داخل ہے باقی بیان مخالفت کے ساتھ اس کی تخصیص اس لئے کہ ظرف میں اختلاف تھا۔

**قال الشارح** **فسیبویه لا یجوزه** اختلاف کا بیان

سیبویہ کا مذہب: یہ کہ ذوالحال کی اپنے عامل ظرف پر تقدیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ظرف عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول مقدم نہیں ہو سکتا۔

اخفش کا مذہب: یہ ہے کہ عامل ظرف پر حال کی تقدیم جائز ہے بشرطیکہ مبتداء حال پر مقدم ہو جیسے زید قائما فی الدار اگر یہ شرط پائی جائے تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔(۱) مبتداء سے حال مؤخر ہو جیسے قائما زید فی الدار (۲) مبتداء حال سے مؤخر ہونے کے ساتھ ساتھ ظرف سے بھی مؤخر ہو جیسے قائما فی الدار زید۔ ان دونوں صورتوں میں باتفاق سیبویہ واخفش حال کی اپنے عامل ظرف پر تقدیم جائز ہیں اور مبتداء کے حال پر مقدم ہونے کی صورت میں اخفش جواز تقدیم کے قائل ہیں اور سیبویہ عدم جواز کے قائل ہیں۔

**قال الشارح** یحتمل ان یکون معناہ مولانا جامیؒ کی غرض متن کی عبارت بخلاف الظرف کے مطلب دوم کو بیان کرنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ کا مقصد بخلاف الظرف سے ایک وہم کو دور کرنا ہے۔

وہم: وہم یہ ہوتا تھا کہ صاحب کافیہ نے جب یہ مسئلہ بیان کیا کہ حال اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا اس سے یہ وہم ہوا کہ ظرف بھی تو حال کے مشابہ ہے لہذا ظرف بھی شاید اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوگی۔

**جواب** صاحب کافیہ نے جواب کہ بھائی اگرچہ حال اور ظرف ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ ہیں لیکن اس کے باوجود حال کی تو اپنے عامل معنوی پر تقدیم جائز نہیں لیکن ظرف کی اپنے عامل معنوی پر تقدیم جائز ہے اس لئے کہ ظروف میں توسع ہوتی ہے

ھذا اذا لم یکن: ایک فائدہ کا بیان ہے کہ بخلاف الظرف کے یہ دو مطلب اس وقت ہیں جب کہ ظرف عامل معنوی میں داخل نہ ہو اور اگر ظرف کو عامل معنوی میں داخل مانا جائے تو پھر دوسرا مطلب ہی متعین ہے۔

کما لا تتقدم: حاصل عطف کا بیان۔ مصنف کا قول لا علی المجرور یہ معطوف ہے عامل معنوی پر نہ اس قول بخلاف ظرف پر اور کاف کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ عطف المشبہ علی المشبہ بہ کے قبیل سے ہے۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح حال عامل

معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا اسی طرح حال ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہوسکتا خواہ وہ ذوالحال مجرور بالاضافت ہو یا مجرور بحرف الجر ہو۔ اگر مجرور بالاضافت ہوتو پھر حال ذوالحال پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتا۔ جیسے جاء تنی مجردا عن الثیاب ضاربة زید ۔ یہ مثال ناجائز ہے اس لیے کہ اس میں زید اضافت کی وجہ سے مجرور ہے۔ اور مجردا اس سے حال ہے۔ اس میں حال کی تقدیم ذوالحال پر جائز نہیں۔

عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ حال ذوالحال کا تابع اور فرع ہوتا ہے۔ اور مضاف الیہ مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا۔ تو جب مضاف الیہ ضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا تو اس کا تابع بطریق اولی مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا۔

اوراگر ذوالحال مجرور بحرف الجر ہوتو اس پر حال کی تقدیم جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔

سیبویہ اور بصریین: کہ نزدیک حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر ناجائز ہے علت مذکورہ کی وجہ سے کہ حال ذوالحال کا تابع اور اس کی فرع ہوتا ہے اور مجرور جار سے مقدم نہیں ہوسکتا۔ جب مجرور جار سے مقدم نہیں ہوسکتا تو مجرور کا تابع اس پر بطریق اولی مقدم نہیں ہوسکتا۔ اور مصنف کے نزدیک بھی یہی مختار ہے اسی وجہ سے مصنف نے کہا لا علی المجرور علی الاصح

**قال الشارح** ونقل عن بعضهم مولانا جامیؒ کی غرض دوسرے مذہب کو نقل کرنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نحویوں کے نزدیک حال ذوالحال سے مقدم ہوسکتا ہے۔ جس پر دو دلیلیں ہیں (۱) دلیل نقلی (۲) دلیل عقلی

دلیل نقلی: ان کا استدلال اللہ تعالی ۔ کے اس فرمان سے وما ارسلناك الا کافة للناس کہ اس کے اندر کافة یہ حال ہے للناس سے جو مجرور بحرف الجر ہے۔ اور جس سے حال مقدم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر جائز ہے

ولعل الفرق: دلیل عقلی کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف جر اور اضافت میں فرق یہ ہے کہ حرف جر باب افعال کے ہمزہ اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف کہ طرح فعل لازم کو متعدی بنا

دیتا ہے تو حرف جر فعل کے تمامیت اور اس کے بعض حروف سے ہوا۔ جس طرح کہ باب افعال کا ہمزہ اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف۔ اور اضافت اس طرح نہیں ہے مثلاً جب کہا جائے ذهبت راكبة بهند تو گویا کہ اس نے کہا اذهبت راكبة بهند مطلب یہ ہے کہ ذهبت راكبة بهند یہ اذهبت راكبة بهند کے مرادف ہے پس مجرور بحرف الجر وہ حقیقت میں مجرور ہی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مجرور بحرف الجر پر حال کی تقدیم جائز ہے۔ اور مجرور بالاضافت پر حال کی تقدیم جائز نہیں ہے۔

**قال الشارح** **واجاب بعضهم** مولانا جامیؒ کی غرض اجوبہ ثلاثہ کو نقل کر کے والکل تکلف سے تینوں جوابوں کو رد کر دیا ہے جن بعض سے ذوالحال مجرور بحرف الجر پر حال کی تقدیم کا جواز منقول ہے وہ استدلال کرتے ہیں وما ارسلناك الا كافة للناس سے تو عدم جواز کے قائلین اس کا جواب دیتے ہیں۔

(۱) بعض نے اس طرح جواب دیا کہ وما ارسلناك الا كافة للناس میں كافة یہ مجرور بحرف الجر سے حال نہیں ہے۔ بلکہ یہ کاف ضمیر سے حال ہے۔ اس پر سوال ہوگا کہ حال اور ذوالحال میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضرور ہوتی ہے۔ اگر کافۃ کو ک ضمیر سے حال بنائیں تو پھر مطابقت نہیں رہے گی اس لیے کہ کاف خطاب مذکر کے لیے ہے اور کافۃ یہ مؤنث کے لیے ہے

**جواب** والتاء سے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ کافۃ کی تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء مبالغہ کی ہے۔

(۲) اور بعض نحاۃ نے اس طرح جواب دیا کہ کافۃ یہ حال نہیں بلکہ یہ صفت ہے مصدر محذوف کی جو کہ رسالۃ ہے یعنی وما ارسلناك الا رسالة كافة موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول مطلق ہے ارسلناك کا۔

(۳) بعض نے اس طرح جواب دیا کہ کافۃ یہ کف کے معنی میں ہے۔ اور یہ مفعول مطلق ہے تکف کا جیسے كاذبة بمعنى كذب کے اور عافية بمعنى عفة کے ہوتا ہے لیکن مولانا جامیؒ نے والكل تكلف سے تینوں جوابوں کو رد کر دیا۔ اگر چہ یہ جواب دیے جاتے ہیں لیکن یہ تکلف سے

خالی نہیں ہیں (اس آیت کی تحقیق احقر کی تصنیف کاشفہ شرح کافیہ ضرور دیکھئے)

**قال الماتن** **وکل ما دل علی هیئة ان یقع حالا** اس عبارت میں مصنف جمہور نحاۃ کی تردید کرنا چاہتے ہیں جمہور نحاۃ کا مسلک یہ تھا کہ حال کے لیے مشتق ہونا ضروری ہے اور اسم جامد بغیر تاویل مشتق حال واقع نہیں ہوسکتا۔ تو مصنف نے اس کی تردید کردی کہ ہر وہ اسم جو حالت پر دلالت کرے خواہ وہ مشتق ہو یا جامد ہو حال بن سکتا ہے اس کو مشتق کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں جیسے هذا بسرا اطیب منه رطبا اس میں بسرا اور رطبا اسم جامد ہونے کے باوجود حال واقع ہیں۔

سواء کان : بیان عموم مستفاد من لفظ کل ۔

**سوال** عموم تو لفظ ما سے حاصل ہو جاتا تھا صاحب کافیہ سے لفظ کل کو کیوں زائد کردیا۔

**جواب** لفظ کل عموم میں نص ہے بخلاف ما کے وہ یحتمل العموم والخصوص۔

من غیر ان یول الجامد: بیان تقید برائے اظہار فرق بین مذہب المصنف والجمہور لدفع الوہم کہ اگر چہ دونوں جامد کے حال واقع ہونے کے قائل ہیں لیکن صاحب کافیہ جامد کے جامد ہونے کی حیثیت سے حال واقع ہونے کے قائل ہیں۔ اور تاویل بالمشتق کو ضروری نہیں سمجھتے او جمہور تاویل الجامد بالمشتق کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ کہا کہ ضمیر بہ نسبت اسم مظہر کے کالعدم ہوتی ہے۔ لیکن شیخ رضی نے کہا کہ افعل کے اندر جو ضمیر مستتر ہے۔ اگر چہ وہ مفضل ہے لیکن چونکہ وہ ظاہر نہیں ہے لہذا وہ کالعدم ہے۔ اور کالعدم وہ لیس بشیئ ہوتا ہے لہذا مفضل اسم اشارہ

**قال الشارح** **وهذا رد علی** مولانا جامیؒ صاحب کافیہ کی غرض بیان کررہے ہیں برائے دفع دخل مقدر۔

**سوال** ہر دال علی الهیئته کا حال واقع ہونا تو حال کی تعریف سے ہی معلوم ہو جاتا ہے دوبارہ بیان کرنا سوائے تحصیل حاصل اور تکرہ کے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

**جواب** صاحب کافیہ کا مقصود صراحتہ جمہور پر تردید کو بیان کرنا ہے اور ماقبل سے اگر چہ تردید مفہوم

ہوتی ہے لیکن صراحۃ نہیں سمجھی جاتی تھی۔

ومع ھذا: جمہور کے اشتراط اشتقاق کے منشا اور پس منظر کو بیان کرنا ہے۔

مثل بسرا: بیان تسامع فی عبارۃ المصنف۔ اسم جامد سے حال واقع ہونے کی مثال پیش کرتا ہے۔

جیسے ھذا بسرا اطیب منہ رطبا اس میں بسرا اور رطبا یہ دونوں اسم جامد ہیں۔ اس کے باوجود یہ حال واقع ہیں۔ اس لیے کہ بسر صفت بسریت پر دلالت کرا ہے اور رطب یہ صفت رطبیت پر دلالت کرتا ہے۔ بسر کو مبسر اور رطب کو مرطب کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ بسر مبسر کی تاویل میں اور یہ طب مرطب کی تاویل میں کرنے کی ضرورت اس وقت ہوتی کہ جب یہ صفت پر دلالت نہ کر رہے ہوتے۔ اور اگر بسر کو مبسر کی تاویل میں کیا جائے تو یہ مشتق ہوگا ابسر النخل سے۔ باقی ابسر النخل اس وقت کہا جاتا ہے کہ نخل پر جو پھل ہے جب وہ بسر ہو جائے اور رطب کو اگر مرطب کی تاویل میں کیا جائے تو اس وقت یہ مشتق ہوگا۔ ارطب النخل سے اور ارطب النخل اس وقت کہا جاتا ہے جس وقت نخل پر جو پھل ہے وہ رطب ہو جائے اور بسر اس کو کہتے ہیں جو نیم پختہ ہو اور اس میں کھٹاس باقی ہو۔ اور رطب اس کو کہتے ہیں کہ جو پختہ ہو اور اس میں کھٹاس نہ ہو بلکہ صرف مٹھاس ہو۔

**قال الشارح** **والعامل فی رطبا** مولانا جامیؒ کی غرض ایک مسئلہ اختلافی میں ماھو المختار کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ رطبا حال دوم میں بالاتفاق عامل اطیب اسم تفضیل ہے لیکن حال اول بسرا کے عامل کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔

محققین کا مذہب: یہ ہے کہ بسرا حال اول میں بھی اطیب اسم تفضیل ہی عامل ہے جیسے رطبا حال دوم میں اطیب ہی عامل ہے۔

**قال الشارح** **تقدم بسرا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال محققین کے مذہب پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اطیب اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا لہذا اطیب اسم تفضیل بسرا حال اول

میں عامل نہیں بن سکتا۔

جواب یہاں پر اطیب اسم تفضیل عامل ضعیف کے معمول بسرا کا اطیب اپنے عامل پر مقدم ہونا ایک دوسرے قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب شئی واحد کے ساتھ حالین مختلفین کا اعتبارین مختلفین کے ساتھ تعلق ہو تو ایسی صورۃ میں ہر حال کا اپنے ذوالحال کے متصل واقع ہونا ضروری ہے اب ہم کہتے ہیں کہ یہاں ھذا کے مشار الیہ کے ساتھ بسرا اور رطبا دونوں حال متعلق ہیں لیکن بسرا مشار الیہ کے ساتھ متعلق اس کے مفضل ہونے کے اعتبار سے اور مشار الیہ کے ساتھ متعلق ہے اس کے مفضل علیہ ہونے کے اعتبار سے اور چونکہ ھذا مفضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ بسرا اس کے متصل ہو اس وجہ سے بسرا کو اپنے عامل اطیب اسم تفضیل پر مقدم کردیا گیا۔

**قال الشارح** وهذه الحيثة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مشار الیہ کو مفضل ہونے کی حیثیت کو اس ضمیر مستتر کے لحاظ سے ہے جو اطیب میں مستتر ہے لہذا بسرا کو اطیب کے مفضل ہونا چاہئے نہ کہ ہذا کے کیونکہ لفظ ہذا تو مفضل نہیں ہے۔

**جواب** بھائی صاحب آپ کی بات صحیح ہے کہ مفضل تو وہ ضمیر مستتر ہے واطیب میں ہے لفظ ہذا مفضل نہیں ہے لیکن چونکہ ضمیر مستتر اسم ظاہر کی بنسبت معدوم سمجھی جاتی ہے اس لئے یہ سمجھ لیا گیا کہ گویا مفضل لفظ ہذا ہی ہے اس لیے بسرا کو لفظ ہذا کے متصل واقع کردیا۔

**قال الشارح** قال الرضی شارح نے شیخ رضی کے قول کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا اعتبار کرکے بسرا کو اطیب کے بعد بھی ذکر کیا جاسکتا ہے یعنی هذا اطیب بسرا منه رطبا کہنا بھی صحیح ہے جیسا کہ زید احسن قائما منه قاعدا اگرچہ یہ مسموع من العرب نہیں ہے۔

وذهب بعضهم : مولانا جامی نے مذہب دوم کو نقل کرکے وہذا الیس بصحیح سے رد کردیا ہے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر معنی اشارہ کو بسرا میں عامل قرار دیا جائے تو اشارہ حالت بسریۃ کے ساتھ مقید ہوجائے گا۔ حالانکہ جب مشار الیہ صفت بسریۃ کے ساتھ متصف نہ ہو تو بھی اشارہ صحیح ہے اس

سے معلوم ہوا کہ معنی اشارہ عامل نہیں بن سکتا۔

دوسری وجہ رد: یہ ہے کہ بعض مواقع اور مقام ایسے ہیں جہاں اسم اشارہ کی جگہ ایسا اسم واقع ہوتا ہے جس کا عامل بننا ہی صحیح نہیں ہوتا تو ایسے مواقع میں بالاتفاق اسم تفضیل بھی معمول مقدم میں عامل ہوتا ہے لہذا مواقع مختلفہ میں بھی معمول مقدم میں اسم تفضیل ہی عامل ہونا چاہئے۔

**قال الماتن** وقد تکون جملة صاحب کافیہ نے ایک مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ کبھی حال جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے۔

ای الحال: ضمیر کے مرجع کا بیان

لدلالتها: جملہ کے حال واقع ہونے کی علت کا بیان کہ حال وہ ہوتا ہے جو ہیئت پر دال ہو لہذا اگر جملہ ہیئت پر دال ہو تو وہ جملہ بھی حال ہوگا۔ خلاصہ علت۔ کہ حال کی تعریف صادق ہے اور صدق الحد صدق المحدود کو مستلزم ہے۔

لکن یجب: سے اس بات کو بیان کر دیا کہ خبریت کی قید احترازی ہے جس سے جملہ انشائیہ کو خارج کرنا ہے۔

محتملا للصدق والکذب: خبریت کے معنی کے بیان ہے

لان الحال: حال کے جملہ خبریہ ہونے کی علت کا بیان کہ حال بمنزلہ خبر کے ہے اور ذوالحال بمنزلہ محکوم علیہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور انشاء میں محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے لہذا جملہ انشائیہ حال واقع نہیں ہوسکتا۔

ولما کانت الجملة: جملہ حالیہ میں وجوب رابط کی علت کا بیان چونکہ جملہ افادہ میں مستقل ہوتا ہے لہذا وہ دوسری شی کے ساتھ ارتباط کا مقتضی نہیں ہوتا اور حال کے ذوالحال کے ساتھ ربط ہوتا ہے لہذا جب حال جملہ ہو تو اس کے لیے رابطہ کا ضروری ہے جو اس کو ذوالحال کے ساتھ ربط دے اور وہ رابطہ ضمیر اور واو ہے

الجملة الخبریة: مصنف کے قول فالاسمیة میں فاء تفصیلیہ ہے اور تفصیل تقاضہ کرتی ہے کہ پہلے

اجمال ہو اس لیے شارح نے والجملہ سے اجمال کو بیان کر دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جملہ دخال سے خالی نہیں ہے اسمیہ ہوگا یا فعلیہ اگر فعلیہ ہو تو اس کا فعل مضارع مثبت ہوگا یا منفی یا ماضی مثبت ہوگی یا ماضی منفی۔ اس طرح یہ پانچ جملے ہوئے اگر حال جملہ اسمیہ ہو تو وہ واو اور ضمیر دونوں کے ساتھ متلبس ہوگا۔

لقوۃ الاسمیہ: دو چیزوں کے رابط ہونے کی علت کا بیان۔ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی تر ہوتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس میں رابط نہایت قوی ہو اور ظاہر ہے کہ ایک سے قوی نہیں ہوگا اس لیے دو چیزوں کو رابط بنایا جیسے جئت وانا راکب ان تینوں مثالوں میں دونوں رابط موجود ہیں۔

**قال الشارح** **الحالیۃ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ جملہ اسمیہ واو اور ضمیر کے ساتھ متلبس ہوتا ہے اس لیے کہ زید قائم جملہ اسمیہ ہے جو واو اور ضمیر کے ساتھ متلبس نہیں۔

**جواب** جملہ اسمیہ سے مراد مطلق جملہ اسمیہ نہیں بلکہ جملہ اسمیہ حالیہ مراد ہے اور مثال مذکور میں جملہ اسمیہ ہے حالیہ نہیں۔

متلبسۃ: ترکیب کا بیان۔ کہ جار مجرور باعتبار متعلق کے خبر ہے مبدا کی اور وہ اسمیہ ہے۔

او بالواو: اکتفاء بالواو کی علت کا بیان۔ یا وہ جملہ اسمیہ کا رابط تنہا واو کے ساتھ ہوگا اس لیے کہ واو اول امر میں ربط پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا اس کے ساتھ اکتفاء کیا جائے گا اول امر میں اس لیے دلالت کرتی ہے کہ واو اصل میں جمع مع السابق کے لیے ہے لہذا جب اس کے بعد جملہ مذکور ہوگا تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ مابعد ماقبل کے ساتھ مرتبط ہے جیسے حضور ﷺ کا قول ہے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین۔

**قال الشارح** **وھذا ای الرابطۃ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ھوالحق لا شک فیہ اس ترکیب میں لا شک فیہ جملہ حالیہ اسمیہ ہے لیکن اس کے باوجود فقط واو پر اکتفاء کا ہونا تو درکنار یہاں تو واو کو لانا ہی جائز نہیں ہے۔

**جواب** صاحب کافیہ کے مراد جملہ اسمیہ حالیہ سے وہ جملہ اسمیہ حالیہ ہے جو حال منتقلہ کے قبیل سے ہو اور مثال مذکور میں جملہ حالہ اگر چہ جملہ اسمیہ ہے لیکن حال منتقلہ نہیں ہے بلکہ حال موکدہ ہے۔

**وذالك لان:** سے جملہ اسمیہ حالیہ موکدہ کہ شروع میں واو کے صحیح نہ ہونے کی حکمت کو بیان کیا ہے کہ تاکید مقتضی اتصال ہے اور واو مقتضی انفصال ہے۔

**لان الضمير لا يجب:** سے مولانا جامی نے تنہا ضمیر کے رابط ہونے کی وجہ ضعف کو بیان کیا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا ربط تنہا ضمیر کے ساتھ ہوگا لیکن یہ ضعیف ہے۔ اس لیے کہ ضمیر کا ابتدا میں واقع ہوا واجب نہیں ہے واو کی طرح لہذا یہ واو کی طرح اول امر میں ربط پر دلالت نہیں کرے گی جیسے **کلمته فوه الی فی** اس کے اندر تاء ضمیر متکلم کی ذوالحال ہے۔ اور **فوه الی فی** جملہ اسمیہ اس سے حال ہے پس اس میں فی کی ضمیر متکلم رابط ہے اور اگر **فوه الی فی** کو **کلمته** کی ضمیر مفعول سے حال قرار دیں تو فوہ کی ضمیر رابط ہوگی۔

**قال الشارح** **ای الجملة الفعلية** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** بحث تو چل رہی تھی جملہ میں اور مضارع مثبت جملہ نہیں ہے اس لیے کہ مضارع فعل کی قسم ہے اور فعل کلمہ کی قسم ہے اور کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہیں۔

**جواب** صاحب کافیہ نے جزء بول کر کل مراد لی ہے۔ یعنی مضارع سے مراد جملہ فعلیہ مضارع مثبت ہے۔

صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے جملہ فعلیہ مضارع مثت حال واقع ہو تو اس میں رابط تنہا ضمیر ہوگی واو نہیں ہوگی

لمشابهته لفظا تنہا ضمیر کے رابط ہونے کی علت اور واو کے رابط نہ ہونے کی علت کا بیان۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ فعل مضارع لفظا اور معنی اسم فاعل کے مشابہ ہے۔ اور اسم فاعل واو سے مستغنی ہوتا ہے۔ لہذا مضارع مثبت بھی واو سے مستغنی ہوگا۔ جیسے جاءنی زید یسرع۔ اس میں زید ذوالحال

ہےاور یسرع حال ہے۔اوراس کےاندرھوضمیر ربط ہے۔

سوال قرآن پاک میں ہے وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ کے شروع میں واو رابط آسکتی ہے لہذا صاحب کافیہ کا انکار کیسے درست ہوگا۔

جواب صاحب کافیہ کے نزدیک جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ جس کے شروع میں لفظ قد ہو وہ جملہ فعلیہ ماضیہ مثبتہ کے حکم میں ہوتا ہے مضارع ہے ہی نہیں

ای ماسوی: ضمیر تثنیہ کے مرجع کا بیان

من الجمل: ماسوی کا بیان کہ ان دو کے علاوہ باقی تین جملے (۱)فعلیہ مضارعہ منفیہ (۲)فعلیہ ماضیہ مثبتہ (۳)فعلیہ ماضیہ منفیہ ہرایک میں تین رابط ہو سکتے ہیں۔(۱) واواور ضمیر دونوں کا مجموعہ (۲) فقط واو (۳) فقط ضمیر

من غیر ضعف: سے اشارہ کردیا کہ جملہ اسمیہ حالیہ میں تو تنہا ضمیر کا رابط ہونا وجہ مذکور کی بنا پر ضعیف تھا اور ان تین جملوں میں فقط ضمیر کا رابط ہونا بغیر کسی ضعف کے ہے۔

مضارع منفی کی مثالیں: جیسے جاءنی زید وما یتکلم غلامہ یا جاءنی زید ما یتکلم غلامہ یا جاءنی زید وما یتکلم عمرو

ماضی مثبت کی مثالیں: جیسے جاءنی زید وقد خرج غلامہ۔ جاءنی قد خرج غلامہ اور جاءنی زید وقد خرج عمرو

ماضی منفی کی مثالیں: جیسے جاءنی زید وما خرج غلامہ اور جاءنی زید ما خرج غلامہ اور جاءنی زید وما خرج عمرو

**قال الماتن** **ولا بد فی الماضی المثبت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول لازمی ہے۔خواہ وہ ظاہر ہو یا مقدر ہو۔

لا المنفی: کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ متو میں المثبت کی قید احترازی ہے۔اس سے

احتراز ہے ماضی منفی سے۔

**قال الشارح** **من دخول** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** من حرف جر ہے اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے اور قد اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے۔

**جواب** دخول کا اضافہ کر کے جواب دیا کہ من کا مدخول قد نہیں ہے بلکہ محذوف ہے جو کہ دخول ہے

**قال الشارح** **لفظة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** دخول کی اضافت قد کی طرف صحیح نہیں ہے۔اس لیے کہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے اور قد اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے۔

یہاں قد سے مراد لفظ قد ہے اور جب حرف سے مراد اس کا لفظ ہو تو وہ علم ہو جاتا ہے اس حرف کا جو ترکیب کے اندر موجود ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **المقربه زمان الماضی** جب ماضی مثبت حال واقع ہونے کے لیے دخول قد کے لازم ہونے کی علت کا بیان۔ ماضی اور قد کے درمیان علاقہ کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس کا زمانہ عامل کے زمانے سے مقدم ہوگا۔لہذا اس مقصی مثبت پر قد کا دخول ضروری ہے تاکہ وہ قد ماضی مثبت کے زمانے کو ذوالحال سے صدور فعل یا ذوالحال پر وقوع فعل کے زمانے کے قریب ہونے پ دلالت کرے۔اور چونکہ قریب شیئ حکما اس شیئ کے مقارن ہوتی ہے۔لہذا حکما حال کا زمانہ عامل کے امانے کے متحد ہو جائے گا۔

**قال الشارح** **تجوزا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** قـــــد تو ماضی کو حال لغوی کے قریب کرنے کے لیے موضوع ہے اور ہماری بحث حال اصطلاحی میں ہو رہی ہے۔

**جواب** جس کا حاصل یہ ہے کہ قد یہ اول میں حقیقت اور ثانی میں مجاز ہے۔

**قال الشارح** **لان المتبادر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** جب ماضی مثبت حال ہو اور اسکا عامل مضارع ہو تو اس وقت ماضی مثبت پر قد کے دخول کا

لزوم درست ہو جائے گا۔ لیکن جب اس کا عامل ماضی ہوتو اس وقت ماضی مثبت پر قد کے دخول کا لزوم درست نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ دونوں ماضی ہیں لہذا ماضی مثبت پر قد کے دخول کا کوئی فائدہ نہیں رہے گا۔

**جواب** جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس سے متبادر یہ ہے کہ اس کا ماضی ہونا یہ زمانہ عامل کے اعتبار سے ہوگا۔ لہذا جب عامل ماضی ہوتو اس وقت بھی یہ ماضی مثبت پر قد کا دخول بلا فائدہ نہیں ہوگا۔

وھذا الخلاف: اختلاف نحاۃ کا بیان ہے۔ یعنی جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس پر قد کے دخول کا لازم ہونا یہ نحاۃ بصریین کا مذہب ہے اور نحاۃ کوفیین کے نزدیک قد کا دخول لازم نہیں ہے نہ لفظا نہ تقدیرا۔

سواء: ترکیب کا بیان۔ ظاہرۃ او مقدرۃ یہ کان محذوف کی خبریت کی بناء پر منصوب ہیں۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قد میں تعمیم ہے۔ خواہ وہ قد ظاہر فی اللفظ ہو یا مقدر منوی ہو۔ قد ظاہر فی اللفظ ہو جیسے جاءنی زید قد رکب غلامہ۔ قد مقدر فی اللفظ ہو جیسے
جاؤکم حصرت صدورھم۔ اس میں حصرت سے پہلے قد مقدر ہے۔ اصل میں عبارت یوں ہے
جاؤکم قد حصرت صدورھم

**قال الشارح** لان المتبادر مولانا اختلاف آخر کا بیان کہ جو نحاۃ اس بات کے قائل ہیں کہ جملہ حالیہ ماضیہ مثبتہ کے شروع میں لفظ قد کا ہونا واجب ہے۔ ان کا باہم اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ لفظ قد مقدر بھی ہو سکتا ہے یا ملفوظ ہی ہونا واجب اور ضروری ہے۔ چنانچہ سیبویہ اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ لفظ قد کا ملفوظ ہونا ضروری ہے مقدر ہونا جائز نہیں اور باقی نحاۃ کے نزدیک تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر۔ چنانچ سیبویہ اور مبرد کے مذہب پر اعتراض ہوا کہ آیت کریمہ جاؤکم حصرت صدورھم میں حصرت جملہ فعلیہ ماضیہ مثبتہ حال واقع ہو رہا ہے حالانکہ لفظ قد شروع میں ملفوظ نہیں ہے۔ تو سیبویہ اور مبرد نے جواب دیا کہ ہمارے ہاں حصرت صدورھم

جملہ حالیہ ہے ہی نہیں اسی جواب کی تفصیل میں مولانا جامیؒ نے سیبویہ یؤول قولہ تعالی سے آخیر تک پیش کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حصرت صدورھم جملہ حالیہ نہیں ہے بلکہ موصوف محذوف کے لیے جملہ صفتیہ ہے اور مبرد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی یہ جملہ حالیہ نہیں بلکہ جملہ دعائیہ ہے کہ بددعا مقصود ہے۔

**قال الشارح** **وانما لم يشترط** مولانا جامیؒ کی غرض المثبت کی قید کے فائدہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر

**سوال** ماضی منفی حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول لازمی کیوں نہیں۔

**جواب** اس لیے کہ اس صورت میں قد کے دخول کا فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب ماضی کی نفی کی جائے تو وقت انتفایہ سے لے کر فاعل سے صدور فعل یا مفعول پر فعل کے وقوع تک مستمر ہوتی ہے۔ تو پس حال کا زمانہ عامل کے زمانے کے مقارن ہو جائے گا۔

**قال الماتن** **ويجوز حذف العامل** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کے عامل کو بوقت قیام قرینہ حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے مسافر کو کہا جائے راشدا مهديا یہ حال ہیں جن کا عامل سر محذوف ہے

**في الحال:** سے اشارہ کر دیا کہ عامل پر جو الف لام داخل ہے یہ عہد کا ہے۔ جس سے مراد حال کا عامل ہے۔

**قال الشارح** **لقيام قرينة** مولانا جامیؒ کی غرض شرط حذف عامل کا بیان برائے دفع دخل مقدر

**سوال** ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ جاء زيد راكبا میں راکبا حال ہے حالانکہ اس کے عامل کو حذف کرنا جائز نہیں۔

**جواب** حال کے عامل کو حذف کرنا مطلق جائز نہیں یہ اس وقت جائز ہے جب کوئی قرینہ پایا جائے اور مثال مذکور میں قرینہ نہیں ہے۔

**قال الشارح** **حالية** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** قرینہ سے متبادر قرینہ حالیہ ہوتا ہے لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہ رہی۔

**جواب** قرینہ میں تعمیم ہے خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔ قرینہ حالیہ کی مثال جیسے مسافر کو کہا جائے راشدا مھدیا۔

**ای الشارع فی السفر:** سے مولانا جامی نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا للمسافر میں مسافر کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔(۱) حقیقی جو سفر میں شروع ہو چکا ہے (۲) معنی مجازی یعنی جو سفر کے لیے تیار ہو

**ای سر راشدا:** عامل محذوف کا بیان ہے۔

**مھدیا:** ترکیب کا بیان۔ مھدیا میں دو احتمال ہیں۔(۱) راشدا کی صفت ہونے کی بنا پر منصوب ہو۔(۲) حال ہونے کی بناء پر منصوب ہو اگر ذوالحال واحد ہو تو حالین مترادفین ہو گے۔ اور اگر راشدا کی ضمیر مستتر سے حال ہو تو حالین متداخلین ہوں گے۔ باقی حذف بقرینہ مقالیہ ہو اس کی مثال جیسے کوئی آدمی کہے کیف جئت تو آپ اس کے جواب میں کہیں راکبا اس میں راکبا یہ حال ہے اور اس کا عامل محذوف ہے جو کہ جئت ہے اصل میں عبارت یوں تھی جئت راکبا۔ جئت فعل کو حذف کردیا اس کے حذف پر قرینہ سوال ہے۔ اور جیسے قرآن مجید میں ہے۔ **ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلی قادرین** اس میں قادرین حال ہے جس کا عامل نجمع محذوف ہے

**ویجب فی الموکدۃ:** حال موکدۃ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے حذف العامل کہہ کر یجب کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے

**قال الشارح** **بعض الاحوال** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** **شھد اللہ انہ لا الہ الا ھوو الملائکۃ واولوالعلم قائما بالقسط** اس کے اندر قائما حال موکدہ ہے حالانکہ اس کے عامل کو حذف نہیں کیا گیا۔

**جواب** یہاں مراد بعض احوال موکدہ ہیں۔

**قال الشارح** ای شرط وجوب مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** متن کی ظاہر عبارت وشرطها سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہونا نفس حال موکدہ کے وجود کی شرط ہے حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے اس لیے اگر یہ شرط دبائی جائے تو بھی حال موکدہ پایا جاتا ہے اور نیز دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ یہ مقصود صاحب کافیہ کے خلاف ہے مقصود نفس حال موکدہ کے حذف عامل کی شرط کو بیان کرنا ہے۔

**جواب** یہاں کئی مضاف محذوف ہیں۔ تقدیر عبارت شرط وجوب حذف عاملها جس کا حاصل معنی یہ ہوگا کہ حال موکدہ کے عامل کے حذف وجوبی کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہو جیسے مثال مذکور میں زید ابوك عطوفا۔

احترز به : مضمون جملہ کی قید کے فائدے کا بیان۔ انا ارسلناك للناس رسولا۔ میں رسولا حال موکدہ ہے لیکن جملہ کے مضمون کے لیے موکدہ نہیں ہے کیونکہ جملہ کا مضمون ارسال الله ہے۔ بلکہ جملہ کے مضمون کی جزء یعنی ارسال کے لیے موکد ہے اس لئے یہاں عامل محذوف نہیں بلکہ حال مذکور ہے لیکن یہ جب ہے کہ رسول کا معنی لغوی مراد ہو اگر معنی شرعی مراد لیا جائے تو پھر مضمون جملہ کے لیے موکد ہے کیونکہ رسول بمعنی لغوی تو فقط ارسال کا مقتضی ہے جو ارال اللہ تو پورے جملے کے مضمون کی جزء ہے اور رسول بمعنی شرعی ارسال الله کے بغیر محقق ہو ہی نہیں سکتا۔

احترز بہ: اسمیۃ کی قید کے فائدے کا بیان ہے اگر جملہ فعلیہ کے مضمون کے لیے موکد ہو تو عامل کے حذف واجب نہیں ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ میں شھد فعل عامل حذف نہیں ہے۔

ولا بدھھنا: سے قید مستفاد من عبارۃ المتن کا صراحۃ بیان۔ بعنوان آخر اعتراض بر ماتن کہ حال موکدہ کے عامل کے حذف وجوبی کی چند شرائط ہیں۔

(۱) وہ حال موکدہ جملہ کے مضمون کے لیے موکد ہو نہ کہ جزء جملہ ہو۔

(۲) خصوصی طور پر جملہ اسمیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہو نہ کہ جملہ فعلیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہو۔

(۳) وہ جملہ اسمیہ ایسے دو اسموں سے مرکب ہو جن میں عامل بننے کی صلاحیت نہ ہو۔

# ﴿بحث تمیز﴾

**قال الماتن** **التمیز ما یرفع** صاحب کافیہ نے تمیز کی تعیف کو بیان کیا ہے جس کا حصل یہ ہے کہ تمیز ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے ایسے ابہام کو دور کرے جو موضوع لہ میں راسخ اور ثابت ہو چکا ہو یعنی ابہام وضعی کے لیے رافع ہو۔

ای الاسم الذی: مولانا جامی نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ما موصولہ ہے اور جس سے مراد اسم ہے لہذ افعلت ای قلت میں قلت کو تمیز نہیں کہا جائے گا۔

واحترز بہ عن البدل: یہ رفع الابھام کی قید کے فائدہ کا بیان کہ اس سے بدل خارج ہو جاتا ہے کیونکہ بدل سے مقصود متکلم رفع ابھام نہیں ہوتا بلکہ مبھم کو چھوڑ کر معین کو ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے اگر چہ کچھ نہ کچھ ابھام کا رفع بھی ہو جاتا ہے لیکن رفع ابھام مقصود نہیں ہوتا اور تمیز میں متکلم کا مقصود رفع الابھام ہی ہوتا ہے۔

ای الثابت الرفع: المستقر کے معنی کا بیان یعنی جو ابھام معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت س راسخ اور ثابت ہو چکا ہو۔

فان المستقر وان کان: تفسیر مذکور کی صحت کی دلیل کا بیان برائے دفع دخل مقدر

**سوال** صاحب کافیہ کا مقصود المستقر کی قید رایت عینا جاریہ کی ترکیب میں جاریۃ کو خارج کرنا ہے کیونکہ جاریۃ کا لفظ اگر چہ عینا سے ابھام کو دور کر رہا ہے لیکن یہ ابھام معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ عینا میں ابھام تعدد موضوع لہ اور اشتراک کے عروض کی وجہ سے ہے لہذا رائیت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ کو تمیز نہیں کہا جائے گا۔

اس تقریر پر شیخ رضی نے اعتراض کیا کہ المستقر کے معنی میں مطلق ثابت کے ہیں خواہ معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے ہو یا نہ ہو لہذا حاصل معنی یہ ہے کہ تمیز ابھام ثابت کے لیے رافع ہوتی ہے۔ لہذا رائیت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ المستقر کی قید کے ساتھ تمیز ہونے سے نہیں نکل سکتا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ لغت میں المستقر کے معنی اگر چہ مطلق ثابت ہی

کے ہیں لیکن جب مطلق لفظ ثابت بولا جائے تو اس سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور فرد کامل ابہام ثابت وضعی ہے لہذا المستقر کی قید کے ساتھ رائیت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ تمیز ہونے سے خارج ہو جاتا ہے۔

خلاصہ کلام المستقر کی قید کا فائدہ اول یہ ہوا کہ اس سے الفاظ مشترکہ کی صفات خارج ہو جائیں گی۔

وکذا یقع بہ: المستقر کی قید کے فائدہ ثانیہ کا بیان ہے۔اس سے مبھمات کی اوصاف تمیز ہونے سے خارج ہو جائیں گی۔اس لیے کہ مبھمات کی صفات اگرچہ مبھمات سے ابہام کو رفع کرتی ہیں لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہوتا بلکہ وہ ابہام استعمالی ہوتا ہے اس لیے کہ مبھمات میں ابہام موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یا معنی مستعمل فیہ کے تعدد کی وجہ سے۔

کیونکہ اسماء مبھمات کے بارے میں اختلاف ہے جس میں دو مذہب ہے۔

(۱) علامہ تفتازانی کے نزدیک اسم اشارہ مثلا ھــذا کی وضع مفہوم کلی کے لیے ہوتی ہے بشرط استعمالہ فی الجزئیات۔

اور جمہور کا مذہب: یہ ہے کہ اسم اشارہ مثلا ھــذا کی وضع مفہوم کلی کی جزئیات میں سے ہر ہر جزئی کے لیے ہوئی ہے اور ظاہر بات ہے کہ نہ تو مفہوم کلی میں کوئی ابہام ہے اور نہ ہی جزئیات میں سے ہر ہر جزئی میں ابہام ہے البتہ اگر ابہام ہے تو علامہ صاحب کے مذہب کی بناء پر معنی مستعمل فیہ کے اعتبار کے ہے اور جمہور کے مذہب پر تعدد موضوع لہ اعتبار سے ہے لہذا ھــذا الــرجـل میں الــرجـل ایسے ابہام کے لیے رافع ہے جو معنی مستعمل فیہ کے اعتبار سے یا معنی موضوع لہ کے تعدد کے اعتبار سے استعمال میں پیدا ہو چکا ہے حالانکہ تمیز کے لیے ضروری ہے کہ ہوا یسے ابہام کے لیے رافع ہو جو معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے ہو نہ کہ تعدد معنی مستعمل فیہ یا تعدد معنی موضوع کے اعتبار سے (۲) جمہور کے نزدیک یہ موضوع ہیں مفہوم کلی کی ہر ہر جزئی کے لیے تو جمہور کے نزدیک ان کے اندر ابہام پیدا ہوا ہے مستعمل فیہ کے تعدد کی

وجہ سے اور علامہ تفتازانی کے نزدیک ان کے اندر ابہام پیدا ہو موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے۔ مثلاً هذا الرجل کے ساتھ هذا کی صفت یہ اگرچہ هذا کی ابہام کو رفع کرتا ہے۔ لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ابہام استعمال کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ علامہ صاحب کے نزدیک وہ ابہام وضعی نہیں ہے بلکہ موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے

**قال الشارح** **وكذا يقع الاحتراز** مولانا جامیؒ کی غرض المستقر کی قید کا فائدہ ثالثہ کا بیان۔ المستقر کی قید کے ذریعہ عطف بیان بھی تمیز ہونے سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ عطف بیان مبین کے ایسے ابہام کو دور کرتا ہے جو عدم شہرت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ابہام وضعی کے لیے رافع نہیں ہے۔

**لا عن ذات:** اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عن ذات کی قید احترازی ہے۔

**واحتراز به :** عن ذات کی قید کے فائدہ کا بیان کہ عن ذات کی قید کے ذریعے نعت اور حال تمیز ہونے سے خارج ہو گئے کیونکہ نعت اور حال دونوں وصف میں پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرتے ہیں اور تمیز ذات میں پیدا ہونے والے ابہام کے لیے رافع ہوتی ہے۔

**قال الشارح** **وتحقيق ذالك** مولانا جامیؒ کی غرض حال اور نعت اور ان دونوں اور تمیز کے فرق کا تفصیلی بیان۔ یعنی اس کی تحقیق کہ تمیز ذات سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔ اور نعت اور حال وصف سے ابہام کو رفع کرتے ہیں یہ ہے کہ مثلاً جب واضع نے رطل کو جب نصف من کے لیے وضع کیا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موضوع لہ معنی معین ہے جو نصف سے اقل مثلاً ربع سے ممتاز اور نصف سے اکثر سے بھی ممتاز ہے۔ لیکن ذات یعنی جنس کے اعتبار سے اس کے اندر ابہام ہے۔ اس لیے کہ بحسب الوضع معلوم نہیں ہوا کہ وہ شھد کی جنس سے یا سرکہ کی جنس سے یا کسی اور جنس سے ہے۔ اور بحسب الوصف بھی ابہام ہے اس لیے کہ بحسب الوصف معلوم نہیں ہوا کہ وہ بغدادی ۔ یا مکی ۔ یا ملتانی ۔ تو پس جب ابہام وضعی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اس کے بعد حال یا وصف کو ذکر کیا جائے گا۔ اور یوں کہا جائے گا۔ رطل بغدادی اور جب ابہام

ذاتی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو تمیز کو ذکر کیا جائے گا اور یوں کہا جائے گا رطل زیتا پس زیتا ابہام ذاتی کو رفع کر رہا ہے۔ جب کہ نعت اور حال ابہام وصفی کو رفع کرتے ہیں نہ کہ ابہام ذاتی کو رفع کرتے ہیں۔

مذکورۃ اومقدرۃ: سے مذکورۃ اور مقدرۃ کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ یہ مجرور ہیں اس بناء پر کہ یہ ذات کی صفت ہیں۔

**قال الشارح** اشارۃ الی تقسیم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** تعریف کے اندر کلمۃ او کو ذکر کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ کلمۃ او تشکیک کے لیے آتا ہے اور تعریف توضیح کے لیے ہوتی ہے تو ان دونوں میں منافات ہے۔

**جواب** یہاں پر کلمۃ او تشکیک کے لیے نہیں ہے بلکہ تمیز کی تقسیم کے لیے ہے۔ تمیز کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے۔ رطل زیتا (۲) جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے۔ جیسے طاب زید نفسا

**قال الشارح** فانہ فی قوۃ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** طاب زید نفسا میں نفسا یہ زید سے ابہام کو رفع کر رہا ہے جو کہ ذات مذکورہ ہے مقدرہ نہیں حالانکہ آپ نے یہ مثال ذات مقدرہ کی دی ہے۔

**جواب** یہاں ممیز زید نہیں بلکہ ممیز محذوف ہے جو کہ شیئ ہے اس لیے کہ طاب زید نفسا یہ طاب شیئی منسوب الی زید کے معنی میں ہے۔ تو پس نفسا اس شیئ سے ابہام کو رفع کر رہا ہے جو کہ مقدر ہے۔

**قال الماتن** فالاول عن مفرد مقدار صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے تمیز کی قسم اول یعنی جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے وہ اکثر مواد میں مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔

ای القسم الاول: سے ترکیب کا بیان۔ کہ الاول صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ

القسم ہے۔

وھــــو: سے قسم اول کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ قسم اووہ ہے جوذات مذکورہ سے ابھام کو رفع کرے۔

یرفعه: ترکیب کا بیان۔عن مفرد یہ متعلق ہے یرفعہ کے پھر یہ الاول کی خبر ہے۔

**قال الشارح** **یعنی مابه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے اس لیے کہ مصنف نے مثال کے اندر عشــــــــرون درھـما ومنوان سمنا کو پیش کیا حالانکہ عشرون اور منوان یہ مفرد نہیں ہے بلکہ عشرون جمع ہے اور منوان تثنیہ ہے۔

**جواب** یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جو جملہ اور شبہ جملہ اور مضاف کے مقابلے میں ہو۔مفرد تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں نہیں ہے

صفة: سے مقدار کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ یہ مجرور ہے اور یہ صفت ہے مفرد کی۔

وھو مایقدر بہ الشئ: مقدار کی تعریف کا بیان ہے کہ مقدار وہ ہے کہ جس کے ساتھ کسی شئ کا اندازہ لگایا جائے۔یعنی جس کے ساتھ شئ کو پہنچا جائے۔

ویبین: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یعرف معرفۃ سے مشتق ہے تعریف سے نہیں۔

غالبا ای فی غالب المواد: سے ترکیب کا بیان غالبا کا نصب ظرفیت کی بنا پر ہے۔

واکثرھا: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ غالب یہ اکثر کے معنی میں ہے۔

**قال الشارح** **ای رفع الایھام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** اول کا مصداق وہ تمیز ہے جو ذات مذکورہ سے ابھام کو رفع کرے اور مفرد مقدار بھی ذات مذکورہ ہوتی ہے۔تو اب مصنف کی عبارت کا معنی ہوگا کہ وہ تمیز جو ذات مذکورہ سے ابھام کو رفع کرے ذات مذکورہ سے۔تو مصنف کی عبارت میں تکرار ہوا۔

**جواب** مفرد مقدار اخص ہے اور اول عام ہے اس لیے اول سے مراد وہ تمیز ہے جو ذات مذکورہ سے

ابھام کو رفع کرے خواہ وہ مفرد مقدار سے ہو یا غیر مفرد مقدار سے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مفرد مقدار اس سے اخص ہے۔

والمقدار: سے ترکیب کا بیان۔ کہ فی عدد باعتبار متعلق کے خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ المقدار ہے۔

**قال الشارح** ضمن مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** عدد بھی تو مفرد مقدار ہے لہذا ظرفیت الشیئ لنفسہ کی خرابی لازم آئے گی۔

**جواب** ضمن کا اضافہ کر کے جواب دیا کہ ظرفیت الشیئ لنفسہ نہیں ہے بلکہ ظرفیت الاخص للاعم ہے۔ اس لئے کہ مفرد مقدار عدد سے اعم ہے۔ یہ عدد کو بھی شامل ہے اور کیل کو بھی اور وزن کو بھی۔ اب صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہوگا کہ مفرد مقدار یا عدد کے ضمن میں متحقق ہو یا غیر عدد کے ضمن میں متحقق ہو۔ پھر وہ غیر چار حال سے خالی نہیں ہے۔ (۱) یا وہ وزن ہوگا۔ (۲) یا کیل ہوگا۔ (۳) یا ذراع ہوگا (۴) یا مقیاس ہوگا۔

مفرد مقدار عددی کی مثال: عشرون درھما۔

مفرد مقدار وزن کی مثال جیسے رطل زیتا اس لیے کہ رطل نصف سیر کو کہتے ہیں۔ اور جیسے منوان سمنا۔

فان نصف: سے اس بات کی دلیل پیش کرنا ہے کہ رطل وزنی ہے۔

مفرد مقدار کیل کی مثال: جیسے قفیزان برا

مفرد مقدار مقیاس کی مثال: علی التمرة مثلها زبدا

**قال الشارح** والمراد بالمقادیر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** ان مقادیر میں تو کوئی ابھام نہیں ہے اس لیے کہ یہ معلوم متعین ہیں تو تمیز ان سے ابھام کو کیسے دور کرے گی جب کہ ابھام ہی نہیں ہے۔

**جواب** ان سے مراد مقدرات ہیں جن میں ابھام موجود ہے اور تمیز ان مقدرات سے ابھام کے لیے رافع ہے۔ مثلاً عشرون سے مراد معدود ہے اسی طرح رطل سے مراد موزون ہے۔ اور

قفیزان سے مراد مکیل ہے۔اور ذراع سے مراد مزروع ہے۔اور علی التمرہ مثلها زبدا میں مثلها سے مراد مقیس ہے۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان میں ابہام موجود ہے۔

**سوال** مقدرات تو معانی مجازیہ ہیں کیونکہ مقادیر کی وضع ان کے لیے نہیں ہوئی حالانکہ تمیز کے لیے ضروری ہے کہ معنی موضوع لہ سے موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے رافع للابہام ہو۔

**جواب** مقادیر مقدار معین کے لیے اس طور پر موضوع ہیں کہ وہ مقدار معین اجناس میں سے کسی جنس کی طرف منسوب ہو اور جب اضافت الی الجنس مقادیر کے مفہوم میں معتبر ہوئی ہو مقادیر کی وضع ایسی مقدار کیلئے ہوئی جو منسوب الجنس ہو بایں طور مقدار وضع کے اعتبار سے جنس پر دال ہوئی جو کہ مبہم ہے لہذا مقدار سے واقع ہونے والی تمیز ابہام وضعی کے لئے رافع ہوئی۔

**قال الشارح** انما اقتصر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** مقادیر کی پانچ قسمیں ہیں بعض کی مثال ذکر نہیں کی۔یعنی کیل اور مساحت کی اور وزن کی مثال کو مکرر ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

**جواب** صاحب کافیہ کا مطمع نظر مثالوں کو ذکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا مقصود متممات اسم کو بیان کرنا ہے کہ متممات اسم چار چیزیں ہیں۔(۱) نون مشابہ بنون جمع کے ساتھ جیسے عشرون درهما میں عشرون اسم تام ہے جس کی تمامیت نون مشابہ بنون جمع کے ساتھ ہے

**سوال** صاحب کافیہ نے نون جمع حقیقی کی مثال کیوں نہیں دی۔

**جواب** بوجہ ظہور کے کہ جب نون مشابہ بنون جمع متمم ہے تو نون جمع حقیقی بدرج اولی متمم ہوگا۔

(۲) نون تنوین کے ساتھ خواہ تنوین ملفوظ ہو جیسے رطل زیتا میں رطل اسم تام ہے جس کی تمامیت نون تنوین ملفوظ کے ساتھ ہے یا تنوین مقدر کے ساتھ ہو جیسے احد عشر رجلا

(۳) نون تثنیہ کے ساتھ اسم تام ہوتا ہے جیسے منوان سمنا

(۴) اضافت کے ساتھ اسم تام ہوتا ہے جیسے علی التمرة مثلها زبدا۔

**سوال** مولانا جامی نے فرمایا انما اقتصر المصنف علی الامثلة کہ صاحب کافیہ نے تین

مثالوں پر اکتفاء کیا ہے حالانکہ صاحب کافیہ نے چار مثالیں بیان کیں ہیں۔

**جواب** مولانا جامی کی مراد یہ ہے کہ عدد کے علاوہ تین مثالوں پر اکتفاء کی ہے کیونکہ عدد کی تمیز کے متعلق ماتن نے خود کہا ہے کہ عدد کی تمیز کا بیان اسماء العدد میں ہوگا۔تو حاصل جواب یہ ہوا کہ صاحب کافیہ کا مقصود متممات اس کو بیان کرنا تھا اس لئے عدد کے علاوہ تین مثالوں پر اکتفاء فرمائی اور وزن کی مثا کو مکرر ذکر کر کے اس بات کو بتلایا کہ مفرد مقدار کی ایک خاص قسم یعنی وزن کی تمامیت کبھی تنوین سے اور کبھی نون تثنیہ سے ہوتی ہے اور مفرد مقدار کے تحقیق کی صور کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔اس لئے کیل اور مساحت کی مثال کو بیان نہیں کیا۔

**قال الشارح** **ومعنى تمام الاسم** مولانا جامیؒ کی غرض اسم تام کی تعریف کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم کے تام ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت کو ہوتے ہوئے اس کی اضافت ممکن نہ ہو اور اسم کے ساتھ جب تنوین ہو تو اس کی اضافت ممتنع ہوتی ہے اسی طرح جب نون تثنیہ یا نون جمع ہو تو اس کی اضافت محال ہوتی ہے اور جب وہ مضاف ہو تو بھی اس کی اضافت محال ہوتی ہے۔اس لئے کہ مضاف دوسری مرتبہ مضاف نہیں ہوسکتا۔

**قال الشارح** **فاذا تم الاسم** مولانا جامیؒ کی غرض اسم تام کے ناصب اور عامل تمیز کی علت کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے جب اسم مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ تام ہو جائے گا تو وہ فعل کے مشابہ ہو جائے گا۔جس طرح فعل کے ساتھ تام ہو جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ان اشیاءیں سے کسی ایک کے ساتھ تام ہو جاتا ہے۔پس وہ تمیز جو اس اسم کے بعد واقع ہوگی وہ مفعول کے مشابہ ہو جائے گی۔کیونکہ تمیز اسم کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتی ہے۔کہ جس طرح مفعول کا حق یہ ہے کہ وہ کلام کے تام ہونے کے بعد واقع ہو۔لہذا جس طرح فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب دیتا ہے اسی طرح اسم تام بھی ان اشیاء کے ساتھ تام ہو کر شبہ مفعول یعنی تمیز کو نصب دے گا۔

ای التمیز: غرضہ بیان مرجع الضمیر ۔

**قال الشارح** **ما یتشابه اجزاء ہٗ** ۔ جنس کی تعریف کا بیان بحسب الحقیقت والماہیت کہ جنس ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کے اجزاء میں سے ہر ہر جز کا کل کے ساتھ نام میں اشتراک ہو جیسے ماء سمندر کو بھی ماء کہتے ہیں اور ایک قطرے کو بھی ماء کہا جاتا ہے۔

**قال الشارح** **یقع مجردا** ۔ جنس کی بحسب الحکم تعریف کو بیان کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمیز مفرد کے استعمال کیے جانے کی علت کو بھی بیان کیا جارہا ہے۔

**فائدہ**: جنس اور اسم جنس کے درمیان فرق اور وہ فرق یہ ہے کہ جنس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے۔ اور اسم جنس کا اطلاق فقط واحد پر علی سبیل البدلیت ہوتا ہے تو دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر اسم جنس جنس ہے لیکن ہر جنس اسم جنس نہیں ہے۔

**قال الماتن** **الا ان تقصد الانواع** ۔ یہ استثناء مفرغ ہے تقدیر عبارت۔ فیفرد التمیز فی جمیع الاوقات الا وقت قصد الانواع۔

**قال الشارح** **ای ما فوق الواحد** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب جنس سے نوعین مقصود ہوں تو وہ تمیز مقصود کے مطابق استعمال کی جائے گی۔ جیسے عندی رطلان زیتین حالانکہ متن کی عبارت سے قصد انواع جمع ہی کی صورۃ میں مطابقت کا ہونا سمجھا جاتا ہے۔

**جواب**: متن کی عبارت میں انواع سے مراد ما فوق الواحد ہے جو نوعین کو بھی شامل ہے۔

**قال الشارح** **قیل و فی تخصیص قصد** ۔ سوال کو نقل کر کے یمکن سے جواب دینا ہے۔

**سوال**: جس طرح انواع کے مقصود ہونے کی صورت میں تمیز مقصود کے مطابق لائی جاتی ہے ایسے ہی اعداد کی مقصود ہونے کی صورت میں بھی تمیز مقصود کے مطابق ضروری ہوتی ہے۔ لہذا صاحب کافیہ کو یوں کہنا چاہیے تھا الا ان تقصد الانواع اوالاعداد ۔ اس استثناء کی صرف انواع کے ساتھ تخصیص صحیح نہیں ہے۔

**جواب**: انواع سے مراد حصص الجنس ہے یعنی افراد مراد ہوں خواہ وہ افراد نوعیہ ہوں یا افراد شخصیہ ہوں۔ لہذا اس استثناء دونوں کو شامل ہے۔ کیونکہ افراد شخصیہ ہی اعداد ہیں۔

**فائدہ**: مولانا جامیؒ نے یمکن سے یہ جواب نقل کر کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا۔ وجہ ضعف یہ ہے یہ حصہ کا اطلاق فقط فرد اعتباری یعنی وہ مفہوم کلی جو معین کی طرف مضاف ہونے پر ہوتا ہے فرد حقیقی پر نہیں ہوتا۔

**قال الشارح** **ای یورد** ۔ مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جمع سے مراد ما فوق الواحد ہے تاکہ تثنیہ کو بھی شامل ہو جائے۔

**قال الشارح** **ای المفرد المقدار** ۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ کان ناقصہ ہے

**قال الشارح** **او المعنی** ۔ توجیہ آخر کا بیان کہ کان تامہ بھی ہوسکتا ہے۔

**قال الشارح** **متلبساً**۔ ترکیب کا بیان کہ جار مجرور متلبسا کے متعلق ہے۔

**قال الشارح** **فان لما تما** ۔ مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: توجیہ ثانی پر تمیز کا نون تثنیہ کے ساتھ تلبس کیسے ہوسکتا ہے۔ حالانکہ نون تثنیہ تو مفرد مقدار میں ہوگا نا کہ تمیز میں۔ تو تمیز کا نون تثنیہ کے ساتھ تلبس کیسے صحیح ہوا۔

**جواب**: یہ ادنیٰ تعلق کی وجہ سے۔

**ای اضافة المفرد**: سے اشارہ کر دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے۔

**قال الشارح** **اضافة بیانیة** ۔ مولانا جامی کی غرض وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم**: یہ ہوتا ہے کہ تمیز اور ممیز میں تو عینیت ہوتی ہے اور اضافت تو تغایر کا مقتضی ہے۔

**جواب**: مطلق اضافت تغایر کی مقتضی نہیں بلکہ اضافت لامی اور اضافت بمعنی من تغایر کی مقتضی ہے اور یہاں پر اضافت بیانیہ ہے جو کہ تغایر کی مقتضی نہیں

**قال الشارح** **باسقاط التنوین** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم**: جب مفرد مقدار کی تمامیت نون تثنیہ کے ساتھ ہوگی تو نون تثنیہ کے ہوتے ہوئے تو اسم

تحیل الاضافت ہوتا ہے اضافت جائز ہی نہیں ہوتی۔

**جواب**: جواز اضافت سے مراد یہ ہے کہ ازالہ مانع یعنی اسقاط نون تثنیہ کے بعد اضافت جائز ہو۔

**ای جوازا شائعاً**: بیان تقعید برائے صحت تقابل کہ جازت الاضافت میں جواز سے مراد مطلق جواز نہیں بلکہ جواز کثیر ہے کیونکہ مابعد میں والا سے مطلق جواز کی نفی مراد نہیں بلکہ جواز کثیر کی نفی مراد ہے۔

**لحصول الغرض**: جواز اضافت کی دلیل کا بیان ہے کہ حصول مقصود فائدہ زائدہ سمیت ہے اور وہ فائدہ زائدہ تخفیف فی اللفظ ہے اور یہ سونے پر سہاگہ ہے۔

**ای و ان لم یکن**: سے اس بات کا اشارہ کردیا کہ یہ الامر کبہ ہے۔

**فلا تجوز الاضافت**: یعنی جزا جملہ فعلیہ ہے۔

**وعن غیر مقدار**: سے عطف کی تعیین کرنا ہے۔ کہ عن غیر مقدار یہ عن مفرد مقدار پر معطوف ہے۔

**ای الاول**: حاصل عطف کا بیان ہے۔ کہ تمیز کی قسم اول جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے وہ جس طرح مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے اسی طرح غیر مقدار سے بھی ابہام کو رفع کرتی ہے یعنی جو نہ عدد ہو اور نہ وزن ہو اور نہ ہی کیل ہو اور نہ ہی مساحت ہو۔

**نحو و خاتم حدیدا**: توضیح بالمثال کا بیان ہے۔

**فان الخاتم**: سے مثال کے ممثل لہ پر منطبق ہونے کا بیان ہے کہ خاتم باعتبار جنس کے مبہم ہے اور تنوین کے ساتھ تام ہے اسی لئے اس نے تمیز کا تقاضہ کیا ہے۔

**قال الماتن و الخفض اکثر** ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے اس میں بنسبت نصب کے جر زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

**ای خفض التمیز**: سے اشارہ کیا کہ خفض پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے جو کہ تمیز ہے۔

نیزاس بات کی طرف اشارہ کیا کہ خفض اضافت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

استعمالاً: سے ایک وہم کو دفع کر دیا کہ یہاں پر اکثر سے مراد اکثر من حیث المذاھب نہیں بلکہ من حیث الاستعمال ہے۔ الحاصل مصنفؒ کا مقصود دو چیزوں سے مرکب ہے۔ (۱) وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرے وہ مجرور باالاضافت ہوتی ہے۔ (۲) اس میں جر بنسبت نسب کے اکثر ہے۔

لحصول الغرض: سے جز اول کی دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے اضافت کے ساتھ غرض حاصل ہو جائیگی اور تخفیف بھی حاصل ہو جائے گی۔

ولقصورٍ: سے جز ثانی کی دلیل کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے غیر مقدار طلب تمیز سے قاصر ہے اس لئے کہ مبھمات میں اصل مقادیر ہے اور غیر مقدار اس شیئ کے مرتبے میں نہیں ہے۔

**قال الماتن** **والثانی عن نسبة** ۔ صاحب کافیہ کی غرض تمیز کی دوسری قسم کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز کی دوسری قسم جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے وہ یا تو نسبت کائنہ فی الجملہ سے ابہام کو رفع کرے گی یا ت کائنہ فی شبہ الجملہ سے ابہام کو رفع کرے گی۔

القسم الثانی: سے ترکیب کا بیان ہے کہ الثانی صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ القسم ہے۔

وھو ما: قسم ثانی کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمیز جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے۔

یرفع: سے ترکیب کا بیان کہ عن نسبت یرفع کے متعلق ہے پھر یہ جملہ ہو کر الثانی کی خبر ہے۔

**قال الشارح** **کان الظاھر** ۔ ایک اعتراض کو نقل کر کے لکن سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کی کلام میں تعارض ہے اس لئے کہ مصنفؒ نے ماقبل میں کہا تمیز کی قسم ثانی وہ ہے جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے اور یہاں ذات کا ذکر ہی نہیں بلکہ نسبت کا ذکر ہے۔

حالانکہ نسبت امر معنوی ہے ذات نہیں ہے۔لہذا مصنف کو یوں کہنا چاہئے تھا عن ذات مقدرة فی نسبت فی جملة۔

**جواب**: جس کا حاصل یہ ہے کہ ابہام طرف نسبت میں یعنی ذات مقدرہ میں ابہام فی النسبت کو مستلزم ہے اور رفع ابہام عن النسبت طرف نسبت یعنی ذات مقدرہ سے رفع ابہام کو مستلزم ہے اس لئے عن نسبت کا لفظ کہ دیا۔

**قال الشارح** مقتصرا علیها ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: پھر اسلوب کیوں بدلا۔

**جواب**: اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ تمیز کی قسم ثانی کا تمیز کی قسم اول کے ساتھ مقابلہ محض نسبت کے اعتبار سے ہے ذات مذکورہ یا مقدرہ کے اعتبار سے نہیں ہے۔

کائنة فی جملة: ترکیب کا بیان کہ فی جملة یہ متعلق ہے کائنة کے ساتھ پھر یہ باعتبار متعلق کے صفت ہے نسبة کی۔

ای ما شابهها۔: سے مضاہات کے معنی کا بیان ہے جو کہ تفسیر غیر المشہور بالمشہور کے قبیل سے ہے۔

عطف: ترکیب کا بیان کہ یہ معطوف ہے جملة پر۔

و هو اسم الفاعل : سے شبہ جملہ کے مصداق کا بیان۔کہ شبہ کا جملہ کا مصداق اسم الفاعل اور اسم مفعول اور مصدر اور ہر وہ لفظ کہ جس میں فعل والا معنی پایا جائے اس میں فاعل کی مثال الحوض ممتلیء ماءً اور اسم مفعول کی مثال الارض مفجرة عیوناً اور صفت مشبہ کی مثال زید حسن وجهاً اور اسم تفضیل کی مثال زید افضل اباً اور مصدر کی مثال اعجبنی طیبه ابا ۔اور وہ لفظ جس کے اندر فعل والا معنی پایا جائے جیسے حسبك زید رجلا۔اس لئے کہ حسبک اس مثال میں یکفیك کے معنی میں ہے۔

مثال للجملة: سے ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے طاب زید نفساً ۔یہ اس تمیز کی مثال ہے جو جملے

سے ابہام کورفع کرے اور تمیز اس کے اندر منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے۔

زید طیب ابا یہ شبہ جملہ سے ابہام کورفع کرنے کی مثال ہے۔اوراس کے اندر تمیز منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔اور متعلق منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

**سوال**: مولانا جامیؒ نے مشابہ جملہ کی مثال میں مصدر کو بھی ذکر کیا ہے جیسے اعجبنی طیبه ابــــا۔حالانکہ صاحب کافیہ نے مصدر کو اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے۔لہذا مولانا جامیؒ اور صاحب کافیہ کی کلام میں تعارض ہوا۔

**جواب**: مصدر میں دو اعتبار ہیں۔ (۱) حیثیت عمل بالفاعلیۃ (۲) حیثیت بالاضافۃ۔مولانا جامیؒ نے پہلی حیثیت کے لحاظ سے شبہ جملہ کی مثال میں ذکر کر دیا اور صاحب کافیہ دوسری حیثیت کے لحاظ سے اضافت کی مثال میں ذکر کر دیا۔

**قال الشارح** و حیث لا فرق ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: صاحب کافیہؒ نے جملہ کے لئے ایک مثال کو ذکر کیا ہے اور شبہ جملہ کے لئے چار مثالوں کو ذکر کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

**جواب**: کہ دونوں کے تمیز میں کوئی فرق نہیں کل مثال للجملة فهو مثال لشبه الجملة و کل مثال لشبه جملة فهو مثال للجملة۔لیکن صاحب کافیہؒ نے ظاہر پر اعتماد کرتے ہوئے تمثیلات میں جملہ کی بقیہ امثلہ کو بنا بر اختصار کے مقدر کر دیا بہر حال درحقیقت جملہ اور شبہ جملہ میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔چار مثالیں اس طرح بن جائیں گی۔

(۱) طاب زید نفسا (۲) طاب زید ابا (۳) زید طیبه ابا (٤) زید طیبه نفسا

**قال الشارح** فقول و ابو ة ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ابوة اور دارا اور علماان میں جس طرح شبہ جملہ کی نسبت سے تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے اسی طرح جملہ نسبت بھی تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے۔تو پھر مصنفؒ نے ابـوة اور دارا اور علماان کو شبہ جملہ کے بعد کیوں ذکر کیا۔اوران کا عطف ابا پر کیوں کیا۔

**جواب**: مصنفؒ کا قول ابوة اور دارا اور علما اگر چہ بحسب الفظ ان کا عطف ابا پر ہے لیکن

بحسب المعنی ان کا عطف نفسا اور ابا دونوں پر ہے۔تو مصنفؒ کا قول مذکورہ دو مثالوں میں سے ہر ایک کی طرف مائل ہے۔ یہ صرف آخری مثال کے ساتھ مختص نہیں۔لہذا مصنفؒ نے بحسب الحقیقت ہر ایک ممثل لہ کے لئے پانچ مثالیں ذکر کی ہیں یعنی وہ تمیز جو جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے اس کے لئے بھی پانچ مثالیں ذکر کیں اور شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے اس کی بھی پانچ مثالیں ذکر کی ہیں۔

**قال الشارح** **فالنفس اضافي** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لئے ایک مثال بھی کافی ہوتی ہے۔تو مصنفؒ نے متعدد مثالیں کیوں دے دیں۔

**جواب**: تعدد امثلہ یہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے۔اس لئے کہ تمیز کی پانچ قسمیں ہیں۔ تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول ہوگی یا نہیں ہوگی۔اگر تمیز بالذات محمول ہو تو غیر کا احتمال رکھے گی یا نہیں۔اگر منتصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو تو اس کو منتصب عنہ کی صفت بنانا جائز ہوگا یا نا جائز ہوگا اگر جائز ہو تو وہ اس کا احتمال رکھے گی یا نہیں۔کل پانچ قسمیں ہوئیں۔

(۱) تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول ہو اور غیر کا احتمال نہ رکھے جیسے طاب زید نفسا۔اس لئے کہ نفس زید پر بالذات محمول ہے اور غیر کا احتمال نہیں رکھتا۔

(۲) تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول ہو اور غیر کا احتمال رکھے جیسے طاب زید ابا۔

(۳) تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منتصب عنہ کی صفت بنانا صحیح ہو اور غیر کا احتمال رکھے جیسے طاب زید ابوۃ۔

(۴) تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منتصب عنہ کی صفت بنانا صحیح ہو۔اور وہ غیر کا احتمال نہ رکھے۔جیسے طاب زید علما۔

(۵) تمیز منتصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منتصب عنہ کی صفت بنانا بھی صحیح نہ ہو۔جیسے طاب زید دارا۔

عین اضافی وہ ہے جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو۔ اور عین غیر اضافی وہ ہے جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف نہ ہو۔

**قال الشارح** **والدر** ۔ سے در اور فارس کی لغوی تحقیق کو بیان کرنا ہے۔ در کا معنی ہے دودھ اور مراد اس سے خیر کثیر ہے۔ یہ اطلاق از قبیل ارادۃ لازم اطلاق الملزوم ہے۔

**فارسا:** اس میں فاعل فراست بالفتح سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے اسپ شناسی میں کامل ہونا جب یہ کمال کسی میں ہے تو حیرت انگیزی کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو وقت تجارت اللہ تعالیٰ کی نسبت کر کے ظاہر کیا کرتے ہیں کہ وہ عجائبات کا خالق ہے اور مقصود صرف تعجب ہوتا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا وہ کیسا کامل اسپ شناس ہے اور اگر وہ معنی سوار شدن ہو تو معنی یہ ہوگا تو وہ کیسا اچھا سوار ہے اور فراست کے معنی میں ظاہر دیکھ کر باطن کو معلوم کر لینا۔

**قال الماتن** **ثم ان کان اسما** ۔ مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کون سی تمیز منصب عنہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور کون سی اس کے متعلق کے ساتھ اور کون سی باعتبار لفظ کے ہر ایک کے لئے ہو سکتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز یا اسم غیر صفت ہوگی یا اسم صفت ہوگی۔ اگر تمیز اسم صفت ہو تو پھر اس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہوگا۔ یا منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہوگا۔

منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اطلاق منصب عنہ پر صحیح ہو اور منصب عنہ کے ساتھ تعبیر کرنا صحیح ہو۔ اور اگر منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اطلاق منصب عنہ پر کرنا صحیح نہ ہو اور اس کے ساتھ تعبیر کرنا بھی صحیح نہ ہو۔ اور اگر منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ (۱) اس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا بھی صحیح ہو اگر منصب عنہ سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ پایا جائے اور اگر منصب عنہ سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر اس کو منصب عنہ کے متعلق تمیز بنائیں گے۔ اگر منصب عنہ کے متعلق سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ پایا جائے جیسے طاب زید ابا اس میں ابا کو منصب عنہ یعنی زید سے تمیز بنانا بھی صحیح ہے۔ جب طیب کا اسناد زید کی طرف اس اعتبار سے ہو کہ زید عمرو کا باپ

ہے۔اگراس تمیز کومنصب عنہ پرمحول کرنا صحیح نہ ہوتو منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہوگی جیسے طاب زید ابوۃ و دارا و علما ان اسما کومنصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہیں۔تو یہ منصب عنہ کے متعلق یعنی زید کے متعلق کے لئے ہوگی۔اور متعلق زید ذات مقدرہ یعنی شیئ جو کہ زید کی طرف منسوب ہے۔

**قال الشارح** **بعد ما** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: یہ قاعدہ منقوض ہے طاب زید نفسا میں اس لئے کہ اس میں نفسا کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہے۔حالانکہ اس میں دو وجہیں جائز نہیں ہیں بلکہ اس منصب عنہ سے تمیز بنانا متعین ہے۔

**جواب**: وہ تمیز جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو اس کے اندر دو وجہیں جائز اس وقت ہیں جب وہ منصب عنہ میں نص نہ ہو۔

**قال الشارح** **لاصفة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: اسم صفت بھی تو اسم ہے تو مصنف کی کلام میں تناقض لازم آیا اس لئے کہ جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔منصب عنہ کے لئے بھی جائز ہے اور منصب عنہ کے متعلق کے لئے بھی۔اور بعد والی کلام ان کان صفة سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقط منصب عنہ کے لئے ہوگی جب تمیز اسم ہو۔

**جواب**: اسم صفت عام ہے اور جب عام خاص کے مقابلے میں ہو تو اس عام سے مراد خاص کا ما سوآء ہوتا ہے تو یہاں بھی اسم سے مراد غیر صفت ہوگا۔

**قال الشارح** **تارة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ولمتعلقه کی یہ واو عاطفہ ہے جو کہ جمع کے لئے آتی ہے۔قاعدہ ہے الجمع بحرف الجمع کالجمع بلفظ الجمع ۔مصنفؒ کی بات کا معنی یہ ہوگا کہ وہ تمیز جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو وہ منصب عنہ اور متعلق دونوں کیلئے ہوگی۔

**جواب**: یہاں واو بمعنی او کے ہے۔

**قال الماتن** **فیطابق** ۔ سے صاحب کافیہ کی غرض تمیز کی مذکورہ دو قسموں کے طریقہ استعمال کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز جنس ہوگی یا غیر جنس ہوگی اگر جنس ہو تو اس سے انواع کا قصد کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا اگر تمیز جنس نہ ہو تو اس کو مقصود کے موافق واحد تثنیہ یا جمع لائے گا یعنی جب تمیز کے اندر واحد ہونے یا جمع ہونے کا قصد کیا جائے۔ تو اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا خواہ وہ واحد اور تثنیہ جمع لانا منصب عنہ کے موافقت کے لئے ہو یا اس معنی کے موافقت کی وجہ سے جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہے جیسے طاب زید ابا۔ طاب الزیدان ابوین، طاب الزیدون آباءً اور تمیز کو مفرد جمع لانا اس معنی کی موافقت کی وجہ سے ہو جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہو تو اس کی مثال یہ ہے طاب زیدا ابا جب مراد فقط زید کا باپ ہو اور طاب زید ابوین جب مراد زید کا باپ اور اس کا دادا ہو اور طاب زید آباءً جب مراد زید کے اباواجداد ہوں جو صورت بھی ہو خواہ منصب عنہ کی موافقت کے لئے ہو یا اس معنی کی موافقت کے لئے ہو جو نفس تمیز میں پایا جائے۔ جب تمیز کے مفرد ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو مفرد لایا جائے گا۔ اور اگر اس کے تثنیہ ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو تثنیہ لایا جائے گا۔ اور اگر اس کے جمع ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو جمع لایا جائے گا اس لئے کہ مفرد کا صیغہ اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ تثنیہ اور جمع پر اس اطلاق کیا جائے۔

اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مقصود نہ ہوں تو اس کو مفرد لایا جائے گا اس لئے کہ اس کا اطلاق قلیل کثیر پر کرنا صحیح ہے۔ لہذا اس کو تثنیہ جمع لانے کی ضرورت نہیں ہے جیسے طاب زید علما۔ طاب الزیدان علما۔ طاب الزیدون علما۔ اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مختلفہ کا قصد کیا جائے تو اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا بلکہ ضروری ہے جیسے طاب الزیدان علمین۔ طاب الزیدون علوما۔ جب یہ مراد ہو کہ زیدون میں سے ہر زید وہ علم کی ایک ایک نوع کے اعتبار سے اچھا ہے مثلاً ایک زید علم فقہ کے اعتبار سے اچھا ہے اور دوسرا زید علم نحو

کے لحاظ سے اچھا ہے اور تیسرا زید علم منطق کے اعتبار سے اچھا ہے اس لئے کہ مفرد کا صیغہ وہ اس معنی کا فائدہ نہیں دیتا۔

**قال الشارح** **ای فی ما جازا** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ھما ضمیر کا مرجع شیئین مذکورین ہے ان میں سے ایک وہ ہے جس کو منصب عنہ کے لئے بنانا بھی صحیح ہو اور اس کے متعلق کے لئے بنانا بھی صحیح ہو اور دوسری وہ ہے جس کو منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہو پس وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہو وہ اس حکم سے خارج ہو جائے گی حالانکہ اس میں بھی مطابقت ضروری ہے۔

**جواب**: وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہے وہ شیئ اول میں داخل ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک جس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا صحیح ہو اس کے اندر تعمیم ہے۔ خواہ وہ منصب عنہ میں نص ہو یا وہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا احتمال رکھے۔

**قال الشارح** **من حیث** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب زیدون میں سے ایک زید علم نحو کا عالم ہو دوسرا زید علم فقہ کے ایک حکم کا اور تیسرا زید علم اصول کے ایک ضابطے کا اور یہ انواع مقصود ہوں تو طاب الزیدون علما کہا جائیگا علوما نہیں۔ حالانکہ یہاں پر قصد انواع موجود ہے۔

**جواب**: انواع کا قصد ہوا امتیازات نوعیہ کے اعتبار سے نہ کہ امتیازات شخصیہ کے اعتبار سے۔

**قال الماتن** **و ان کان** ۔ اگر تمیز صفت مشتق ہو جیسے للہ درہٗ فارسا یا وہ مشتق کی تاویل میں ہو جیسے کفی زید، رجلا اس میں رجلا یہ کامل فی رجولیت کے معنی میں نہیں ہے۔ تو وہ صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی۔ اس کے متعلق کے لئے نہ ہوگی اس لئے کہ صفت موصوف کا تقاضہ کرتی ہے اور منصب عنہ مذکور اولیٰ ہے موصوف ہونے کی۔ مثلاً جب کہا جائے طاب زید والدا۔ تو والد یہی زید ہوگا اس کے متعلق یعنی اس کا باپ نہ ہوگا۔ بخلاف اسم کے مثلاً طاب زید ابا میں ے اندر دونوں احتمال ہیں زید کا بھی اور اس کے باپ کا بھی۔

**قال الشارح** و طبقه الواو ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: طبقـه کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔(۱) یہ معطوف ہو کانت کے اسم پر (۲) یہ معطوف ہو کانت کی خبر پر اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر یہ معطوف ہو کانت کی اسم پر تو معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان مطابقت نہ ہوگی۔ دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں کہ اگر یہ کانت کی خبر پر معطوف ہو تو کانت کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

**جواب**: مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب الواو سے ہے دوسرا جواب و یجوز سے ہے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ واو عاطفہ نہیں ہے بلکہ بمعنی مع کے ہے۔ اور طبق مصدر بمعنی مطابقت ہے اب معنی یہ ہوگا وہ صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی اس صفت کے منصب عنہ کے مطابق ہونے کے ساتھ۔

**قال الشارح** مع مطابقتها اياه ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ طبقه اس میں دو احتمال ہیں یا یہ فاعل کی طرف مضاف ہے اور مفعول محذوف ہے یا مفعول کی طرف مضاف ہے اور فاعل محذوف ہے۔

و یجوز: سے جواب ثانی کا بیان کہ طبق مصدر ہے بمعنی اسم فاعل کے اور واو عاطفہ ہے اور طبقه کا عطف ہے عطف کانت کی خبر پر معنی یہ ہوگا کہ وہ صفت صفت ہوگی اس منصب عنہ کے لئے اور اس منصب عنہ کے مطابق ہوگی۔

**قال الشارح** و المراد ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تمیز ہمیشہ نکرہ ہوتی ہے اور منصب عنہ کبھی نکرہ ہوتا ہے کبھی معرفہ تو پھر تمیز منصب عنہ کے مطابق کیسے ہوگی؟

**جواب**: یہاں مراد افراد تثنیہ جمع میں اتفاق ہے اور تذکیر و تانیث میں اتفاق ہے لیکن تعریف و تنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری نہیں ہے۔

لکونها: سے مذکورہ امور میں مطابقت کے ضروری ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ صفت کے اندر ضمیر ہوگی جو راجع ہوگی منصب عنہ کی طرف اور راجع مرجع میں امور مذکورہ میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اسی وجہ سے تمیز کو منصب عنہ کے مطابق لانا ضروری ہے۔

و احتملت: سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صفت مذکورہ میں حال بننے کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ حال بنانے کی صورت میں معنی صحیح ہوتا ہے۔ جیسے طاب زید فارسا۔ اگر اس میں فارسا کو تمیز بنائیں تو معنی ہوگا زید اچھا ہے از روئے شاہ سوار ہونے کے اور اس کو حال بنائیں تو معنی یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے اس حال میں کہ وہ شاہ سوار ہے لیکن تمیز کو دو وجہ سے ترجیح حاصل ہے۔

وجہ اول: یہ ہے کہ اس صفت میں کبھی زیادہ کیا جاتا ہے جیسے للہ درہٗ من فارس اور عربوں کا قول ہے عن من قائل یہ عز قائلا کی جگہ واقع ہے پس زیادتی من تمیز کی تائید کرتی ہے اس لئے کہ من تمیز میں زیادہ ہوتا ہے حال میں زیادہ نہیں ہوتا۔

و ایضا: سے وجہ ثانی کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود زید کی مدح ہے فراسیت کے لحاظ سے نہ کہ فروسیت کی حالت میں اس لئے کہ فروسیت کی حالت میں کبھی فروسیت کے علاوہ دوسری صفات کے اعتبار سے بھی مدح کی جاتی ہے جیسے زید عالم من حیث عنه فارس۔ پس اگر فارس کو حال قرار دیں تو یہ ترکیب درست نہیں ہوگی کیونکہ یہ ایسے ہوگا جیسے زید عالم حال کونه راکبا۔ اور یہ درست نہیں ہے کیونکہ علم حالت فروسیت کے ساتھ مقید ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔

**قال الماتن** و لا یتقدم علی عامله ۔ کہ تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی۔

**قال الشارح** اذا کان ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کے قول و الاصح الا ان یتقدم علی الفعل اس کا عطف ولا یتقدم پر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے عطف الشیئ علی نفسه لازم آیا ہے کیونکہ فعل بھی عامل ہوتا ہے۔

**جواب** : یہاں عامل سے مراد اسم تام ہے جو کہ اسم جامد ہوتا ہے۔اب معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان مغایرت ہوجائے گی۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہو تو تمیز اپنے عامل پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتی۔چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا عندی درھما عشرون اور عندی زیتا رطل نہیں کہا جائے گا وجہ اسکی یہ ہے کہ عامل جب اسم تام ہوتو وہ اسم جامد ہوتا ہے۔اور اسم جامد عامل ضعیف ہے اس لئے کہ یہ عمل کرتا ہے فعل کی مشابہت کیوجہ سے اور یہ مشابہت قوی نہیں ہے۔بلکہ ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول مقدم میں عمل نہیں کرسکتا۔

**قال الماتن** **والاصح ان یتقدم** ۔جب ماقبل میں بیان کیا گیا کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہوتو یہ تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اسم جامد عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف معمول مقدم میں نہیں کرسکتا تو اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ جب تمیز کا عامل اسم تام نہ ہو بلکہ فعل یا شبہ فعل ہو تو چونکہ یہ دونوں عامل قوی ہیں لہذا ان پر مقدم ہو جائے گی تو اس وہم کو دفع کرنے کے لئے مصنف ؒ نے کہا و الاصح یعنی جب تمیز کا عامل فعل یا شبہ فعل ہو تو اگرچہ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ تمیز اس پر مقدم ہوسکتی ہے لیکن مذہب اصح یہ ہے کہ اگر تمیز کا عامل فعل ہو تو اس پر بھی تمیز مقدم نہیں ہوسکتی خواہ فعل صریحی ہو یا غیر صریحی یعنی شبہ فعل ہو۔

عدم تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ تمیز من حیث المعنی نفس فعل کا فاعل ہوتی ہے جیسے طاب زیدا با یعنی طاب ابوۃ یا اس فعل کا فاعل ہوتی جب اس کو لازمی بنادیا جائے۔جیسے و فجرنا الارض عیونا اس میں عیونا یہ نفس فعل کا مفعول ہے لیکن جب اس فعل کو لازمی بنایا جائے تو عیونا فاعل بن جائے گی۔جیسے انفجرت عیونا یا وہ فعل کا فاعل ہوتی ہے جب اس کو متعدی بنادیا جائے جیسے امتلیء الاناء ماءا یعنی ملأہ، الماء تو جب تمیز معنی کے اعتبار سے فاعل ہوتی ہے تو اس پر ضمیر مقدم نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوسکتا تو وہ چیز فاعل کے معنی میں ہو وہ بھی اس پر مقدم نہیں ہوسکتی۔

**قال الشارح** و ههنا بحث ۔امتلأ الاناء ماءً میں ماءً کو فاعل بنانے کی جو توجیہ بیان کی گئی ہے اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہا امتلأ الاناء ماءً میں ماءً یہ فعل لازمی کو متعدی بنانے کے بغیر من حیث المعنی فاعل ہے۔اس لئے کہ جب متکلم نے اناء کے بعض متعلقات کی طرف امتلأ کے اسناد کا قصد کیا اگر چہ وہ علیٰ سبیل التجوز ہے کیونکہ حقیقت میں اسناد اناء کی طرف ہے اور اناء کے بعض متعلقات کو مقدر کیا تو ابہام پیدا ہو گیا۔کہ وہ برتن کو بھرنے والی چیز کیا ہے۔تو اس ابہام کو رفع کرنے کے لئے بطور تمیز کے ماء کو ذکر کر دیا۔پس ماءً من حیث المعنی امتلأ کا فاعل ہے اور اس کا معنی ہے امتلأ ماء الاناء۔

**قال الشارح** و ذالك بعينه ۔ سے مولانا جامیؒ اوپر والی بات کی تائید کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہا امتلأ الاناء ماءً میں ماءً کا فاعل مجازی اور فاعل معنوی ہے یہ ایسے ہے جیسا کہ تیرا قول ربح زید تجارۃً اس میں تجارۃً فاعل معنوی ہے اس لئے کہ تجارۃً یہ شیئ منصوب الی زید سے ابہام کو رفع کر رہی ہے اور وہ شیئ منصوب تجارۃً ہے۔پس تجارۃ یہ ربح کا فاعل ہے ۔نہ کہ زید اگر چہ ربح کا اسناد زید کی طرف حقیقتاً ہے اور تجارۃً کی طرف مجازاً ہے۔

**قال الشارح** و بهذا يندفع ۔یعنی بحث مذکور سے ایک اعتراض مشہور کو رفع کیا گیا جو کہ قاعدۂ مشہور پر وارد ہوتا ہے وہ قاعدہ مشہورہ یہ ہے کہ وہ تمیز جو نسبت سے ابہام کو رفع کرے وہ من حیث المعنی فاعل ہوتی ہے یا مفعول ہوتی ہے اور ربح زيد تجارةً میں تجارۃً نہ فاعل ہے اور نہ مفعول ہے۔

وجه اندفاع: یہ ہے کہ فاعل اور مفعول میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقتاً ہوں یا مجازاً ہوں۔تو ربح زید تجارۃً اور ان جیسی دوسری مثالوں میں تجارۃ یہ اگر چہ حقیقتاً فاعل نہیں ہے لیکن مجازاً فاعل ہے۔

**قال الماتن** خلا فاللمازنی و المبرد ۔ مازنی اور مبرد کا مذھب یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل فعل صریح ہو یا اسم فاعل اور اسم مفعول ہو تو تمیز کی تقدیم اس پر جائز ہے۔اس لئے کہ یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کے معمول کی تقدیم اس پر جائز ہوتی ہے اور اگر عامل اسم تفضیل اور صفت

یا مصدر ہو یا وہ لفظ ہو کہ جس میں فعل کے معنی ہو تو ان پر تمیز کی تقدیم جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عامل ضعیف ہیں اور عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوسکتا مازنی اور مبرد کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ فعل صریح اور اسم فاعل ومفعول وغیرہ یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کا معمول اس پر مقدم ہوسکتا ہے اور دوسری دلیل شعر کا قول ہے۔

اتھجر سلمیٰ بالفراق حبیبھا وما کاد نفسا بالفراق تطیب

اس کے اندر دو احتمال ہیں۔ پہلا احتمال کاد کے اندر ضمیر شان ہے۔ اور تطیب واحد مونث کا صیغہ ہے اور اس کی ضمیر وہ سلمیٰ کی طرف راجع ہے اور نفسا اس ضمیر تطیب کی نسبت سے تمیز ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ کاد کے اندر جو ضمیر ہے وہ حبیب کی طرف راجع ہے اور نفسا اس ضمیر کی طرف کاد کی نسبت سے تمیز ہے اور تطیب اور مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ان دونوں احتمالوں میں سے پہلے احتمال کے مطابق ان کا استدلال صحیح ہے۔ اس لئے کہ پہلے احتمال کے مطابق نفسا کا عامل تطیب ہے اور نفسا اس سے مقدم ہے لیکن وہ دوسرے احتمال کے مطابق ان کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس وقت نفسا کا عامل کاد ہے اور نفسا اس سے موخر ہے نہ کہ مقدم ہے پہلے احتمال کے مطابق شعر کا معنی یہ ہوگا۔ کیا سلمیٰ اپنے عاشق کو فراق میں مبتلاء کر کے چھوڑ دیگی۔ حالانکہ وہ سلمیٰ از روئے نفس کے فراق کو پسند کرتی نہیں ہے۔ اور دوسرے احتمال کے مطابق یہ معنی ہوگا کہ کیا سلمیٰ اپنے عاشق کو فراق میں مبتلاء کر کے چھوڑ دے گی حالانکہ وہ عاشق از روئے نفس کے فراق میں ناخوش ہے۔

**قال الشارح وما قیل** ۔بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر تطیب واحد مونث غائب کا صیغہ ہو تو بھی مازنی اور مبرد کا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ تطیب اس کی ضمیر حبیب کیطرف راجع ہو اور اس کو مونث لانا باعتبار نفس کے ہو کیونکہ معنی یہ ہے کہ وما کادت نفس الحبیب لیکن مولانا جامیؒ نے کہا کہ یہ تکلف ہے اور تعفف ہے اور ان کے

# ﴿بحث مستثنی﴾

صاحب کافیہ منصوبات کا ساتواں قسم مستثنیٰ کو بیان کررہے ہیں۔

**قال الماتن** **المستثنی متصل و منقطع** ۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) مستثنیٰ متصل (۲) مستثنیٰ منقطع۔

**قال الشارح** **ما یطلق علیه** سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مستثنیٰ کی تقسیم متصل اور منقطع کی طرف یہ تقسیم الشیء الیٰ نفسه و الیٰ غیره ہے اس لئے کہ مستثنیٰ اسم مفعول کا صیغہ ہے استثناء سے جس کا لغوی معنیٰ ہوتا ہے مخرج اور مخرج متصل ہوتا ہے نہ کہ منقطع۔

**جواب**: اگر چہ لغوی کے اعتبار سے منقطع پر مستثنیٰ کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا لیکن معنی اصلاحی کے اعتبار سے منقطع پر مستثنیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔اور مستثنیٰ سے مراد مستثنیٰ اصطلاحی ہے۔

**قال الشارح** **علی قسمین** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کا قول المستثنی مبتدآء ہے اور متصل اس کی خبر ہے اور خبر کا مبتدآء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر متصل کا حمل المستثنیٰ پر کرنا صحیح نہیں ہے ورنہ اخص کا حمل لازم آئے گا اعم پر۔

**جواب**: مستثنیٰ کی خبر محذوف ہے جو کہ علی قسمین ۔اور متصل وغیرہ پر خبر ہیں مبتدآء محذوف کی جو کہ اور احدهما ، ثانیهما ہے۔

**قال الشارح** **و لما کان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: کسی شیئ کی تقسیم سے پہلے اس کی تعریف کی جاتی ہے تعریف کے بغیر تقسیم درست نہیں ہتی ۔تو پھر مصنفؒ نے مستثنیٰ کی تعریف سے پہلے اس کی تقسیم کیسے شروع کردی؟

**جواب**: تقسیم کے لئے معرفت بالتعریف ضروری نہیں ہوتی بلکہ معرفت بوجه ما ضروری ہوتا ہے اور یہاں پر معرفت بوجہ ما حاصل ہے۔اس لئے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ مستثنیٰ نحویوں کے

نزدیک وہ ہے کہ جس پر لفظ مستثنیٰ بولا جائے۔

**قال الشارح** **و عرف کل واحد** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب تقسیم کے لئے معرفت بوجہ ما کافی ہے تو پھر مصنف نے اس کی دوقسموں میں سے ہرایک کی تعریف کیوں کردی؟

**جواب**: ہرایک کے لئے مخصوص کے لئے احکام ہیں جن کا اجراء ہرایک پراس کی معرفت کے بعد ہی ہوسکتا ہے اسی وجہ سے ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ تعریف کی۔

**قال الماتن** **فا لمتصل** ۔سے مستثنیٰ متصل کی تعریف کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ مستثنیٰ متصل وہ ہے کہ جو الا غیر صفتیه اوراس کے نظائر کے بعد واقع ہواور الا یا اس کے نظائر کے ذریعے شیئی متعدد سے خارج کیا گیا خواہ وہ شیئی متعدد ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔

ای الاسم: ترکیب کا بیان ہے کہ المخرج صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الاسم ہے۔ الذی سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ المخرج کا الف لام بمعنی الذی کے لئے اور مخرج بمعنی اُخرج کے ہے۔

**قال الشارح** **و احترز به** ۔سے مخرج کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے۔غیر مخرج سے جیسے مستثنیٰ منقطع کی جزئیات۔

**قال الشارح** **عن حکم شیئی متعدد** ۔حکم شیئی ترکیب کا بیان ہے۔ متعدد صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ شیئی ہے پھر موصوف صفت مل کر مضاف الیہ ہے۔ مضاف محذوف کا جو کہ حکم ہے۔

**قال الشارح** **جزئیاته** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: متعدد سے متبادر متعدد بحسب الجزئیات ہوتا ہے۔جب متعدد سے متبادر متعدد بحسب الجزئیات ہوتا ہے تو یہ تعریف اس نصف پر صادق نہیں آتی جو اشتریت العبد الا نصفه میں واقع ہے۔اس لئے کہ یہ نصف متعدد من الجزئیات سے خارج نہیں ہے۔ بلکہ

متعدد من حیث الاجزآء سے خارج ہے حالانکہ یہ مستثنیٰ ہے۔

**جواب**: متعدد میں تعمیم ہے خواہ وہ متعدد بحسب الجزئیات ہو جیسے جاء نی القوم الا زیدا یا متعدد بحسب الاجزآء ہو جیسے اشتریت العبد الا نصفه

سوآء: سے ترکیب کا بیان ہے کہ لفظاً او تقدیراً یہ خبر ہیں کان محذوف کی۔

**قال الشارح** **ای ملفوظاً** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: کان کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔

**جواب**: لفظاً بمعنی ملفوظاً کے ہے لہذا اب حمل صحیح ہو جائیگا۔ اور اب عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ متعدد میں تعمیم ہے۔ خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔ ملفوظ ہو جیسے جاء نی القوم الا زیدا مقدر ہو جیسے جاء نی الا زیدا یعنی ما جاء نی احد الا زیدا۔

**قال الشارح** **غیر الصفت** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مستثنیٰ متصل کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف لا الہ الا اللہ میں لفظ اللہ پر صادق آتی ہے۔ کیوں کہ وہ الا کے ذریعے متعدد سے مخرج ہے حالانکہ وہ مستثنیٰ نہیں ہے۔

**جواب**: یہاں الا سے مراد غیر صفتیہ ہے۔ اور مثال مذکور میں الا غیر صفتیہ نہیں ہے بلکہ صفتیہ ہے۔

**قال الشارح** **و احترزبه** ۔ الا و اخواتها کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ اس قید کے ذریعے احتراز ہے جاء نی القوم لا زید۔ اور ما جاء نی القوم لکن زیدا۔ اس لئے کہ الا و اخواتها کے ذریعے مخرج نہیں ہے۔ بلکہ لا اور لکن کے ذریعے مخرج ہیں۔

**قال الماتن** **و المنقطع هو المذکور** ۔ مستثنیٰ منقطع وہ ہے کہ جو الا اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو اور وہ متعدد سے مخرج نہ ہو۔

**قال الشارح** **و احترزبه** ۔ سے غیر مخرج کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل

یہ ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے مستثنیٰ متصل کی جزئیات سے۔

**قال الشارح** **فالمستثنی الذی** ۔ سے بعض نحویوں پر رد کرنا ہے۔ کہ بعض نحویوں نے کہا کہ مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اور منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔

**قال الشارح** **فالمستثنی** ۔ سے مولانا جامیؒ نے ان پر رد کر دیا کہ وہ مستثنیٰ جو استثناء سے پہلے متعدد میں داخل نہ ہو وہ منقطع ہے اور وہ خواہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو یا مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اس کی مثال جیسے قوم کے ساتھ ایسی جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جاء القوم الا زید کہا جائے جو جماعت زید سے خالی ہو اور متعدد کی جنس سے نہ ہو اس کی مثال جیسے جاء نی القوم الا حماراً۔

## ﴿اعراب مستثنی﴾

**قال الماتن** **و هو منصوب** ۔ مستثنیٰ کی باعتبار اعراب کے چار قسمیں ہیں۔

**(۱) واجب النصب (۲) جائز الوجهين (۳) اعراب بحسب العوامل (٤) معرب مجرور**

**قسم اول واجب النصب**: نصب یہ چار مقامات پر وجوبی طور پر آتی ہے۔

**پہلا مقام**: جب مستثنیٰ الا غیر صفیۃ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

**ای المشتثٰی**: سے ھو ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع جو مطلق مستثنیٰ ہے۔

**قال الشارح** **حیث علم اولاً** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مستثنیٰ مطلق ماقبل میں معلوم نہیں ہوا۔ تو پھر اس کی طرف ضمیر کو راجع کرنا کیسے صحیح ہوا؟

**جواب**: مطلق مستثنیٰ معلوم ہو چکا ہے اولاً تو اس وجہ سے کہ جو تقسیم کے لئے مصحح بنی اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مستثنیٰ کی دو قسموں کی تعریف سے مطلق مستثنیٰ کی تعریف معلوم ہو چکی ہے کہ مستثنیٰ وہ ہے کہ جو الا اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو خواہ مخرج ہو یا مخرج نہ ہو۔

**قال الشارح** **و جوبا** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کے اس قول اور بعد والے قول میں (و یجوز فیہ النصب) کوئی فرق نہیں

ہے۔اس لئے کہ دونوں میں نصب ہے تو ان کا مقابلہ کیسے صحیح ہوا؟

**جواب**: یہاں نصب سے مراد نصب وجوبا ہے اور و یجوز فیہ النصب میں نصب سے مراد نصب جواز ہے۔لہذا مقابلہ صحیح ہو گیا۔

**واقعاً**: کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعد الا کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو غیر، سوای کے بعد واقع ہوتا ہے۔اس لئے کہ وہ منصوب نہیں ہوتا

**قال الشارح** **قید به** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: الا کو غیر صفت کے مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ اسم جو الا صفیۃ کے بعد واقع ہے تو وہ مستثنیٰ میں داخل ہی نہیں ہوتا۔

**جواب**: وہ لفظ جو الا صفیۃ کے بعد واقع ہو اگر چہ وہ مستثنیٰ میں داخل نہیں ہوتا لیکن مصنفؒ نے اس کا اس وجہ سے اضافہ کیا کہ تا کہ ذھول نہ ہو جائے۔

**قال الشارح** **ای لیس لنفی** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: موجب ایجاب سے مشتق ہے اور ایجاب یہ سلب کے مقابل ہے تو کلام موجب کا معنی ہوا کہ کلام مثبت تو پس اس وقت یہ ضابطہ منقوض ہو جائے گا ھل جاء نی القوم الا زیدا کے اندر زید سے اس لئے کہ وہ الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے حالانکہ وہ منصوب نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے۔

**جواب**: یہاں موجب کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہے۔اور اصطلاح میں کلام موجب وہ ہے جس کے اندر نفی اور نہی اور استفہام وغیرہ نہ ہو۔اور مثال مذکور میں استفہام موجود ہے مثال مطابقی جیسے جاء نی القوم الا زیداً۔

**قال الشارح** **و احترز به** ۔سے فی کلام موجب کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس ۔سے جو کلام غیر موجب میں واقع ہو اس لئے کہ وہ اس وقت واجب النصب نہ ہو گا کما سیأتی۔

**قال الشارح** و لا حاجة ههنا ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض بعض نحویوں پر رد کرنا ہے کہ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ وہ ایک اور قید کا اضافہ کرتے وہ قید یہ ہے کہ کلام موجب تام ہو بایں طور کہ اس میں مستثنیٰ منہٗ مذکور ہوتا کہ قرأت الا یوم کذا اس سے خارج ہو جاتا۔اس لئے کہ اس میں یوم کذا الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے۔اور اس کا نصب ظرفیت کی بناء پر ہے۔استثنآء کی بناء پر نہیں۔

**قال الشارح** و لا حاجة ۔سے مولانا جامیؒ نے ان پر رد کردیا کہ اس قید کی کوئی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ بحث منصوب مطلق میں ہے منصوب علی الاستثناء میں نہیں ہو رہی ہے اس کی دلیل مصنفؒ کا قول او کان بعد خلا ہے اس لئے کہ خلا و عدا کے بعد وہ منصوب ہوتا ہے مفعول بہ ہونے کی بناء پر۔

**قال الشارح** الا ان يقال ۔سے اس رد پر ایک اعتراض کرتا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اخراج مذکور کے لئے اس قید کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس الیوم کو خارج کرنے کی ضرورت ہے جو قری الا یوم کذا کے اندر واقع ہے اس لئے کہ وہ الا کے بعد واقع ہے حالانکہ وہ منصوب نہیں ہے بلکہ وہ وجوبا مرفوع ہے کیوں کہ وہ قری کا نائب فاعل ہے اس لئے مصنف کو چاہیئے تھا کہ وہ اس قید کا اضافہ کرتے۔

**قال الشارح** اوالعامل فی نصب ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض مستثنیٰ منصوب کے عامل ناصب کو بیان کرنا ہے۔کہتے ہیں کہ جب مستثنیٰ استثنآء کی بناء پر منصوب ہو تو نحاۃ کے نزدیک اس میں عامل ناصب وہ فعل ہوتا ہے جو مستثنیٰ سے مقدم ہو۔وہ فعل الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے جیسا کہ مفعول معہٗ کا عامل ناصب واو کے توسط سے فعل ہوتا ہے اور اگر مستثنیٰ سے پہلے فعل نہ ہو تو اس وقت عامل ناصب معنیٰ فعل ہوتا ہے جو الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے۔

لانه شيئى يتعلق: فعل اور معنیٰ فعل کے مستثنیٰ میں عامل ہونیکی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مستثنیٰ ایک ایسی شیئ ہے کہ جس کا فعل اور معنیٰ فعل کے ساتھ تعلق معنوی ہوتا ہے۔

اس لئے کہ مستثنیٰ کی نسبت اس چیز یعنی مستثنیٰ منہٗ کی طرف ہوتی ہے کہ جس کی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت ہوتی ہے۔ پس جب مستثنیٰ منہٗ کی طرف فعل اور معنی فعل کی نسبت ہوتی ہے اور مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہٗ کے ساتھ تعلق ہے تو مستثنیٰ کا تعلق فعل یا معنی فعل سے ہی ہوگا۔ لہذا مستثنیٰ کے اندر عامل فعل یا معنی فعل ہوگا۔ باقی اس پر نصب اس لئے ہوتا ہے کہ کلام کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے پس یہ مفعول کے مشابہ ہوا اور مفعول پر نصب ہوتا ہے لہذا مستثنیٰ پر بھی نصب ہوگا۔

**قال الماتن** **و مقدما علی المستثنی منها** ۔

**دوسرا مقام**: جہاں پر نصب واجب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہٗ پر مقدم ہو خواہ وہ کلام موجب ہو یا غیر موجب تو نصب واجب ہوگی۔ جیسے جاء نی الا زید القوم ۔ غیر موجب میں ہو جیسے ما جاء نی الا زیدا احد۔

**عطف علی قولہ** : سے عطف کی تعین کرنا ہے۔ کہ مقدماً یہ بعد الا ای المستثنیٰ سے حاصل عطف کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **لا متناع** ۔ سے نصب کے واجب ہونے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں نصب اس لئے واجب ہوگا کہ اگر نصب واجب نہ ہو تو وہ مستثنیٰ منہٗ کا تابع بنے گا بدلیت کی بناء پر حالانکہ بدل مبدل منہ سے مقدم نہیں ہوسکتا تابع متبوع سے مقدم نہیں ہوسکتا۔ جب بدل بنانا ممتنع ہے تو نصب علی الاستثناء واجب ہوگا۔

**قال الماتن** **او منقطعاً** ۔

**تیسرا مقام**: یعنی جب مستثنیٰ منقطع ہو تو اس وقت بھی نصب وجوبی طور پر ہوتا ہے اکثر لغات میں جیسے ما فی الدار احد الا حماراً ۔

**قال الشارح** **ای فی اکثر** ۔ سے اشارہ کیا ہے کہ اکثر پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

**قال الشارح** **و ھی** ۔ سے اکثر لغات کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ وہ اھل حجاز کی

لغت ہے۔

**قال الشارح** **فا نهم** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : اھل لغت کے دوفریق ہیں۔(۱) اہل حجاز (۲) بنوتمیم۔تو اہل حجاز کے لئے اکثریت کیسے متصور ہوسکتی ہے۔

**جواب** : اھل حجاز کے بہت سے قبائل ہیں اور یہاں پر اکثریت قبائل کے عتبار سے ہے۔

**قال الشارح** **او فی اکثر** ۔سے دوسرے احتمال کا بیان ہے کہ اکثر سے مراد اکثر مذاھب ہیں۔اس لئے کہ اکثر نحوی لغت حجازیہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ مستثنیٰ منقطع اھل حجاز کے نزدیک مستثنیٰ مطلقاً یعنی خواہ اس سے پہلے ایسا اسم ہو کہ اس کو حذف کرنا جائز ہو یا اس سے پہلے ایسا اسم نہ ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز ہو مطلقاً منصوب ہوتا ہے۔اس لئے کہ اس میں یعنی مستثنیٰ منقطع میں سوائے بدل کوئی اور صورت مصور ہی نہیں ہے۔اور بدل الغلط بھی نہیں بن سکتا۔اس لئے کہ بدل الغلط بطریق سہو صادر ہوتا ہے۔اور مستثنیٰ منقطع یہ بطریق عقل اور بطریق فکر صادر ہوتا ہے اور ان دونوں کے اندر منافات ہے۔

**قال الشارح** **و اما بنو تمیم** ۔سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ بنوتمیم جب مستثنیٰ منطقع ہوتو اس کو دوقسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔(۱) مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو جس کو حذف کرنا جائز ہو۔ (۲) مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز نہ ہو۔اگر مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز ہوتو بنوتمیم اس مستثنیٰ منقطع کے بدل بنانے کو بھی جائز رکھتے ہیں۔جیسے ما جاء نی القوم الا حماراً۔اس میں حماراً کے بدل بنانے کو جائز رکھتے ہیں۔اور اگر مستثنیٰ منقطع سے پہلے ایسا اسم نہ ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز نہ ہوتو پھر وہ اھل حجاز کی موافقت کرتے ہیں یعنی اس پر نصب کو واجب قرار دیتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے لا عاصم الیوم من امر الله الا من رحم ۔اب اس میں عاصم کو حذف کرنا جائز نہیں ہے لہذا من رحم پر بطور استثناء کے نصب واجب ہے۔

**قال الشارح** **ای من رحمهٔ الله** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : رحمه یاتومن کی صفت ہے یااس کا صلہ ہےاور جب جملہ صفت یا صلہ ہوتواس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔اوراس میں عائد نہیں ہے ۔

**جواب**: رحمه میں دوضمیریں ہیں۔ایک ضمیر مستتر جوراجع الی اللہ ہے۔اوردوسری ضمیر محذوف ہے جوکہ راجع الیٰ من ہے۔

**قال الشارح** **فمن رحمه الله** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** :من رحم یہ عبارت ہے عاصم سے تو یہ مستثنیٰ متصل ہوانہ کہ منقطع لہذا مثال ممثل لہٗ کے مطابق نہ ہوئی۔

**جواب**: من رحمه الله وہ معصوم اورمرحوم ہے لہذا یہ عاصم میں داخل نہ ہوا لہذا یہ مستثنیٰ منقطع ہوااورمثال ممثل لہٗ کے مطابق ہوگئی۔

**قال الماتن** **او كان بعد خلا وعدا** ۔

**چوتھا مقام** : کہ جب مستثنیٰ خلا اورعدا کے بعدواقع ہوتو بھی وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے جیسے جاءنی القوم عدازیداً۔خلا کے بعدواقع ہواس کی مثال جیسے جاءنی القوم خلازیداً۔

**قال الشارح** **من عدا يعدو** ۔سے بیان باب کی طرف اشارہ ہے کہ عدا یہ عدا یعدوا سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے تجاوز کرنا۔

**قال الشارح** **من خلا يخلو** ۔سے بیان باب کی طرف اشارہ ہے کہ خلا یہ خلا یخلوا خلواً سے ماخوذ ہے بمعنیٰ خالی ہونا۔

**قال الشارح** **وهو في الاصل لازم** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : خلا کے ساتھ نصب جائز نہیں ہے اس لئے یہ فعل لازمی ہےاورفعل لازمی نصب نہیں دے سکتا۔مولانا جامیؒ نے اس کے دوجواب دیئے۔

**جواب اول**: یہ اصل میں لازمی ہےاورمن کے واسطے سے متعدی الی المفعول ہو جاتا ہے۔

جیسے خلت الذار من الانیس۔

**جواب ثانی**: خلا میں جاوز کے معنی کے تضمین کر لی جاتی ہے۔اور جاوز متعدی ہے۔پس وہ فعل جو اس کے معنی میں ہوتا ہے وہ بھی متعدی ہوگا۔

**قال الشارح او یحذف** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: آپ نے کہا کہ خلا یہ من کے واسطے سے متعدی ہوتا ہے لیکن جاءنی القوم خلا زید میں تو من نہیں ہے۔

**جواب**: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مفعول سے واسطہ حرف جر کے حذف کر کے فعل کو مفعول کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ یہاں بھی من کو حذف کر کے فعل کے مفعول کے ساتھ ملا دیا ہو۔پس اس قت یہ متعدی ہوگا بنفسہٖ اس لئے کہ وہ فعل جو متعدی بحرف جر ہو جب حرف جر کو حذف کر کے فعل کو مفعول کے ساتھ موصول کر دیا جائے تو وہ بنفسہٖ متعدی ہو جاتا ہے۔۔اس کا نام رکھا جاتا ہے الخذف و الا یصال۔

**قال الشارح و التزمو ھذا** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تضمین امور جائزہ میں سے ہے۔امور لازمہ میں سے نہں ہے۔لہٰذا مناسب یہ ہے کہ خلا کے بعد کبھی مستثنیٰ منصوب ہو اور کبھی منصوب نہ ہو بلکہ مرفوع ہو جائے۔حالانکہ خلا کے بعد ہمیشہ مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے۔

**جواب**: باب استثنآ میں تضمین یا حذف اور ایصال کا التزام کر لیا گیا۔تا کہ خلا کا مابعد مستثنیٰ بالا کی صورت میں ہو جائے جو کہ ام الباب ہے۔

**قال الشارح و فا علھما** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: خلا اور عدا کی ضمیر راجع ہے قوم کی طرف حالانکہ اس ضمیر کا ارجاع قوم کی طرف کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ جمع کی طرف ضمیر مفرد کا ارجاع لازم آئیگا۔

**جواب**: خلا اور عدا کی ضمیر امور ثلثہ میں سے ایک طرف راجع ہے۔یا یہ ضمیر راجع ہے اس

مصدر کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے۔ یا یہ ضمی راجع ہے اس اسم فاعل کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے۔ یا یہ ضمیر راجع ہے مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کی طرف اور جاء نی القوم عدا زیداً کی تقدیر اس طرح ہے اگر مصدر کی طرف راجع ہو تو تقدیر اس طرح ہے جاء نی القوم عدا مجیئھم زیدا اور اگر اسم فاعل کی طرف ہو جیسے یا جاء نی القوم عدا الجائی منھم زیداً ۔

**قال الشارح** و ھما ۔ سے خلا اور عدا کے اعراب مع وجہ اعراب کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جاء نی القوم خلا زیداً اس طرح جاء نی القوم عدا زیداً میں خلا اور عدا (فاعل اور مفعول سے) حالیت کی بناء پر منصوب ہیں۔

**قال الشارح** و لم یظھر ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : ماضی مثبت جب حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول ضروری ہوتا ہے۔ اور یہاں پر قد نہیں ہے۔

**جواب** : یہاں قد مقدر ہے۔ باقی اس کو ظاہر اس لئے نہیں کیا تا کہ وہ الا کے مشابہ ہو جائے جو باب استثناء میں اصل ہے۔

**قال الماتن** فی الاکثر ۔ یعنی خلا اور عدا کے ساتھ نصب اکثر استعمالات میں ہے۔ لانھما نصب کی علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں ماضی ہیں لہٰذا ان کے بعد مستثنیٰ مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

**قال الشارح** و قد اجیز الجر ۔ سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے کہ بعض نحویوں نے خلا اور عدا کے بعد مستثنیٰ کے جر کو جائز رکھا ہے یہ اس بناء پر یہ کہ یہ دونوں حرف جر ہے۔

**قال الشارح** قال السرافی ۔ سے اس بات کی تائید مقصود ہے کہ خلا اور عدا کے بعد جر جائز ہے جیسا کہ سیرائی نے کہا کہ میں خلا اور عدا کے جر کے جواز میں اختلاف کو نہیں جانتا۔ البتہ ان کے ساتھ نصب اکثر ہے۔

**قال الماتن** **او ما خلا و ما عدا** ۔جب مستثنیٰ ما خلا اورما عدا کے بعدواقع ہوتو بھی وہ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے۔

**لانهما** : وجہ سے نصب کی علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی یہ ہے کہ ما خلا اورما عدا میں ما مصدریہ ہے جو کہ افعال کے ساتھ مختص ہے لہذا اما خلا اورما عدا کے بعد مستثنیٰ منفعلیت کی بناء پر وجوباً منصوب ہوگا۔جیسے **جاء نی القوم ما خلا زیداً** اور **جاء نی القوم ما عدا زیداً**۔ان کی تقدیر اس طرح ہے **جاء نی القوم خلو زیدٍ و جاء نی القول عدو زیدٍ**۔

**قال الشارح** **با لنصب علی الظرفیة** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : **خلو زیدٍ و عدو عمرو** ان کی ترکیب میں دو(۲)احتمال ہیں یا یہ منصوب ہیں ظرفیت کی بناء پر یا یہ منصوب ہیں حالیت کی بناء پر۔اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں۔پہلا احتمال صحیح اس لئے نہیں ہے کہ ظرف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان۔اور **خلو** اور **عدو** ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے اور دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

**جواب** : یہ دونوں احتمال صحیح ہیں یا یہ منصوب علی الظرفیت ہیں۔باقی رہا یہ سوال **خلو و عدو** ظرف میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ **وقت** ہے۔اور **جاء نی القوم خلو زید** کی تقدیر **جاء نی القوم وقت خلوهم من زیدٍ** اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کی طرف یا **جاء نی القوم وقت خلو مجیئهم من زید** اگر ضمیر راجع ہو مصدر کی طرف۔دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ منصوب ہیں حالیت کی بناء پر۔

**سوال** : حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔

**جواب** : مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے تقدیری عبارت ہے اس طرح **جاء نی القوم خلو زید ای جاء نی القوم خالیاً بعضهم من زید**۔اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف یا اس کی تقدیر **جاء نی القوم خالیاً مجیئهم من زید**۔

**قال الشارح** وعن الاخفش انهٗ اجاز ۔ اخفشؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے ماخلا ور ماعدا کے بعد جر کو جائز رکھا ہے اس بناء پر کہ ان کے اندر ما زائدہ ہے اور یہ حروف جارہ میں سے ہیں۔

**قال الشارح** ولعل هذا ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ماخلا اور ماعدا کے اندر جب اخفش وغیرہ کا اختلاف ہے تو پھر مصنفؒ کو یوں کہنا چاہئے تھا فی الاکثر ۔

**جواب**: مصنفؒ کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے یا پھر مصنف نے اس روایت کا اعتبار نہیں کیا۔

**قال الشارح** و کذالمستثنی ۔ مستثنیٰ لیس اور لا یکون کے بعد منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم لیس زیداً اور جی ءاھلک لا یکون بشراً۔

**قال الشارح** و انما یکون ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض لیس اور لا یکون کے بعد مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے کہ مستثنیٰ لیس اور لا یکون کے بعد منصوب اس لئے ہوتا ہے یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں اور افعال اقصہ اپنی خبر کو نصب دیتے ہیں لہٰذا ان کے بعد مستثنیٰ خبریت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

**قال الشارح** و یلزم ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: اس دلیل سے مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ لیس اور لا یکون کما بعد اسمیت کی بناء پر مرفوع ہو اور اس کی خبر محذوف ہو۔

**جواب**: باب استثناء میں لیس اور لا یکون اسموں کا اضمار لازم ہے تاکہ یہ الا کے مشابہ ہو جائیں جو کہ باب استثناء میں اصل ہے کیوں کہ اگر ان کا اسم مذکور ہو تو ان کے اور مستثنیٰ کے درمیان فاصلہ لازم آئے گا تو الا کے ساتھ ان کی مشابہت میں نقصان واقع ہو جائیگا۔ اس لئے کہ الا اور مستثنیٰ کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا

**قال الشارح** **هو ضمیر راجع** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مستثنیٰ لیس اور لا یکون کی ضمیر میں دو احتمال ہیں یا تو وہ ضمیر راجع ہوگی القوم کی طرف ضمیر راجع ہوگی غیر قوم کی طرف یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر ضمیر راجع ہو قوم کی طرف تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی۔ دوسرا احتمال صحیح اس لئے نہیں ہے کہ اگر غیر قوم کی طرف راجع ہو تو چونکہ غیر قوم کا ماقبل میں ذکر نہیں ہوا لہذا اضمار قبل الذکر لازم آئیگا۔

**جواب**: مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) یہ راجع ہے اسم فاعل کی طرف جو کہ فعل مذکور ہوتا ہے۔ (۲) یا یہ ضمیر راجع مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کیطرف۔ مستثنیٰ لیس اور لا یکون ترکیب کے اندر حالیت کی بناء پر منصوب ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **اعلم انه ما خلا و ما عدا لیس لا یکون** ۔یہ تمام افعال فقط مستثنیٰ متصل میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کے اندر تصرف نہیں کیا جاتا اس لئے کہ یہ الاّ کے قائم مقام ہیں۔اور الاّ میں اس کے حرف ہونے کی وجہ سے نہیں کیا جاتا ہے اور جو اس الاّ کے قائم مقام ہے اس کے اندر بھی تصرف نہیں کیا جاتا۔

**قال الماتن** **و یجوز فیه النصب و یختار البدل** ۔حذا بیان

**قسم ثانی جائز الوجهین**: سے مستثنیٰ کی دوسری قسم یعنی جائز الوجہین کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہ جائز ہیں (۱) نصب علی الاستثناء (۲) مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل بنانا لیکن بدل بنانا مختار ہے۔

**قال الشارح** **ای فی الاستثناء** ۔سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

علی الاستثناء: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نصب پر جو الف لام داخل ہے یہ عہد کا ہے۔

**قال الشارح** **حال من الضمير المجرورا** ۔کہ کرفیما بعد الا کی ترکیب کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے فیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے۔

**قولہ** **ای حال کونہ** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: فیہ کی ضمیر راجع ہے۔مستثنیٰ کی طرف اور الا کے بعد بھی مستثنیٰ ہوتا ہے۔تو ظرفیت الشیء لنفسہ کی خرابی لازم آئے گی۔

**جواب**: فیما بعد الا میں ما مستثنیٰ سے عبارت نہیں ہے بلکہ ما عبارت ہے محل سے لہذا ظرفیت الشیء لنفسہ کی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

**قال الشارح** **الا احتراز** ۔سے فیما بعد الا کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو الا کے بعد واقع نہ ہو بلکہ باقی ادوات استثناء مثلاً خلا اور عدا کے بعد واقع ہو۔

**قال الشارح** **احتراز** ۔فی کلام غیر موجب کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے۔اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو کلام موجب میں واقع ہو اس لئے کہ وہ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **و الحال** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: واؤ عاطفہ ہے اور عطف تقاضہ کرتا ہے معطوف علیہ کا اور یہاں عبارت کے اندر کوئی ایسی شیئ نہیں ہے کہ جو معطوف علیہ بننے کی صلاحیت رکھے۔

**جواب**: یہ واؤ عاطفہ نہیں ہے بلکہ یہ واؤ حالیہ ہے۔

**سوال**: جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر دخول قد ضروری ہوتا ہے۔اور ذکر پر قد داخل نہیں۔

**جواب**: قد محذوف ہے۔

**قال الشارح** **احتراز عما** ۔سے وذکر المستثنیٰ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ

قیداحترازی ہےاس سے احتراز ہےاس مستثنٰی سے جس کا مستثنٰی منہٗ مذکور نہ ہواس لئے کہ اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **و فی بعض النسخ** ۔سے اعتراض مذکور کہ دوسرا جواب بیان کرنا مقصود ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نسخوں میں ذکرالمستثنٰی منہٗ واوٗ کے بغیر مذکور ہے اس بناء پر کہ وہ کلام غیر موجب کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔فی کلامٍ غیر موجبٍ ذکرفیہ المستثنٰی منہ ۔فیہ کودرمیان میں اس لئے ذکر کردیا جب ماضی مثبت جملہ صفت واقع ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **و لم یشترط** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ دوشرطیں اور بھی لگاتے (۱) مستثنٰی منقطع نہ ہو(۲) مستثنٰی مستثنٰی منہٗ سے مقدم نہ ہواس لئے کہ اگر مستثنٰی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہواور مستثنٰی منہٗ مذکور ہولیکن اگر مستثنٰی منقطع ہو یا مستثنٰی مستثنٰی منہٗ سے مقدم ہوتو پھراس میں دو وجہیں جائز نہیں ہوتیں۔بلکہ نصب واجب ہوتا ہے۔

**جواب** : مصنفؒ نے مستثنٰی کے منقطع نہ ہونے اور مستثنٰی کے مستثنٰی منہٗ پر مقدم نہ ہونے کی شرط کو ماقبل میں معلوم ہوجانے پراکتفاء کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔اوراس کوذکر نہیں کیا۔

**قال الشارح** **نحو ما فعلوہ الا قلیل و الا قلیلا** ۔اس میں اگر قلیل کو بدل بنائیں تواس پر رفع ہوگا۔ اس لئے کہ یہ بدل بنے گا فعلوہ کی ضمیر سے اور وہ مرفوع محلاً ہے اور استثناء کی صورت میں اس پرنصب ہوگا۔جیسے ما مررت باحدٍ الا زید بالجرّ اس میں اگر زید کو بدل قرار دیں تو اس پر جر ہوگی اور المبدل اور استثنآء کی صورت میں اس پر نصب ہوگا۔اور ما رئیت احدًا الا زیدًا۔اس میں نصب ہوگا زید پر اگر اس کو بنائیں بدل اس لئے کہ مبدل منہ منصوب ہے اور استثنآء کی صورت میں بھی نصب ہے لیکن نصب بطریق بدلیت مختار ہے۔اور نصب بطریق الاستثنآء غیر مختار ہے۔

**قال الماتن** **وانما اختاروا** ۔مذکورہ صورتوں میں بدل کے مختار ہونے کی وجہ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورۃ صورتوں میں بدل اس لئے مختار ہے کہ نصب علی الاستثنآء یہ مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہوگا بالا صالہ نہیں ہوگا اور بلا واسطہ الا کے نہیں ہوگا۔اور بدل کا اعراب بالا صالۃ ہوگا اور بلا واسطہ الا کے ہوگا۔اور ظاہر کہ جو اعراب بالا صالۃ اور بلا واسطۃ ہو وہ اس سے قوی ہوتا ہے جو بالا صالۃ اور بلا واسطۃ نہ ہو۔

**قال الماتن** **و یعرب علی حسب العوامل** ۔

**قسم ثالث علی حسب العوامل** : صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنٰی منہٗ مذکور نہ ہو اور مستثنٰی کلام غیر موجب میں واقع ہو تو مستثنٰی کا اعراب عامل کے اقتضاء کے مطابق ہوگا یعنی اگر عامل رفع کا مقتضی ہو تو مستثنٰی مرفوع ہوگا اور اگر نصب کا مقتضی ہو تو اس نصب ہوگا اور جر کا مقتضی ہو تو اس پر یعنی مستثنٰی پر جر ہوگا۔مستثنٰی کے کلام غیر موجب میں واقع ہونیکی شرط اس لئے لگائی تا کہ وہ کلام صحیح معنی کا فائدہ دے۔

**قال الشارح** **ای المستثنی** ۔سے یعرب کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے اس کا مرجع مستثنٰی ہے۔

**قال الشارح** **ای بما** ۔کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں پر حسب بمعنی اقتضاء کے ہے۔حسب بمعنی قدر کے نہیں ہے۔

**قال الشارح** **العامل** ۔کہہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : یہ قاعدہ منقوض ہے ما جاء نی الا زید کے ساتھ اس لئے کہ اس میں مستثنٰی منہٗ مذکور نہیں ہے اور مستثنٰی کلام غیر موجب میں واقع ہے حالانکہ اس کا اعراب بحسب العوامل نہیں ہے بلکہ بحسب العامل ہے یعنی بحسب عامل واحد ہے۔

**جواب** : یہاں عوامل سے مراد عامل ہے اس لئے کہ لام نے جمعیت کے معنی کو باطل کر دیا ہے۔

**قال الشارح** **من الرفع والنصب والجریه** ۔ما کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **و یختصّ ذالك** ۔وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہٗ مذکور نہ ہو اس کا نام رکھا جاتا ہے مفرّغ۔

**قال الشارح** **لانه** ۔سے اس مفرغ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مستثنیٰ مفرغ کا نام مفرغ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے عامل کو مستثنیٰ منہٗ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

**قال الشارح** **فالمراد** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: یہ مستثنیٰ مفرغ نہیں ہے بلکہ مفرغ لہٗ ہے۔اس اعتبار سے عامل کو اس کی وجہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔لہذا اس کا نام مفرغ رکھنا درست نہیں ہے۔

**جواب**: مفرغ سے مراد مفرغ لہٗ ہے جیسا کہ مشترک سے مراد مشترک فیہ ہے۔

**قال الشارح** **وھو ای والحال** ۔اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وھو کی واؤ حالیہ ہے۔اور ھو فی غیر الموجب یہ حال ہے یعرب کی ضمیر مستتر سے۔

**قال الشارح** **واقع** ۔ترکیب کا بیان ہے کہ فی غیر الموجب یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے خبر ہے مبتدآء کی۔

**قال الشارح** **واشترط** ۔سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لیفید یہ شرط کی دلیل ہے۔

**قال الشارح** **لا دلیل المشروط** ۔یعنی مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں واقع ہونے کی شرط اس لئے لگائی تا کہ کلام صحیح معنی کا فائدہ دے۔

**قال الشارح** **مثل ما ضربنی الا زید** ۔سے توضیح بالمثال کا بیان ہے کہ مجھ کو زید کے سوا کسی نے نہیں مارا یہ معنی صحیح ہے اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ متکلم کو زید کے سوا کسی نے نہ مارا ہو۔بخلاف ضربنی الا زید کے کہ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ متکلم کو زید کے علاوہ تمام افراد انسانیت کا مارنا ناممکن ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ جس جگہ متکلم ہے اس جگہ تمام افراد انسانیت کا جمع ہونا محال ہے۔

**قال الماتن** **الا ان يستقيم المعنى** ۔یہ کلام سابق کے مفہوم سے بطور استثناء کے ہے۔یعنی لا یعرب المستثنى بحسب العوامل في الكلام الموجب فی جمیع الاوقات الا وقت استقامه المعنى یعنی کلام موجب میں مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق نہیں ہوتا جمیع اوقات میں مگر جب معنی درست رہے۔

**قال الشارح** **بان يكون** ۔سے استقامت معنی کی صورتوں کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ استقامت معنی کی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت حکم اس قبیل سے ہو کہ جس کا اثبات علی العموم صحیح ہو جیسے كل حيوان يحرك فكه الاسفل عند المضغ الا التمساح ۔کہ ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے مگر مگرمچھ۔اس میں تحریک فک اسفل کا حکم علی سبیل العموم ہر حیوان کے لئے ثابت کیا گیا ہے پھر اس سے مگرمچھ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور یہ صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ سے مراد ایسا بعض معین ہے کہ جس میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہے۔جیسے قرئت الا يوم كذا کہ میں نے ہر دن قرآت کی مگر جمعہ کے دن یہ معنی صحیح ہے۔اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ متکلم دنیا کے تمام ایام کا ارادہ نہیں رکھتا۔بلکہ ہفتہ کے دن یا مہینہ کے دن یا سال کے دن وغیرہ کا ارادہ رکھتا ہے۔

**قال الشارح** **و لقائل ان يقول** - يعرب على حسب العوامل الا ان يستقيم المعنى اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے۔ولقائل سے مولانا جامیؒ نے اس کو نقل کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کلام موجب میں مستثنیٰ منہ کے عموم کی تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتا جیسے ضربني الا زيد اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی مستثنیٰ منہ کے عموم کے تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتا بعض صورتوں میں صحیح ہوتا ہے جیسے ما مات الا زيد۔ لہذا مناسب یہ تھا یہ کلام غیر موجب میں بھی استقامت معنی کی شرط لگاتے جیسا کہ کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی گئی ہے۔

**قال الشارح** **وایضا** ۔ سے دوسرا اعتراض ہے جو کہ قرأت الا یوم کذا اور ضربنی الا زیــد کے فرق پر وارد ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرئت الا یوم کذا اس وقت تک صحیح نہی ہے کہ جب تک یوم کو ہفتے کے ایام یا مہینے کے ایام کے ساتھ خاص نہ کر دیا جائے۔ یہ تخصیص ضربنی الا زید میں بھی جائز ہے بایں طور کہ مستثنی منہ کو مخصوصین کی جماعت کے ہر ہر فرد کے ساتھ خاص کر دیا جائے جب جماعت مخصوص پر کوئی قرینہ دال ہو۔ مثلاً متکلم ایک بستی کے اندر رہتا ہے۔ تو اس بستی کے رہنے والوں کو خاص کر کے ان سے زید کا استثنآء کرنے کے لئے ضربنی الا زید کہ دیا ہو اس کا منشاء یہ ہو کہ ضربنی اناس قریۃ الا زیدا۔ یہ معنی صحیح ہے تو پس کلام موجب اور غیر موجب دونوں صورتوں میں اس امر میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو ان میں سے ہر ایک جائز ہے اور اگر قرینہ نہ پایا جائے تو پھر نا جائز ہے۔ لہذا مناسب یہ تھا کہ جس طرح کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی ہے اس طرح کلام غیر موجب میں بھی یہ شرط لگائی جاتی۔

**جواب** : بناء احکام میں اعتبار غالب اور اکثر کا ہوتا ہے۔ اور کلام موجب کے غیر یعنی کلام غیر موجب میں اکثر اور غالب استقامت معنی ہے اس لئے کہ افراد جنس کے ساتھ تعلق فعل اخفآء میں تمام افراد جنس کا شریک ہو جانا اور افراد جنس میں سے کسی ایک فرد کا تعلق فعل کے اخفآء میں مخالف ہو جانا یہ غالب اور اکثر ہے اور افراد جنس سے تعلق فعل میں تمام افراد جنس کا شریک ہونا ہے اور افراد جنس میں سے کسی ایک کا مخالف ہونا یہ قلیل ہے۔

**قال الشارح** **وبانّ الفرق** ۔ سے دوسرے اعتراض کا جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ قرائت الا یوم کذا اور ضربنی الا زید میں فرق یہ ظہور قرینہ اور عدم ظہور قرینہ کے ساتھ ہے۔ کہ پہلی مثال میں مستثنی منہ میں سے ایسے بعض معین پر دلالت کرنے والا قرینہ ظاہر ہے کہ جن بعض میں مستثنی کا دخول یقینی ہو اور دوسری مثال میں مستثنی منہ میں سے بعض معین پر دلالت کرنے والا قرینہ ظاہر نہیں۔ ہے کہ جن بعض میں مستثنی کا دخول یقینی ہو پس اگر دوسری مثال میں بھی

اگر کوئی قرینہ ظاہرالدلالت قائم ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص آپ سے سوال کرے من ضربك من القوم اورزید اس قوم میں داخل ہوتو آپ اس کے جواب میں کہیں ضربنی الا زیداً ظاہر ہے کہ یہاں معنی درست ہو جائے گا۔ لیکن کلام موجب میں اس جیسے قرینہ کا پایا جانا اکثر ہے۔ اسی وجہ سے کلام موجب میں غالب اور اکثر عدم استقامت معنی ہے۔

**قال الشارح** و من ثم ۔ سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ کلام موجب میں مفرغ اسوقت تک نہیں ہوتا کہ جب تک معنی درست نہ ہو۔ اسی وجہ سے ما زال زید الا عالماً یہ ترکیب ناجائز ہے۔ اس لئے کہ ما زال کے معنی ثبت کے ہیں کیوں کہ ما نافیہ ہے اور زال کے معنی جدا ہونے کے ہیں۔ لہذا اس میں بھی نفی ہے اور قاعدہ ہے نفی النفی اثبات لہذا ما زال کا معنی ہوا ثابت تو پس ما زال زید الا عالما کا معنی ہوا ثبت زید دائماً علی جمیع الصّفات الا علی صفت العلم ۔ کہ زید تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا۔ سوائے صفت علم کے اور یہ معنی درست نہیں ہے اس لئے کہ بہت سی صفات ایسی ہیں کہ جو متضادہ ہیں۔ کہ جن کا جمع ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ مثلاً قیام اور قعود۔ اور نوم و بیداری۔ اور گفتار اور سکوت۔ لہذا عدم استقامت معنی کی وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہوگی۔

**قال الشارح** وقال الشارح ۔ غرض مصنف پر اعتراض کرنا ہے کہ مصنفؒ کا عدم استقامت معنی کی وجہ سے ما زال زید الا عالما کو عدم استقامت معنی کی وجہ سے ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی درست ہے۔ بایں طور کہ صفات سے مراد صفات متضادۃ لی جائیں کہ زید جن صفات کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے۔ اور پھر علم کو ان سے مستثنیٰ کرلیا جائے یا اس کو محمول کیا جائے صفت علم کی نفی میں مبالغے پر۔ گویا کہ یوں کہا اس نے کہ ہوسکتا ہے کہ زید کے اندر صفات حاصل ہو جائیں خواہ وہ صفات متضادہ ہوں یا غیر متضادہ ہوں۔ لیکن صفت علم کا حصول ممکن نہیں ہے۔ اب ان دونوں تقدیروں پر اس مثال کا معنی درست ہو جائے گا لہذا یہ مثال جائز ہو جائیگی۔

**جواب**: تاویلات مذکورہ کے ساتھ مثال مذکور کا صحیح ہو جانا مسلّم ہے۔لیکن اگر ہر جگہ ان جیسے تاویلات سے کام لیا جائے تو پھر تو کلام موجب کی کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں رہے گی جس کا معنی درست نہ ہو۔جمیع موادا یجاب کو استثناء کے وقت استقامت کی صورت کی طرف راجع کرنا ہے۔مثلاً مثال مذکور ضربنی الا زید کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص کہ جس سے ضرب متصور ہو سکتی ہے اس کو بھی پہچانے والوں میں سے یا اس سے مقصود متکلم کی پٹائی میں جمع ہونے والے غلو میں مبالغے پر کہ بہت زیادہ افراد جمع ہو گئے مارنے پر۔

**قال الماتن** **و اذا تعذر البدل** ۔جن صورتوں میں بدل بنانا مختار ہے اگر ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو ان میں مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کر کے بدل بنائیں گے۔جیسے ما جاء نی من احد الازید۔اس مثال میں زید یہ بدل مفرغ ہے۔اور احد کے محل پر محمول ہے۔یہ مجرور نہیں ہے اور احد کے لفظ پر محمول نہیں ہے۔اور جیسے لا احد فیھا الا عمرو اس میں عمرو یہ بدل ہے احد سے اور یہ اس کے محل پر محمول ہے نہ کہ اس کے لفظ پر۔

**قال الماتن** **و ما زید شیئا الا شیئی لا یعبأبه** ۔اس مثال کے اندر شیئ یہ منصوب ہیں ہے اور شیأ کے لفظ پر محمول نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے اور مستثنیٰ منہ کے محل ہر محمول ہے۔

**قال الشارح** **من حیث** ۔اس سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: و اذ تعذر البدل میں علی کو تعذر کا صلہ بنان غلط ہے اس لئے کہ تعذر کا صلہ باء آتا ہے نہ کہ علی۔

**جواب**: علی تعذر کا نہیں بلکہ یہ محذوف کا صلہ ہے جو حمل ہے۔

**قال الشارح** **ای للفظ المستثنی منه** ۔کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لفظ پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مستثنیٰ منہ ہے۔

**قال الشارح** **ای یحمل** ۔سے علی الموضع کے متعلق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا متعلق

محذوف ہے جو کہ تحمل ہے۔

**قال الشارح** **حملاً** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب مستثنیٰ منہٗ کے لفظ پر محمول کرنا تعذر ہے تو مناسب یہ ہے کہ اسکو منصوب علی الاستثنآء پڑھا جائے۔

**جواب**: اس کو مستثنیٰ منہٗ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنایا جائے گا تا کہ حتی الامکان مختار پر عمل ہو سکے۔ای لا یعتد سے لا یعبأ کے معنی کو بیان کرنا ہے۔

**قال الشارح** **و قوله** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کا مقصد مستثنیٰ منہٗ کے لفظ پر محمول کر کے بدل کے متعذر ہونے کی مثال کو بیان کرنا ہے۔یہ مقصد ما زید شیا الا شیئی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔تو پھر لا یعبا کا اضافہ کیوں کیا؟

**جواب**: لا یعبا بہ بہت سے نسخوں میں نہیں ہے۔اور جن نسخوں میں یہ واقع ہے ان میں وہ اس شیئ کی صفت ہے جو مستثنیٰ ہے اور اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ اس کی صفت لانیکی وجہ یہ ہے کہ تا کہ استثناالشی من نفسہ کی خرابی لازم نہ آئے۔بلکہ استثناء الخاص عن العام کے قبیل سے ہو جائے۔جو کلام عرب میں شائع ذائع ہے۔

**قال الشارح** **و لا یخفی** ۔سے قول القائل و انما وصفه پر یہ اعتراض کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اس صفت کی اضافت کیے بغیر بھی یہ مثال درست ہو سکتی ہے بلکہ وہ صورت زیادہ لطیف ہے اور زیادہ دقیق ہے۔بایں طور کہ مستثنیٰ منہٗ کو ایسی شیئ قرار دیا جائے جو اس سے عام ہو کہ اس پر شیئ ہونے کے علاوہ کوئی اور صفت مثلاً عظیم ہونا یا شریف ہونا زائدہ ہو یا نہ ہو اور مستثنیٰ کو ایسی شیئ کے ساتھ خاص کر دیا جائے جس پر شیئ ہونے کے علاوہ اور کوئی صفت زائدہ نہ ہو یعنی مستثنیٰ منہٗ لابشرط شیئ کے درجے میں ہو اور مستثنیٰ بشرط شیئ کے درجے میں ہو۔لہذا اب استثناء الشیئی عن نفسه کی خرابی لازم نہ آئے گی۔یہ صورت ادق تو اس لئے ہے کہ اس میں

زیادہ تأمل کی ضرورت ہے۔ اورلطیف اس لئے ہے کہ اس میں صفت کے اضافے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

لان من : سے مذکورہ تین مثالوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ لفظ پر محمول کرنے کی علت بیان کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ تین مثالوں میں سے پہلی مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنانا اس لئے متعذر ہے کہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زائدہ نہیں ہوتی یعنی وہ کلام جو الا کے ذریعے نفی سے ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت ہوگا اس میں من زائدہ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ من استغراقیہ تاکید نفی کے لئے آتی ہے اور الا کے ذریعہ نفی کا انتقاض بعد نفی باقی پر رہتی تو لامحالہ اثبات پیدا ہو جائے گا۔ اگر پہلی مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے۔ اور یوں کہا جائے ما جاء نی من احد الا زید۔ اس کی تقدیر اس طرح ہو جائے گی جاء نی من زید۔ اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی بدل اور مبدل منہ کا عامل ایک ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں مبدل منہ کا عامل من استغراقیہ ہے لہذا بدل کا عامل بھی من استغراقیہ ہوگا۔ تو کلام مثبت میں من استغراقیہ کی زیادتی لازم آئے گی۔ حالانکہ وہ جائز نہیں ہے۔

**قال الشارح** و انما تعذر ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**سوال** : شاید لان من تزاد سے یہ تیسری مثال کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ وہی اس کے قریب ہے۔

**جواب** : تیسری مثال کی یہ دلیل نہیں ہے بلکہ یہ پہلی مثال کی دلیل ہے۔

**قال الشارح** الاستغراقیة ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : یہ قاعدہ منقوض ہے قد کان من مطر میں۔ اس لئے کہ اس کے اندر من موجود ہے حالانکہ یہ کلام مثبت ہے۔

**جواب** : یہاں من سے مراد من استغراقیہ ہے اور قد کان من مطر میں من استغراقیہ نہیں۔

**قال الشارح** ای بعد ما ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ماجاء نی من احد الا زید یہ کلام منفی ہے نہ کہ مثبت پھر یہ تعلیل اس کے کیسے موافق ہوگی۔

**جواب**: یہاں اثبات سے مراد اثبات ابتدائی نہیں ہے بلکہ اثبات سے مراد اثبات انتھائی ہے۔ اور مثال مذکور ما جاء نی احد الا زید بھی الا کے ذریعے نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت ہو چکی ہے۔

**قال الشارح** **وفی الصورتین** ۔دوسری اور تیسری مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے۔اور دوسری مثال میں لا احد فیھا الا عمرو کہا جائے نصب کے ساتھ۔اس وقت مستثنیٰ میں لا کو حقیقتاً یا حکماً مقدر ماننا ضروری ہوگا۔تا کہ لا اس مستثنیٰ میں عمل کر سکے۔حقیقتاً اس وقت کہ جب بدل تکرار عامل کے حکم میں ہو یعنی اس کے لئے تکرر عامل ضروری ہو جیسا کہ بعض نحاۃ کا مذھب ہے اور حکماً اس وقت کہ جب مبدل منہ پر عامل کے دخول کے ساتھ اکتفاء کرلیا جائے اور بدل کی طرف اس کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے اسی طرح اگر تیسری مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کریں اور ما زید شیأ الا شیأ نصب کے ساتھ پڑھیں تو اس وقت مستثنیٰ میں ما کو حقیتاً یا حکماً مقدر ماننا لازم آئے گا۔تا کہ ما اس میں عمل کر سکے۔حالانکہ ما اور لا اثبات کے بعد مقدر ہو کر لازم نہیں ہو سکتے۔اس لئے کہ یہ دونوں نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے تو جب ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہے تو مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنائیں گے پس پہلی دوسری مثال میں عمرو مرفوع ہوگا اس بناء پر کہ وہ احد کے محل پر محمول ہے اور رفع بالا بتداء ہے۔اور تیسری مثال کے اندر شیئ مرفوع ہوگا۔اس بناء پر کہ وہ شیئا کے محل پر محمول ہے۔اور محل رفع یا خبریت ہے۔

**قال الشارح** **لان فتحه** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: لا احد فیھا الا عمرو میں عمرو کا حمل احد لفظ پر جائز نہیں اس لئے کہ احد مبنی ہے

اور مبنی تو الع عمرو کے محل پر محمول کہونے پر نہ کہ اس کے لفظ پر۔ اگر عمرو کو احد کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے مبنی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کا متبوع (احد) مبنی ہے۔

**جواب**: احد کا فتحہ حرکت اعرابیہ کے مشابہ ہے۔ اس لئے کہ وہ لا کی وجہ سے حاصل ہوا ہے پس وہ نصب کی مثل ہو گیا۔ جو کہ عامل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ جب احد حرکت اعرابیہ مشابہ ہے تو احد بمنزل معرب ہو گیا اور معرب کا تابع اس کے لفظ پر محمول کا ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **فان قلت** ۔ سے ایک اعتراض کو نقل کر کے قلت سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: لا احد فیھا الا عمرو اس میں احد کے دو محل ہیں (۱) محل قریب اور وہ نصب ہے لا کی وجہ سے (۲) محل بعید اور وہ رفع ہے ابتدآء کی وجہ سے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ محل قریب کا اعتبار نہیں کیا بلکہ محل بعید کا اعتبار کیا؟

**جواب**: اس کے محل قریب میں لا کا عمل دخل ہے۔ اس لئے کہ وہ نفی کے معنی میں ہے اور وہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ لہذا محل قریب قابل اعتبار نہ رہا۔ بخلاف محل بعید کے کہ اس میں لا کا کوئی عمل دخل نہیں ہے وہ عامل معنوی ابتدآء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ پس نفی کے ٹوٹنے یا باقی رہنے کی وجہ سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

**قال الشارح** **بخلاف لیس زید شیئاً** ۔ کہ اس میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہٗ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا جائز ہے۔ باوجود یہ کہ اس کے اندر بھی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ پھر یہ جائز اس لئے ہے کہ لیس فعلیت کی وجہ سے نفی کرتا ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے۔ لہذا معنی نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس میں کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس لئے کہ اس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے اور فعلیت باقی ہے۔

**قال الشارح** **و من ثم** ۔ سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے اور ما اور لا کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے لیس زید الا قائما یہ ترکیب جائز ہے۔ اس لئے کہ اگر چہ اس کی نفی الا کی وجہ سے

ٹوٹ گئی ہے لیکن فعلیت باقی ہے۔لہذا لیس الا قائما میں عمل کرسکتا ہے۔اور قائما کو خبریت کی بناء پر نصب دے سکتا ہے۔اورما زید الا قائما پر ترکیب ناجائز ہے اس لئے کہ ما کا عمل نفی کی وجہ سے ہے اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔لہذا ما قائما میں عمل نہیں کرسکتا۔

**قال الماتن** **و المستثنیٰ مخفوض بعد ۔**

**قسم رابع جر:** کا بیان ہے مستثنیٰ جب غیر، سواى، سوآء، کے بعد واقع ہو تو وہ مجرور ہوتا ہے اور جب حاشا کے بعد واقع ہو تو اکثر استعمالات میں مجرور ہوتا ہے۔

واؤ کے بعد المستثنیٰ کا اضافہ کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مخفوض یہ معطوف ہے۔

**قال الشارح** **ای مجرور ۔** سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : یہ قاعدہ منقوض ہے جاء نی القوم غیر الزیدین میں اس لئے کہ الزیدین غیر کے بعد واقع ہے حالانکہ مخفوض نہیں ہے۔کیوں کہ خفض حرکت کو کہتے ہیں۔

**جواب:** یہاں خفض سے مراد جر ہے از قبیل ذکر اخص بارادۃ اعم اس لئے کہ جر خفض سے اعم ہے۔جو کہ اعراب بالحرکت اور بالحرف دونوں کو شامل ہے۔

**قال الشارح** **مع کسرالسین** ۔سوای الف مقصورۃ کے ساتھ۔اس میں دو لغتیں ہیں۔

(۱) سین کا ضمہ (۲) فتحہ

**قال الشارح** **بفتح السین ۔** اور سوآء الف ممدودۃ کے ساتھ اس میں بھی دو لغتیں ہیں۔

(۱) فتح السین (۲) وبکسر السین۔

**قال الشارح** **لکونہ** ۔سے غیر، سوای وغیرہ کے بعد مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ غیر وغیرہ کے بعد یعنی سوآء کے بعد مستثنیٰ مجرور اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

لکونہ : سے حاشا کے بعد اکثر استعمالات میں مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر استعمالات میں حاشا کے بعد مستثنیٰ اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ

اکثر استعمالات میں حاشا حرف جر ہے۔لہذا اس کے بعد واقع ہونے والا اسم مجرور ہوگا۔

**قال الشارح** واجاز ۔ سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے کہ بعض نحویوں نے حاشا کے ساتھ نصب کو جائز رکھا ہے۔اس بناء پر کہ حاشا فعل متعدی ہے۔اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے کہ مستثنٰی کو اس چیز سے بری کرنا کہ جو مستثنٰی منہ کی طرف منسوب ہے۔مثلاً ضرب القوم عمرو حاشا زید ۔

## ﴿بحث کلمہ غیر﴾

**قال الماتن** واعراب غیر ۔ لفظ غیر کا اعراب باب استثنآء میں مستثنٰی بالا کے اعراب کی طرح ہے۔اس تفصیل کے مطابق جو گذر چکی ہے۔گویا کہ جب غیر کے ساتھ مستثنٰی اضافت کی وجہ سے مجرور ہوگیا ہے تو مستثنٰی کا اعراب غیر کی طرف منتقل ہوگیا۔

**قال الشارح** ای فی الاستثناء ۔ ضمیر مجرور کے مرجع کو متعین کرتا ہے کہ اس کا مرجع استثنآء ہے۔

**قال الشارح** دون الصفت ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ استثنآء کی قید احترازی ہے اس سے اس غیر کو خارج کرنا مقصود ہوہے جو صفت اسم ہے اس لئے کہ جب غیر صفت ہو تو اس کا اعراب موصوف کے اعراب کے مطابق ہوتا ہے۔

**قال الماتن** و غیر صفة ۔ کلمہ غیر اصل میں صفت ہے۔اس لئے کہ وہ ذات مبہمہ پر دلالت کرتا ہے اس اعتبار سے اس کے ساتھ معنی مغایرت قائم ہوتا ہے۔یعنی اپنے مابعد مغایر ہونے پر دلالت کرتا ہے پس اس پر اصل یہ ہے کہ یہ صفت واقع ہو۔جیسے جاء نی رجل غیر زید ۔اور اس طرح اس کا ستعمال کثیر ہے۔لیکن کبھی غیر کو الا پر محمول کر کے استثنآء میں استعمال کرتے ہیں علی خلاف الاصل ۔اس حمل کی وجہ یہ ہے کہ الا اور غیر یہ دونوں اپنے ماقبل کے لئے اپنے مابعد کے مغایرت میں مشترک ہیں ۔یعنی جس طرح الا کا مابعد اس کے ماقبل کے مغایر ہوتا ہے اسی طرح کلمہ غیر کا مابعد کے مغایر ہوتا ہے۔اس وجہ سے کبھی الا کو غیر الا محمول کر کے استثنا

میں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ الاکو غیر محمول کر کے صفت میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن الا کا غیر پر حمل بہت ہے اکثر اس کا استعمال استثنآء میں ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **ای کلمة غیر** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: (۱) غیر مبتدآء ہے اور صفة اس کی خبر ہے۔ حالانکہ مبتدآء کے لئے ضروری ہے کہ وہ معرفة ہو یا نکرہ مخصصہ ہو۔ اور غیر نہ معرفہ ہے نہ نکرہ مخصصہ ہے بلکہ نکرہ محضہ ہے۔ پھر اس کا مبتدآء بننا کیسے صحیح ہوا؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ حملت کی ضمیر غیر کی طرف راجع ہے حالانکہ ضمیر مونث کی ہے اور لفظ غیر مذکر ہے۔

**جواب**: کلمة غیر سے دونوں سوالوں کا جواب دے دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں غیر سے مراد کلمة غیر ۔ جب غیر سے کلمة غیر مراد ہے تو راجع مرجع میں مطابقت ہوگی۔ لہذا دوسرا اعتراض رفع ہو گیا۔ اور پہلا اعتراض اس طرح رفع ہو گیا کہ جب لفظ سے مراد محض لفظ ہو اس کے معنی کا ارادہ نہ کیا گیا ہو تو اس سے مراد علم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علم معرفہ ہے۔

**قال الشارح** **و استعملت** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: حمل کے لئے اتحاد ضروری ہوتا ہے اور غیر اور الا میں اتحاد نہیں ہے تو پھر حمل کیسے صحیح ہوگا؟

**جواب**: یہاں حمل سے مراد یہ ہے کہ غیر الا کی مثل استعمال ہے۔

**قال الماتن** **اذا كانت** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض یہ ہے کہ الاکو غیر پر صفت اس وقت محمول کیا جائے گا کہ جب وہ الا ایسی جمع کے بعد واقع ہو جو جمع مذکر اور غیر محصور ہو۔

**قال الشارح** **ای واقعة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تابع اسم کی صفت ہے اور الا مصنفؒ کا قول الا اذا کانت تابعۃ درست نہ ہوا۔

**جواب**: یہاں پر تابعۃ بمعنی واقعۃ کے ہے۔

**قال الشارح** **بعد متعدد** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں جمع سے مراد اس کا معنی لغوی یعنی متعدد ہے۔ چونکہ الا کا استعمال صفت میں خلاف اصل ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کا موصوف مذکور ہوتا کہ یہ معنی ظاہر ہو جائے۔ بخلاف غیـــر کے کہ چونکہ وہ صفت کے لئے اصل ہے۔ لہذا اس کا موصوف کبھی مقدر بھی ہو جاتا ہے جیسے جاء نی غیر زیدٍ۔ اس میں غیر کا موصوف قوم ہے جو کہ مقدر ہے۔ اس موصوف کے متعدد ہونے کی شرط اس لئے لگائی تا کہ الا کا حال صفت کے وقت اس کے اداۃ استثناء ہونے کے حال کے موافق ہو جائے۔ یعنی جس طرح مستثنیٰ منہٗ کا متعدد ہونا ضروری ہے اسی طرح موصوف بھی متعدد ہونا چاہئے۔ تا کہ الا استثنائی اور الا صفت ایک دوسرے کے موافق ہو جائیں پس الا صفتی کے اندر یوں کہنا جائز نہیں ہے جاء نی رجل الا زید۔ اس لئے کہ رجل متعدد نہیں ہے اور متعدد میں پھر تعمیم ہے خواہ وہ لفظاً جمع ہو جیسے رجـال یا تقدیراً ہو جیسے قـوم اور رهـط۔ اور یا یہ ہے کہ وہ مثنیٰ ہو اس لئے کہ تثنیہ پر بھی تعدد کا اطلاق ہوتا ہے پس ما جاء نی رجلان الا زید کہنا جائز ہے۔

**قال الشارح** **منـكـور ای منكرٍ** ۔ یہ تفسیر غیر المشہور بالمشہور کے یہاں پر منکور منکر کے معنی میں ہے منکر سے مراد یہ ہے کہ وہ معرف باللام نہ ہو۔ اس طور پر اس سے مراد عہد ہو۔ یا استغراق ہو۔ اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ استغراق کی تقدیر میں مستثنیٰ منہٗ مستثنیٰ کو یقیناً شامل ہو جائے گا۔ پس مستثنیٰ کا دخول مستثنیٰ منہٗ میں یقینی ہو جائے گا۔ لہذا استثناء متصل درست ہو جائے گا اور الا کو معنی حقیقی سے خارج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پس الا کو غیر پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر الف لام سے ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ زید ان میں سے ہو تو پھر بھی استثناء متصل متعذر نہیں ہوگا۔ اور اگر الف لام سے ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ زید زید اس میں نہ ہو تو استثناء منقطع متعذر نہ ہوگا۔ لہذا الا کو معنی حقیقی سے خارج کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس الا کو غیر پر محمول نہ کیا جائے گا۔

**قال الشارح** **غیر محصورٍ و المحصور** ۔ محصور کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جنس مستغرق

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام افراد کا احاطہ کیا گیا ہو۔ کوئی ایک فرد اس احاطے سے خارج نہ ہو جیسے ما جاء نی من رجال یامن رجل بعض معلوم ہوں جیسے جیسے لهٔ علی عشرة دراهم اس میں دراھم جنس ہے لیکن اس کے بعض افراد معلوم العدد ہیں اور وہ دس ہیں۔

**قال الشارح** **وانما اشترط** ۔ سے شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر محصور ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر وہ جمع محصور ہو تو الا کے مابعد کا اس میں دخول یقینی ہو جائے گا۔ لہٰذا استثنآء متعذر نہیں ہوگا۔ جیسے کل رجل الا زیداً جاء نی اور لهٔ علی عشرة الا درهما۔

**قال الشارح** **وانما یصار** ۔ سے شارح یہ بیان کررہے ہیں کہ جب یہ مذکورہ شرائط پائی جائیں تو اس وقت الا کو غیر پر محمول کرنیکا باعث کیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے بیان کیا کہ اس کا باعث یہ ہے کہ اس وقت استثنآء متعذر ہے نہ استثنآء متصل بن سکتا ہے اور نہ ہی منقطع بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں نہ دخول یقینی ہے اور نہ عدم دخول یقینی ہے۔

**قال الشارح** **وقد لا یتعذر** ۔ اور کبھی غیر محصور میں استثناء متعذر نہیں ہوتا۔ جیسے جاء نی رجال الا واحد اس میں استثنآء متعذر نہیں ہے اس لئے کہ کہ واحد کا رجال میں دخول یقینی ہے اسی طرح جاء نی رجال الا رجلاً اس میں رجل کا رجال میں دخول یقینی ہے۔ اسی طرح جاء نی رجال الا حماراً اس لئے کہ حمار کا رجال میں عدم دخول یقینی ہے۔ لہٰذا استثنآء متعذر نہ ہو۔

**قال الشارح** **ولکن** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: پھر تو مصنفؒ کو بھی غالباً کی قید لگانی چاہئے تھی۔

**جواب**: چونکہ محصور میں استثنآء کا متعذر ہونا اور غیر محصور میں مستثنیٰ کا متعذر نہ ہونا نہایت شاذ و نادر تھا۔ اس وجہ سے مصنفؒ نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔

**قال الشارح** **فی بیان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ نے بھی تو اس پر التفات کیا ہے چنانچہ کہا وضعف فی غیر پھر یہ کہنا ایسے

درست ہوا کہ مصنفؒ نے اس قید کا التفات نہیں کیا۔

**جواب**: مراد یہ ہے کہ اس لا کے اندر التفات نہیں کیا اور ضعف فی غیرہ اس قاعدے خارج سے ہے۔

**قال الماتن** نحو لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا ۔یہ الا کو بمعنی غیر صفت پر محمول کرنیکی مثال ہے۔اس آیت کے اندر الا بمعنی غیر صفت ہے اس لئے کہ وہ اسی جمع کے بعد واقع ہے جو منکور اور غیر محصور ہے اور وہ آلھہ ہے اور استثنآء متعذر ہے اس لئے کہ یقین نہیں جا سکتا ہے کہ اللہ آلھہ میں داخل ہے یا نہیں ہے۔لہذا استثنآء کی شرط تحقق نہ ہوئی جب استثنآء کی شرط متحقق نہ ہوئی تو الا بمعنی غیر کے صفت ہوگا۔اس آیت میں الا کو استثنآء پر محمول کرنے کا ایک اور مانع بھی ہے۔وہ مانع یہ ہے کہ الا کو استثنآء پر محمول کرنے سے معنی یہ ہوگا لو کان فیھما آلھۃ مستثنی عنھا اللہ تعالی لفسدتا کہ اگر زمین وآسمان میں چند الہ ہوتے جن سے اللہ مستثنٰی ہوتا تو زمین وآسمان کا نظام درھم برھم ہو جاتا۔پس اس صورت میں یہ آیا صرف اس بات کو دلالت کرتی ہے کہ زمین آسمان میں ایسے آلھہ نہیں ہیں جن سے اللہ مستثنٰی ہے۔اس سے واحدانیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں ایسے آلھہ نہیں کہ جن سے اللہ مستثنٰی ہو۔لیکن ایسے آلھہ ہیں کہ جن سے الہ مستثنٰی نہ ہو کیوں کہ ان کی موجودگی سے دنیا کا نظام درھم برھم نہیں ہوتا۔اور یہ آیت کے مقصود کے خلاف ہے۔پس لا محالہ الا کو غیر پر محمول کیا جائے گا اور آلھہ کی صفت بنایا جائے۔کیوں کہ اب معنی یہ ہوگا کہ زمین وآسمان میں اللہ کے سوآء کوئی معبود نہیں ہے۔جب اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے تو واجب ہوا اور لازم ہوا کہ آلھہ متعدد نہیں ہے۔اس لئے کہ تعدد مغایرت کو مستلزم ہے۔تو پس اس طرح وحدانیت ثابت ہو جائے گی۔

**قال الماتن** وضعف فی غیرہ ۔سے جمع منکور غیر محصور کے غیر میں الا کو غیر پر محمول کرنا ضعیف ہے۔اس لئے کہ الا کو غیر پر محمول اس وقت کیا جاتا ہے جب استثنآء متعذر ہو۔اور

جمع منکور غیر محصور کے غیر میں استثناء متعذر نہیں ہے۔

لیکن سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ استثناء کی صحت کے باوجود الا کو غیر پر محمول کرنا جائز ہے۔ جیسے ما اتانی احد الا زید اس میں الا زید یہ احد کی صفت ہے بوجودیکہ استثناء صحیح ہے۔ اس لئے کہ زید کا احد میں دخول یقینی ہے اور اکثر متاخرین کا مذہب بھی یہی ہے اور وہ استدلال کرتے ہیں شاعر کے قول

و کل اخ مفارقه اخوه لعمر ابيك الا الفرقدان

کہ اس میں کل اخ مبتداء ہے۔ مفارقه اس کی خبر ہے اور اخوہ مفارق کا فاعل ہے۔ لعمر ابيك یہ لام قسمیہ ہے اور لعمر ابيك مبتداء خبر اس کی محذوف ہے جو کہ قسمی ہے۔ اور الا الفرقدان یہ کل اخ کی صفت ہے اس سے استثناء نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس سے استثناء ہوتا تو اس پر نصب وجب ہوتا۔ اور یوں کہا جاتا الا الفرقدان۔ اس لئے کہ جب مستثنیٰ ہو کلام موجب میں منقطع ہو تو اس پر نصب واجب ہوتا ہے۔ لیکن مصنفؒ نے اس کو شذوذ پر محمول کیا اور کہا کہ اس میں دو شذوذ ہیں

پہلا شذوذ: اس کے اندر الف الفرقدان کو کل کی صفت بنایا گیا ہے نہ کہ اس کے مضاف الیہ (اخ) کی۔ حالانکہ مشہور یہ ہے کہ جب کل مضاف ہو اور مضاف الیہ کے بعد صفت واقع ہو تو وہ کل کے مضاف الیہ کی صفت ہوتی ہے نہ کہ مضاف کی۔ (کل) اس لئے کہ مقصود تو کل کا مضاف ہے اور کل افراد کے احاطے کے لئے آتا ہے۔

دوسرا شذوذ: ہے یہ ہے کہ اس شعر کے اندر موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ لایا گیا ہے یہ بھی نہایت قلیل ہے۔

**قال الماتن** واعراب سوىٰ۔ مذہب صحیح کے مطابق سوی اور سواء کا اعراب ظرفیت کی بناء نصب ہے۔ اس لئے کہ جب کہا جائے جاء نی القوم سوای زید تو گویا کہ یوں کہا گیا جاء نی القوم مکان زید کیوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بجائے زید کے ساری قوم

قوله واعراب غيرفیه... الخ،

**اعراب مُستثنیٰ بالاّ**

- **نصب واجب** وقتیکه مستثنیٰ بعد الّا غیر صفت در کلام موجب واقع شود مثل
  - جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا
- **نصب واجب** وقتیکه مستثنیٰ بر مستثنیٰ منه مقدم باشد مثل
  - جَاءَنِی اِلَّا زَیْدًا الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِی اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ
- **نصب واجب** وقتیکه مستثنیٰ منقطع باشد مثل
  - جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا
- **نصب جائز بدل مختار** وقتیکه مستثنیٰ بعد الّا در کلام غیر موجب باشد ومستثنیٰ منه هم مذکور باشد مثل
  - مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ وَاِلَّا قَلِیْلًا
- **اعراب بحسب عوامل** وقتیکه مستثنیٰ بعد الا در کلام غیر موجب باشد ومستثنیٰ منه مذکور نباشد مثل
  - جَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ وَمَا رَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا وَمَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ

**قوله وَاِعْرَابُ غَیْرٍ فِیْهِ کَاِعْرَابِ المستثنیٰ بالا مثل**

- جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ
- جَاءَنِی غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِی غَیْرَ زَیْدٍ اَحَدٌ
- جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ
- مَا فَعَلُوْهُ غَیْرُ قَلِیْلٍ وَغَیْرَ قَلِیْلٍ
- مَا جَاءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ وَمَا رَاَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ

آ گئی یہ سیبویہ کا مذھب ہے اور یہی مذھب صحیح ہے۔اس لئے کہ اس میں معنی کے اعتبار سے قرب پایا جاتا ہے پس سیبویہ کے نزدیک یہ لازم الظرفیت ہے۔لیکن کوفیوں کے نزدیک ان کا ظرفیت سے خارج ہونا اور غیر کی طرف ان میں رفع اور نصب اور جر کے ساتھ تصرف کرنا جائز ہے۔وہ استدلال کرتے ہیں۔شاعر کے اس قول سے شعر

ولم یبق سوای العدوا ن دنا ھم کما دانوا۔

اس میں سوای مرفوع ہے رفع تقدیری کے ساتھ۔اس لئے کہ سوای یہاں پر لم یبق کا فاعل بن گیا اب نحاۃ کوفہ سوای اور سوآء کے ظرفیت سے خارج ہونے کو جائز رکھتے ہیں تو پھر غیر پر محمول کرنے کی بجائے اس کو نصب دیتے ہیں تو اخفش نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ رفع کو مکروہ سمجھتے ہوئے نصب دیتے ہیں۔یعنی ظرفیت سے خارج ہو جانے کے بعد بھی اس میں ظرفیت والے معنی کا اعتبار کرتے ہیں چنانچہ جاء سواءك اور فی الذار سواءك نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں حالانکہ پہلی مثال سواء فاعل ہے اور دوسری مثال کے اندر سواء مبتداء موخر ہے۔تو ان کو مرفوع ہونا چاہئے تھا اور اسی طرح اس صورت میں جس صورت میں انتصاب علی الظرفیت غالب ہو انتصاب رفع کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ قول لقد تقطع بینکم میں بینکم نصب کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اس کو فاعلیہ کی بناء پر مرفوع ہونا چاہئے پس چونکہ بین اکثر ظرف واقع ہوتا ہے اس لئے اس مرفوع کو منصوب ہی پڑھیں گے۔

# ﴿بحث خبر کان و اخواتھا﴾

صاحب کافیہ منصوبات کے آٹھویں قسم افعال ناقصہ کی خبر کو ذکر کر رہے ہیں۔

**قال الماتن** خبر کان و اخواتھا ۔ یعنی منصوبات کی بارہ قسموں میں سے آٹھویں قسم کان اور نظائر کی خبر ہے۔

**قال الشارح** وستعرفھا ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : اخواتھا معلوم نہیں ہے تو تعریف المجھول بالمجھول لازم آئے گی۔جو کہ

ناجائز ہے۔

**جواب**: اس کا بیان فعل کی بحث میں آ جائے گا۔

**قال الشارح** **ای دخول** ۔ کہ کرایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: کان اوراس کے اخوات کی خبر کی یہ تعریف کان اوراس کے اخوات کی خبر کے افراد میں سے کسی فرد رصادق نہیں آتی اس لئے کہ کان اوراس کے اخوات کی خبر کے افراد میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے کہ جو کان اوراس کے اخوات کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو بلکہ ان میں سے ایک داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے۔

**جواب**: کان اوراس کے نظائر میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

**قال الشارح** **و المراد** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: کان اوراس کے اخوات کی خبر کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف اس یضرب پر صادق آتی ہے جو کہ کان زید یضرب ابوہ میں واقع ہے۔ اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند حالانکہ وہ خبر نہیں ہے بلکہ یضرب ابوہ کا مجموعہ خبر ہے اسی طرح یہ تعریف کان زید ابوہ قائم میں قائم پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے مسند ہے حالانکہ وہ خبر نہیں ہے بلکہ خبر کان وہ قائم ابوہ کا مجموعہ ہے۔

**جواب**: مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے۔ پہلا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ھو المسند بعد دخول مراد یہ ہے کہ کان کی خبر کا اس کے اس اسم کی طرف اسناد ہو کان اوراس کے نظائر میں سے کسی ایک کے اسم اور خبر پر داخل ہونے کے بعد ہو اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسم کے اسم ہو جانے اور خبر کے خبر ہو جانے کے بعد ہوگا۔ اور کان زید ضرب ابوہ میں یضرب کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر ہو جانے کے بعد نہیں ہے کہ اس سے پہلے ہے اسی طرح قائم کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر بن جانے کے بعد نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے ہے۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دونوں سے مراد اس چیز میں عمل کرنے کے لئے وارد ہونا ہے کہ جس پر وہ وارد ہے یعنی دخول سے مراد اثر کرنا ہے اور اثر کی دو قسمیں ہیں (۱) اثر لفظی (۲) اثر معنوی۔ اگر اثر لفظی یہ ہے کہ وہ اسم کو رفع دے اور خبر کو نصب دے اور اثر معنوی یہ ہے کہ اسم کیا لئے خبر کو ثابت کرے۔ کان یضرب ابوہ لقائم کان میں ضرب کو زید کے لئے ثابت کرنا ہے نہ کہ صرف ضرب کو پس کان کا دخول ضرب یعنی جملہ یضرب ابوہ پر متحقق ہوگا نہ کہ فقط ضرب یعنی یضرب پر۔

**قال الماتن** **و امرہ کامر خبر المبتداء** ۔ کان اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ یہ مبتدآء کی خبر کے معاملے کی طرح ہے۔ اقسام میں احکام میں او شرائط میں۔ اقسام میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتدآء کی خبر کبھی مفرد ہوتی اور کبھی جملہ ہوتی ہے اور کبھی معرفہ اور کبھی نکرہ ہوتی ہے۔ اور احکام میں اس کی طرح ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتداء کی خبر ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے مذکور ہوتی ہے محذوف ہوتی ہے اسی طرح کا اس کے نظائر کی خبر ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے، مذکور ہوتی ہے محذوف ہوتی ہے او شرائط میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب مبتدآء کی خبر جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہے۔

**قال الشارح** **ای امر خبر** ۔ سے امرہ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔ کہ اس کا مرجع خبر کان ہے۔

**قال الشارح** **فی و یتقدم** ۔ سے وجہ لکنہ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ویتقدم سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے۔ کیوں کہ جب مصنفؒ نے کہا وامرہ کامر خبر المبتدآ تو اس سے یہ وھم پیدا ہوا۔

**سوال** : کہ جب کان اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ مبتدآء کی خبر کی طرح ہے تو جس طرح

مبتدآء کی خبر جب معرفہ ہو اس کے مبتدآء سے مقدم کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب معرفہ ہو تو اس کو اس کے اسم سے مقدم کرنا جائز نہ ہوگا۔

**جواب**: جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب معرفہ ہو تو وہ اس کے اسم پر مقدم ہو سکتی ہے۔ چونکہ مقدم تقاضہ کرتا متقدم علیہ کا اس وجہ سے مولانا جامیؒ نے علی اسمھا کا اضافہ کیا۔

**قال الشارح** **حال** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ معرفہ یہ حال ہے۔ متقدم کی ضمیر سے۔

**قال الشارح** **حقیقتاً او حکماً** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: معرفہ کی تخصیص درست نہیں ہے اس لئے کہ جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب معرفہ نہ ہو بلکہ نکرہ مخصصہ ہو تو بھی اس کو اسم سے مقدم کرنا جائز ہے۔

**جواب**: معرفہ میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقۃً معرفہ ہو یا حکماً معرفہ ہو۔ اور نکرہ مخصصہ وہ معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **لا ختلاف** ۔ سے تقدیم کے جواز کی علت کو بیان کرنا ہے کہ چونکہ کان اور اس کے نظائر کے اسم اور انکی خبر کا اعراب مختلف ہوتا ہے لہذا خبر کو مقدم کرنے سے ان میں ایک کا دوسرے سے التباس لازم نہ آئے گا۔ اسی وجہ سے تقدیم جائز ہے۔ بخلاف مبتدآء اور خبر کے کہ چونکہ ان کا اعراب ایک ہوتا ہے لہذا وہاں اعراب کا کوئی قرینہ دلالت نہیں کریگا۔ پس اگر خبر کو مبتدآ ئسے مقدم کردیا جائے تو التباس لازم آئے گا۔

**قال الشارح** **و ذالك اذا كان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: یہ منقوض ہے کان الفتیٰ ھذا کے ساتھ اس لئے کہ اس میں ھذا معرفہ ہے۔ حالانکہ خبر کی تقدیم اسم پر جائز نہیں ہے۔

**جواب**: کان اور اس کے نظائر کی خبر کی تقدیم اس وقت جائز ہے کہ جب ان دونوں اسم خبر کا اعراب لفظی ہو جیسے کان المنطق زیدیا ان میں سے ایک کا اعراب لفظی ہو جیسے کان زید ھذا زید اور

مثال مذکور فی النقص میں دونوں کا اعراب لفظی نہیں بلکہ دونوں کا اعراب تقدیری ہے۔

**قال الماتن** **وقد يحذف عامله فی مثل** ۔الناس مجزیون باعمالھم کی مثل میں کان کی خبر کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

**قال الشارح** **ای عامل** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: عاملہ کی ضمیر راجع ہے خبر و کان و اخواتا کی طرف تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نظائر بھی جائز ہے حالانکہ حذف جائز نہیں ہے۔

**جواب**: عاملہ کی ضمیر مرجع خبر کان ہے۔خبر کان واخواتھا نہیں ہے۔اس لئے کہ اخوات کا حذف جائز نہیں ہے۔

**قال الشارح** **وانما اختص** ۔ سے حذف کے ساتھ کان کے مختص ہونیکی وجہ کو بیان کرنا ہے۔حذف کے ساتھ کان اسلئے مختص ہے کہ وہ کثیر الاستعمال ہے۔

**قال الماتن** **الناس مجزیون** ۔میں چار وجہیں جائز ہیں۔(۱)اوّل کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے ان خیراً فخیر اوّل کا نصب اس لئے کہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے۔اور ثانی کا رفع اس پر کہ وہ مبتدآء محذوف کی خبر ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیراً فجزائه خیر ۔پس اس وجہ میں تین امور محذوف ہیں۔ جانب شرط میں کان اور عمله اور جانب جزآء میں جزائه ۔

(۲)دونوں کا نصب جیسے ان خیراً فخیراً اس بناء پر کہ یہ دونوں میں کان مع اسم محذوف کی خبر ہیں۔تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیرا فکان جزا ؤہٗ جانب شرط میں کان اور عملہ اور جانب جزاء میں کان اور جزائہٗ محذوف ہیں ۔

(۳)دونوں کا رفع جیسے ان خیر فخیر اوّل کا رفع اس بناء پر کہ وہ کان مع خبر محذوف کا اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ وہ مبتدآء محذوف کی خبر ہے۔اور تقدیر عبارت ہے۔ان کان فی عمله خیر فجزآئه خیر اس وجہ میں بھی چار امور محذوف جانب شرط میں کان اور فی اور عملہ اور جانب جزآء

میں جزاءہ۔

(۴) اوّل کا عکس یعنی اوّل کا رفع اور ثانی کا نصب جیسے ان خیر فخیراً۔ اوّل کا رفع اس بناء پر کہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے در ثانی کا نصب اس بناء پر کہ وہ کان مع اسم کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان فی عملہ خیر فکان جزآءہٗ خیراً۔ اس وجہ میں پانچ امور محذوف ہیں جانب شرط میں کان اور فی اور عملہٗ اور جانب جزآء میں جزآء اور کان۔ ان وجوہ کی قوت اور ضعف کا مدار حذف کی قلت اور کثرت پر ہے۔ چونکہ پہلی صورت کے اندر حذف کی قلت ہے کیوں کہ اس میں محذوف کی کثرت ہے کیوں کہ اس میں پانچ امور محذوف ہیں۔ اس لئے وہ اضعف ہے اور درمیان دوصورتیں وہ متوسط ہیں اس لئے کہ ان کے اندر چار چیزیں محذوف ہیں۔

**قال الشارح** **مثل** ۔ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان کے بعد اسم ہو اور فاء ہو اور پھر اس کے بعد اسم ہو۔

**قال الماتن** **ویجب الحذف فی مثل اما انت** ۔ اما انت منطلقاً انطلقت کی مثل میں کان کی خبر کا عامل یعنی کان کا حذف واجب ہے۔

**قال الشارح** **مثل** ۔ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں کان کو حذف کرکے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لایا گیا ہو۔ پس اگر ایسی صورت میں کان کو حذف نہ کیا جائے تو عوض اور معوض کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔ اما انت منطلقاً کی اصل لان کنت منطلقاً انطلقت ہے۔ اس میں لان کے لام کو قیاساً حذف کردیا ہے اس لئے کہ ان اور ان کے لام کو قیاسی طور پر حذف کردیا جاتا ہے۔ پھر اختصار کی غرض سے کان کو بھی حذف کردیا۔ تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور ان کے بعد کان کے عوض میں ما کو زائدہ کردیا۔ اور نون کو میم میں ادغام کردیا۔ اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا تو ان کنت منطلقاً انطلقت ہوگیا۔ تو اس وقت ہے کہ جب اما کا ہمزہ مفتوح ہو اور اگر اما ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہو تو پھر تقدیر اس طرح ہوگی ان کنت

منطلقاً انطلقت اختصار کی غرض سے کان کو حذف کر دیا تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی امر ان کے بعد کان عوض ما کو زائد کیا۔ اور نون کو میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا۔ تو اما انت منطلقاً انطلقت ہو گیا۔

**قال الشارح** **و اقتصر** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب اس اما میں دو احتمال ہیں (۱) ہمزہ کا فتحہ (۲) ہمزہ کا کسرہ۔ تو پھر مصنفؒ نے پہلے احتمال پر اکتفاء کیوں کر لیا۔

**جواب**: مصنفؒ نے اوّل پر اس لئے اکتفاء کیا کہ وہ زیادہ مشہور ہے۔

**قال الشارح** **ای حذف عامله** ۔ کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حذف پر جو الف لام داخل ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ جو کہ عامل ہے پس اصل لان کنت۔

# ﴿بحث اسم ان واخواتها﴾

صاحب کافیہ منصوبات کا دسواں قسم حروف مشبہ بالفعل کے اسم کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔

**قال الشارح** **اسم ان و اخواتها ستعر فها** ۔ سے مولانا جامیؒ نے بتا دیا کہ حروف مشبہ بالفعل کی بحث حروف میں بیان کی جائے گی۔ البتہ تعریف یہ ہے جو مسند الیہ ہو ان یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد جیسے ان زیدا قائم۔

# ﴿بحث اسم لا التی لنفی الجنس﴾

صاحب کافیہ منصوبات میں سے گیارہویں قسم کو بیان کر رہے ہیں۔

**قال الماتن** **المنصوب بلا التی لنفی الجنس** ۔ منصوبات کی قسمیں میں سے ایک قسم وہ اسم ہے جو لانفی جنس کی وجہ سے منصوب ہو۔

**قال الشارح** **ای لنفی** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: لا کی تفسیر التی الجنس کے ساتھ کرنی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ لا جنس کی نفی کے لئے

نہیں۔اور نہ لا غلام رجل ظریف فیھا کے ساتھ نقض وارد ہے اس لئے کہ اس میں جنس غلام کی نفی نہیں ہو رہی ہے۔ بلاظرافت غلام کی نفی ہو رہی ہے۔

**جواب**: مصنفؒ کی عبارت میں الجنس مضاف ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ صفت ہے۔اصل میں عبارت یوں تھی المنصوب بلالنفی صفت الجنس ۔

**قال الشارح** و حکم ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: یہ منقوض ہے لا رجل موجود کے ساتھ اس لئے کہ اس میں کسی صفت کی نفی نہیں ہو رہی ہے کیوں کہ رجل صفت ہی نہیں۔

**جواب**: صفت سے مراد حکم ہے۔ پھر حکم کی نفی کبھی تو صفت جنس کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے جیسے لا غلام رجل ظریف فیھا کبھی صفت جنس کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی جیسے لا رجل موجود۔

**قال الشارح** و انما لم یقل ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ نے النصوب بلا التی لنفی الجنس کہا۔اسم الا التی لنفی الجنس کیوں نہیں کہا؟

**جواب**: لانفی جنس کا اسم تین قسم پر ہے۔(۱) معرب منصوب (۲) مبنی علی الفتح (۳) مرفوع۔ لانفی کا اسم نہ تو کل کا منصوب ہے اور نہ ہی اکثر منصوب ہے۔ مطلقاً منصوب سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ نہ تو حقیقتاً کہ یہ کہا جائے کہ اس کا ہر حال میں منصوب ہوگا اور نہ مجازاً کہ یوں کہا جائے کہ لانفی جنس کا اسم اکثر منصوب ہوگا بلکہ منصوب غیر منصوب سے اوّل ہے۔ لہذا یہ ضروری ہوا اس کو المنصوب لا التی لنفی الجنس کے ساتھ تعبیر کیا جائے۔ بخلاف دوسرے مثلاً مستثنیٰ وہ اگرچہ ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا۔ لیکن اکثر منصوب ہوتا ہے تو اکثر کو کل کا حکم دے کر کل مجازاً منصوبات میں شمار کر دیا۔

**قال الشارح** و لا یبعد ۔ سے صاحب کافیہؒ پر اعتراض کرنا ہے کہ اگر مصنفؒ مطلقاً اسم کہ دیتے تو بھی صحیح ہوتا۔ اس لئے کہ مبنی علی الفتح محلا منصوب ہوتا ہے۔ تو لانفی جنس کا اسم اکثر منصوب ہوا للا کثر حکم الکل ۔

**قال الماتن** **هو المسند بعد دخولها** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض لانفی جنس کے اسم کی تعریف کو بیان کرنا ہے کہ لانفی جنس کا اسم منصوب وہ ہے کہ دخول لا کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ لا کے متصل ہو اور نکرہ ہو یا مضاف ہو یا شبہ مضاف ہو۔

**قال الشارح** **خرج** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : لانفی جنس کے اسم کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف لا غلام رجل ابوہ قائم میں ابوہ پر صادق آتی ہے۔ اس لئے کہ وہ لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔ حالانکہ وہ لا کا اسم نہیں ہے بلکہ لا کا اسم غلام رجل ہے۔

**جواب** : دخول سے مراد یہ ہے کہ متصل ہو۔

**قال الشارح** **وهذا** ۔ سے ایک سوال کو نقل کر کے لکنہ سے جواب دینا ہے۔

**سوال** : مقصود تو نفی جنس کے اسم کی تعریف کرنا ہے۔ اور اسم کی تعریف تو بعد دخولها پر تام ہوگئی ہے۔ لہذا اس قد یلیها نکرہ کا اضافہ کرنا مستدرک ہے۔

**جواب** : مقصود لانفی جنس کے اسم کی تعریف کرنی نہیں ہے بلکہ مقصود تو منصوب بلا کی تعریف کرنی ہے۔ چونکہ منصوب بلا کی تعریف بعد دخولها پر تام نہیں ہوتی اس وجہ سے یلیها کا اضافہ کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نفی جنس کا اسم منصوب تب ہوگا جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں۔ (۱) معرفہ کے متصل ہو (۲) نکرہ ہو۔ (۳) مضاف یا شبہ مضاف ہو۔

**قال الشارح** **ای یلیه** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض یلیه کی ضمیر مستتر کا مرجع کو متعین کرنا ہے اور ھا ضمیر کا مرجع لفظ لا ہے۔ کسی شیئ کے ساتھ چونکہ اتصال کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ شیئ [illegible] متصل بہ سے مقدم ہو۔ (۲) شیئ متصل متصل بہ کے بعد ہو۔

[illegible] یقع سے مولانا جامیؒ نے دوسری صورت متعین کردی یعنی وہ مسند الیہ کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو۔ باقی مشابہ مضاف وہ ہے کہ اس کا ایسی شیئ کے ساتھ تعلق ہو کہ وہ شیئ اس کو تمام معنی سے ہو۔ اگر [illegible] کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہ ہو۔ جیسا کہ مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ تام

ہوتا ہے اگر مضاف نہ ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہیں ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **ھذہ احوال** ۔کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ ان کی ترکیب میں تین احتمال ہیں۔

(۱) یلیھا نکرہ مضافاً او مشبھا بہ یہ تینوں الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہیں۔تو اس وقت یہ احوال مترادفہ ہوں گے۔

(۲) یلیھا یہ الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور باقی دو وہ یلیہ کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں۔

(۳) یلیھا یہ خولھا کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور باقی دو وہ یلیھا کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں۔

**قولہ** **مثال لما** ۔ سے ممثل لہ کی تعین کرنا ہے کہ لا غلام رجل لك یہ اس نکرہ مضاف کی مثال جو لا کے متصل ہو اور بعض نسخوں میں لا علام رجل ظریف فیھا ہے۔باقی اس میں فیھا کا اضافہ کس لئے کیا گیا ہے اس کی وجہ مرفوعات کی بحث میں گذر چکی ہے۔ سے ممثل لہ کی تعین کرنا ہے کہ لاعشرین درھما یہ اس نکرہ مشابہ مضاف کی مثال جو لا کے متصل ہو مصنف کا قول لک مشہور نسخوں کے مطابق یعنی جن میں ظریف فیھا نہیں ہے۔ یہ دونوں مثالوں کے تتمہ سے ہے یعنی اس کی خبر ہے اور جن مثالوں کے اندر ظریف فیھا ہے ان میں لک یہ خبر بعد خبر ہے اس لئے کہ خبر اول ظریف ہے اور خبر ثانی فیھا ہے اور ثالث لك ہے۔

**قال الشارح** **فان کان** ۔ اگر لانفی جنس کا اسم مفرد ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا یعنی لا کے دخول سے پہلے علامت کے ساتھ منصوب ہوتا ہے اسی علامت کے ساتھ لا کے دخول کے بعد اگر لا کے دخول سے فتحہ کے ساتھ منصوب ہے تو لا کے دخول کا بعد بھی علامت فتحہ مبنی ہوگا جیسا کہ مفرد میں مثلاً لا رجل فی الدار۔اور اگر لا کے دخول سے پہلے کے ساتھ منصوب ہوتا ہے لا کے دخول کے بعد علامت کسرۃ پر مبنی ہوگا جیسا کہ جمع مونث سالم میں البتہ تنوین نہیں ہوگی۔مثلاً لا مسلمات فی الدار اور اگر لا کے داخل سے پہلے یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ منصوب ہو تو لا کے دخول کے بعد بھی یاء ماقبل کے ساتھ مبنی ہوگا۔جیسے تثنیہ میں اور اگر لا کے دخول سے پہلے یاء

ماقبل مکسور ہوتو تولا کے دخول میں بھی یاء ماقبل مکسور کے ساتھ مبنی ہوگا۔جیسا کہ جمع مذکر سالم میں ہوتا ہے۔لا مسلمین لک۔

**قال الشارح** **بانتفاء الشرائط** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال**: یہ قاعدہ منقوض ہے لا زید نبی الا الذ'ر و لا عمرو کے ساتھ اس لئے کہ اس میں زیداور عمرو یہ بھی مفرد ہیں حالانکہ یہ مبنی نہیں ہیں۔

**جواب**: مراد یہ ہے کہ مذکورہ تین شرطوں میں سے فقط اخری شرط منتفی ہو۔شرط اوّل اور شرط ثانی کے بگاڑ کے ساتھ۔یعنی وہ کے متصل ہو اور نکرہ ہو۔لیکن مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اور مثال مذکور فی النقض میں دوسری شرط نہیں پائی جاتی۔اس لئے کہ وہ معرفہ ہیں نکرہ نہیں ہے۔

**قال الشارح** **بترتب** ۔ یہ متعلق ہے انتفاء الشرط الاخیرہ کے ساتھ۔یعنی ہم نے فقط شرط اخیر کے انتفاء کی شرط اس لئے لگائی کہ تاکہ مصنفؒ کا قول علی ما نصب اس پر مرتب ہو جائے اس لئے کہ اگر وہ لا کا اسم مفرد معرفہ ہو یعنی شرط ثانی نہ پائی جائے یا مفصولہ ہو یعنی پہلی شرط نہ پائی جائے تو اس کا حکم یہ نہیں ہے۔

**قال الشارح** **و قوله** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کی کلام میں تناقض اور تعارض ہے اس لئے کہ مبنی کی ضمیر مفرد کی طرف راجع ہے اور ینصب کی ضمیر بھی مفرد کی طرف راجع ہے تو پس مبنی اس مفرد کی بناء میں صریح ہے۔اور ینصب اس کے معرب ہونے پر دال ہے اس لئے کہ نصب معرب کی القاب میں سے ہے۔

**جواب**: اس مفرد کی طرف بناء کی نسبت ہے۔فی الحال یعنی لا کے دخول کے بعد اور نصب کی نسبت ہے لا کے دخول سے پہلے۔

**قوله** **یعنی به** ۔سے مقدر سوال کا جواب دیتا ہے۔

**سوال**: شارح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمین لک میں مسلمین مبنی ہے حالانکہ یہ مفرد ہے۔

**جواب** : یہاں پر مفرد یہ مضاف شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے۔ پس تثنیہ جمع بھی اس میں داخل ہیں۔

**قال الشارح** **و انما بنی لتضمنه** ۔ سے لانفی جنس کے اسم مفرد کے ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ لانفی جنس کا اسم مفرد من کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لئے کہ لا جل فی الدار کا معنی ہے لامن رجل فی الدار چونکہ یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہ هل من رجل فی الدار۔ خواہ وہ سوال حقیقتاً جیسا کہ گذرا یا تقدیراً ہو۔ باقی تقدیراً کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو شخص آئیں اور ان میں سے ایک مکان کے اندر داخل ہو جائے اور دوسرا مکان کے باہر کھڑا ہو رہے اور اندر والا کہے لا جل فی الدار ۔ اب گویا کہ غیر داخل سائل ہے اس نے یہ سوال کیا کہ هل من رجل فی الدار ۔ تو داخل نے جواب دیا کہلا جل فی الدار من کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ اور اگر وہ اسم جو کسی حرف کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اسی وجہ سے لانفی جنس کا اسم مبنی ہے۔

**قال الشارح** **و انما بنی علی ما ینصب** ۔ سے علامت نصب پر مبنی ہونے کی علت کو بیان ہے۔ کہ علامت نصب پر اس لئے مبنی بنایا گیا تا کہ حرکت بناء کی اس حرکت یا حرف کے مطابق ہو جائے کہ جس کا نکرہ اصل کے اعتبار سے بناء سے پہلے جس کا مستحق تھا۔

**قال الشارح** **ولم یبن المضاف** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مضاف اور مشابہ مضاف بھی حرف کے معنی کو متضمن ہے تو پھر اس کو مبنی کیوں نہیں بنایا گیا؟

**جواب** : مضاف اور مشابہ مضاف کو مبنی اس لئے نہیں بنایا گیا کہ اضافت کی وجہ سے جانب اسمیت راجح ہوتی ہے اس لئے کہ اضافت اسم کا خاصہ ہے۔ لہذا اضافت کی وجہ سے اسم اس چیز کی طرف لوٹ جائے گا کہ جس کا وہ اصل مستحق ہے۔ اور وہ اعراب ہے اسی وجہ سے وہ معرب ہے۔

**قال الماتن** **فان کان معرفة** ۔ لانفی کے اسم کے منصوب ہونے کی تین شرطوں میں سے تیسری شرط کے علاوہ اگر باقی دوشرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی منتفی ہوجائے یا شرطیں منتفی ہو جائیں یعنی لا کا اسم نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو یا لا کے متصل نہ بلکہ لا اور اس کے درمیان فاصلہ ہو یا نکرہ بھی نہ ہو اور لا کے متصل بھی نہ ہو لا کے اسم پر رفع بناء برابتدآء کے واجب ہے۔ اور لا کا تکرار مع اسم کے وارد ہے۔ یہاں عقلاً کل چھ (6) صورتیں ہیں۔ اس لئے کہ فقط نکارت والی شرط منتفی ہوگی یا فقط اتصال والی شرط منتفی ہوگی یا دونوں شرطیں منتفی ہونگی تو دوصورتیں ہوئیں ہر تقدیر لا کا اسم مضاف ہوگا یا نہیں ہوگا تو تین میں ضرب سے چھ صورتیں ہوگئیں۔

**(۱) لا کا اسم مفرد معرفہ متصل جیسے لا زید فی الدار و لا عمرو**

**(۲) لا کا اسم معرفہ مضاف متصل ہو جیسے لا زیدٍ فی الدار ولا عمرو**

**(۳) لا کا اسم نکرہ مفرد مفصولہ ہو جیسے لا فی الدار وولا امرأة**

**(۴) لا کا اسم نکرہ مفصولہ مضاف ہو جیسے لا فی الدار غلام و لا امرآة**

**(۵) لا کا اسم معرفہ مفصولہ جیسے لا فی الدار زید ولا عمرو**

**(۶) لا کا اسم مضاف معرفہ ہو جیسے لا فی الدار غلام زید ولا عمرو**

**قال الشارح** **اما فی المعرفة** ۔ ان چھ صورتوں میں لا کے اسم پر بناء برابتدآء کے رفع واجب ہے معرفہ ہونے کی صورت میں رفع اس لئے واجب ہے کہ لا کی نفی صفت نکرہ کے لئے موضوع ہے لہذا یہ معرفہ میں اثر نہیں کرسکے گا۔ اس لئے کہ اسم پر رفع بناء برابتدآء کے واجب ہو گا۔ اور مفصول کے اندر رفع اس لئے واجب ہے کہ لا عامل ضعیف ہے۔ اور معمول مفصول کے اندر عمل کرنا یہ عامل قوی کا کام ہے۔

**قال الشارح** **و التکریر ای وجب التکریر** ۔ سے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا۔ (۱) التکریر یہ معطوف ہے الرفع پر (۲) اس پر جو الف لام داخل ہے مضاف الیہ کے عوض میں ہے مطلب یہ ہے کہ لا کے اسم کو مکرر لانا واجب ہے۔ لیکن مطلق اسم کو مکرر لانا ضروری ہے نہ بعینہٖ اوّل

کو۔ یعنی تکریر سے مراد تکریر نوعی ہے۔ تکریر شخصی نہیں ہے۔ معرفہ ہونے کی صورت میں تکرار اس لئے واجب ہے کہ لا اصل میں موضوع ہے نفی آحاد کے لئے اور نفی آحاد اجناس میں پائی جاتی ہے جب یہ معرفہ ہوگا تو یہ معنی فوت ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ معرفہ میں مفرد کی نفی ہوتی ہے نہ کہ آحاد کی لہذا تکرار ضروری ہے تاکہ وہ مافات کا عوض ہو جائے۔ نکرہ کی صورت میں تکرار اس لئے ضروری ہے تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے۔ اس لئے کہ لا رجل فی الدار و لا امرأة یہ جواب ہے سائل کے اس سوال کا ارجل فی الدار ام امرأة یہ تعلیل معرفہ کے اندر بھی ہو سکتی ہے۔

**قال الماتن** **و نحو قضية و لا ابا حسنٍ لها ای هذه** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قضية یہ خبر ہے مبتدآء محذوف کی جو کہ هذه ہے جو کہ مصنفؒ قول و ان کان معرفه وجب پر وارد ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **هذه القضية** ۔ کہ کر ها ضمیر کے مرجع کو متعین کرتا ہے۔ کہ اس کا مرجع قضية ہے۔

**قال الشارح** **هذا جواب** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض کو بیان کرتا ہے کہ قضية و لا ابا حسن لها سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : ماقبل میں گذرا کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو اس کا تکرار اور اس پر رفع واجب ہے یہ قاعدہ منقوض ہے۔ قضية کی مثل کے ساتھ اس لئے کہ اس کے اندر ابا حسن معرفہ ہے کیوں کہ ابو حسن یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے۔ حالانکہ اس پر نہ رفع ہے اور نہ اس کا تکرار ہے بلکہ نصب ہے اور غیر مکرر ہے۔

**جواب** : یہ متاول بتاویل نکرہ ہے۔ مولانا جامیؒ نے کہا کہ اس میں دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے۔

(۱) ابا حسن یہ لا کا اسم نہیں ہے۔ بلکہ یہ مضاف الیہ ہے۔ مضاف محذوف کا جو کہ لفظ مثل ہے۔

اصل میں تھالا مثل ابا حسن ۔اب لا کا اسم نکرہ ہوا نہ کہ معرفہ اس لئے کہ لفظ مثل متوغل فی الابھام ہونے کی وجہ سے یہ اگر معرفہ کی طرف مضاف بھی ہو جائے تو پھر نکرہ رہتا ہے۔

(۲) اباحسنٌ سے مراد وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ صاحب عَلم مشہور تھا۔یعنی فیصل اور اس کا معنی یہ ہے کہ قضیة ولا فیصل لها۔ لا کا اسم نکرہ ہو جائے گا۔اس لئے کہ جب علم سے مراد وصف مشہور لی جائے تو وہ نکرہ بن جاتا ہے۔

**قال الشارح** **و یقوی هذا** ۔ حسن کو حذف ام کے سات لانا یہ توجیہ ثانیہ کے لئے مقوی ہے۔اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس کی تنوین تنکیر کی ہے کیوں کہ اگر یہ تنوین تنکیر کی نہ ہوتی تو پھر مشہور سے عدول نہ کیا جاتا۔جو کہ اب الحسن الف لام کے ساتھ ہے۔

**قال الماتن** **و فی مثل لا هول و لا قوة الا با لله** ۔کی مثل میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا بر سبیل عطف مکرر ہو اور ان میں سے ہر ایک کے بعد نکرہ بلا فاصلہ ہو۔

**قال الشارح** **بحسب الفظ** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مصنفؒ نے وجہ سادس کو کیوں ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ وہ لا نفی جنس کا اسم ہے۔اور ثانی پر رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا بمعنی لیس کا اسم ہے۔

**جواب**: وجہ دو قسم پر ہے (۱) وجہ بحسب اللفظ اور وہ عبارت ہے طریق قرآت سے۔

(۲) بحسب التوجیہ۔اور وہ عبارت ہے دلیل قرآت سے اور یہاں پر اوّل مراد ہے خمسہ اوجه کا معنی ہے کہ پانچ طریقوں پر پڑھنا جائز ہے۔

**وجہ اول** : دونوں کا فتحہ لا حول ولا قوة الا بالله اس بناء پر کہ دونوں جگہ لا نفی جنس کا ہے اور اسم نکرہ مفردة بلا فصل ہے اور لا کا اسم جب نکرہ مفردة بلا فصل ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے۔باقی رہی یہ بات کہ وہ دو جملے ہیں یا ایک جملہ ہے۔یعنی یہ عطف المفرد کے قبیل سے ہے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہے اس کا دارو مدار خبر پر ہے۔اگر دونوں کی خبر ایک محذوف ہو تو پھر عطف

المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوگا اور اگر دونوں کی خبر ایک محذوف نہ ہو تو پھر عطف الجملہ علی الجملہ سے ہوگا۔

**وجہ ثانیہ** : اوّل کا فتحہ اور ثانی کا نصب جیسے لا حول ولا قوة الا بالله ۔ اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ دوسرا الا زائدہ ہے بمعنی تاکید کے اور وہ معطوف ہے اوّل کے لفظ پر محمول ہونے کی وجہ سے۔

**قال الشارح لمشابهة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : اوّل مبنی ہے اور مبنی کا تابع محل کے تابع ہوتا ہے لہذا ثانی کو اوّل کے محل پر محمول کرنا چاہئے۔

**جواب** : اوّل کی حرکت وہ حرکت اعرابیہ کے مشابہ ہے پس وہ بمنزل معرب ہوگیا اور معرب کا تابع اس کے لفظ پر محمول ہوتا ہے پس یہ بھی عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے۔ اس کا دارومدار خبر پر ہے۔

**وجہ ثالث** : اوّل کا فتحہ اور ثانی کا رفع جیسے لا حول ولا قوة الا بالله اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہے اور دوسرے اسم کا عطف ہے پہلے اسم کے محل پر۔ اس لئے کہ مرفوع بالا بتداء ہے۔ پس اگر ایک خبر مقدر مانی جائے تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

**وجہ رابع** : دونوں کا رفع بناء پر ابتداء جیسے لا حول ولا قوة الا بالله اس وقت دونوں لا عمل سے ملغی ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ جواب ہے قائل کے قول ابغیر الله حول و قوة چونکہ سوال کے اندر یہ دونوں مرفوع ہیں۔ لہذا جواب کے اندر بھی یہ مرفوع ہونگے۔ تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے۔ اگر خبر ایک مقدر مانی جائے تو یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہو جائے گا اور اگر دو خبریں مقدر مانی جائیں تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

**وجہ خامس** : اوّل کا رفع اور ثانی کا فتح جیسے لا حول ولا قوة الا بالله اوّل کا رفع اس بناء پر

کہ پہلا لا بمعنی لیس کے ہے لیکن یہ ضعیف ہے اس لئے کہ لا کا لیس کے معنی میں ہونا قلیل ہے اور دوسرے کا فتحہ اس بناء پر کہ وہ لا نفی جنس کا ہے۔

**قال الشارح** **وضعف وجه ضعف** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض مصنفؒ کے قول علی ضعف کو رد کرنا ہے۔ کہ اوّل کے رفع کے ضعف کی جو وجہ بیان کی گئی ہے کہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ہے۔ یہ وجہ ضعیف ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اوّل کا رفع لا بمعنی لیس کی وجہ سے نہ ہو۔ بلکہ یہ رفع تکرار کی وجہ سے لا کے ملغی ہونے کی وجہ سے ہو۔ کیوں کہ لا کے الغاء کی صحت شرط فقط تکرار وہ یہاں پر پایا جاتا ہے۔

**قال الشارح** **ولا دخل فيها** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: لا کے الغاء کی صحت کے لئے تکرار کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان دو اسموں کا اعراب ایک ہو۔ اور یہاں شرط نہیں پائی جاتی۔

**جواب**: لا کے ملغی ہونے کی صحت میں اس کے اعراب میں موافق ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہے تو یہ توجیہ اوّل کے مطابق یعنی جب لا بمعنی لیس کے ہو تو عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے متعین ہو جائے گا۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ الا باللہ مرفوع بھی منصوب بھی ہو، کیوں کہ لا بمعنی لیس کی خبر منصوب ہوتی ہے۔ اور لا نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور توجیہ ثانی کے مطابق جب یہ لا ملغی ہو تو یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوتا ہے۔ اور عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے بھی ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ مبتدا کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور لا نفی جنس کی خبر بھی مرفوع ہوتی ہے۔

**قال الماتن** **واذا دخلت الهمزة** ۔ ہمزہ جب لا نفی جنس پر داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل نہیں ہوگا اور اس ہمزہ کا معنی یا تو استفہام ہوتا ہے یا عرض یا تمنی۔

**علی لا التی لنفی الجنس** : سے دخلت کے صلہ کا بیان کرنا ہے۔

**قال الشارح** **ای عمل لا** ۔ سے اشارہ کیا ہے کہ عمل پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف

الیہ کے عوض میں ہے۔

**قال الشارح** **ای تاثیرها فی** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : اصطلاح میں عمل عبارت ہے عمل فی المعرب سے۔اور لا رجل فی الدار اس میں رجل معرب نہیں ہے تو پھر لم یتغیز العمل کہنا کیسے صحیح ہوا۔

**جواب** : یہاں عمل سے مراداس کا معنی اصطلاحی نہیں ہے بلکہ عمل سے مراداس کا معنی لغوی یعنی اثر کرنا ہے۔اور ظاہر ہے لا کا مدخول معرب ہو یا مبنی ہو۔لا کا اس میں اثر ضرور ہوگا۔باقی عمل کے متغیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عامل کا عمل کلمہ استفہام کے داخل ہونے سے متغیر نہیں ہوتا۔

ای معنی الهمزة : ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع وہ ہمزہ ہے جو لانفی خبر پر داخل ہو۔

**قال الشارح** **امّا الاستفهام حقيقةً** ۔ حقیقۃً سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال** : یہاں سے مراد استفہام حقیقی نہیں ہے اور تمنی وعرض یہ استفہام حقیقی نہیں ہیں۔باقی ہمزہ استفہام کے معنی میں ہو اس کی مثال جیسے الا رجل فی الدأار اور عرض کی مثال جیسے الا تزول عندی۔

**قال الشارح** **و لم يذكر سيبويه** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ صاحب کافیہؒ نے کتاب کافیہ کے اندر قواعد کے بیان میں سیبویہؒ کی اتباع کی ہے۔اور سیبویہؒ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ لا کا حال عرض کے اندر وہ دخول ہمزہ سے پہلے کی طرح ہوگا بلکہ اس کو سیرافیؒ نے ذکر کیا۔جزولیؒ اور مصنفؒ نے اس کی اتباع کیا اور اندلسیؒ نے اس کو رد کر دیا۔اس نے کہا کہ یہ کہنا کہ لا کا حال عرض کے اندر کے حال اوّل جیسا ہوگا۔یہ غلط ہے اس لئے کہ جب وہ نفی میں لا ہمزہ کے دخول ے بعد عرض ہو جائے گا تو یہ ان حروف میں سے ہو جائے گا۔جو فعل پر داخل ہوتے ہیں مثلاً ان اور لو اور حروف تخصیص ۔لہذا اس کے بعد فعل کا ہونا ضروری ہوگا۔خواہ فعل مقدر ہو یا ملفوظ ہو تو جب فعل ملفوظ نہیں ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فعل مقدر ہے۔اور اس کے بعد اسم کا انتصاب واجب ہوگا۔جیسے الا زیدا تکرمه اس میں زید تکرمہ کی وجہ سے مرغوب ہے۔جس کی

تفسیر بعدہ الا فعل کررہا ہے۔اور تمنی کی مثال جیسے الا ماء اشربه تمنی کے معنی اس وقت ہوں گے جب کہ پانی کی امید نہ ہو اس لئے کہ اگر پانی کی امید ہو تو اس وقت استفہام حقیقی ہوگا اور ہمزہ کو تمنی کے لئے کہنا درست نہ ہوگا۔

**قال الشارح** **و اما قوله** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : آپ کا یہ کہنا کہ جب لانفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل نہیں ہوتا یہ صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ قائل کے قول الا رجلاً جزاه الله خیرا اس میں ہمزہ نے لا کے عمل کو اعراب سے بناء کی طرف تبدیل کردیا۔مولانا جامیؒ۔نے اس کے دو جواب دیئے

**جواب** : استاذ خلیل نحویؒ کے نزدیک یہ لا وہ لا نہیں ہے کہ جس پر حرف استفہام داخل ہو۔بلکہ یہ حرف ہے جو تخصیص کے لئے موضوع ہے۔اور رجلاً سے پہلے فعل مقدر ہے۔اس فعل مقدر کی وجہ سے اس پر نصب اور تنوین آئی ہے۔گویا کہ کہنے والے نے یوں کہا ہیکہ الا تروننی رجلاً یعنی هل لا تروننی رجلاً۔اور یونس نحوی کے نزدیک یہ وہی لا ہے جس پر ہمزہ استفہام داخل ہوتا ہے تمنی کے معنی میں ہے۔قیاس کا تقاضہ تھا کہ یہ الا رجل ہو۔لیکن اس کو تنوین دی گئی ضرورت شعر کی وجہ سے۔

**قال الماتن** **و نعت المبنی الاول** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لانفی جنس کے اسم مبنی کی نعت میں دو وجہیں جائز ہیں۔اس کو مبنی پڑھنا بھی جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے۔پھر معرب پڑھنے کی صورت میں منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔جب اس نعت میں تین شرطیں پائی جائیں (۱) وہ نعت مفرد ہو (۲) وہ نعت اول ہو (۳) منعوت کے متصل ہو۔

**قال الشارح** **اسم لا** ۔اسم لا کا اضافہ کرکے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : یہ قاعدہ منقوض ہے یا زید العاقل و العاقل میں۔اس لئے کہ اس میں العاقل مبنی کی نعت ہے اور نعت اوّل ہے اور منعوت کے متصل ہے اور مفرد ہے حالانکہ اس کا معرب

ہونا متعین ہے۔

**جواب**: یہاں نعت سے مرادلا کے اسم کی نعت ہے مطلق مبنی کی نعت نہیں ہے اور مثال مذکور میں العاقل یہ لا کے اسم کے نعت نہیں ہے۔

**قال الشارح** لا نعت ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مبنی کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے۔اسم معرب کی نعت سے جیسے لا غلام رجلٍ ظریفاً۔

**قال الشارح** بالرّفع صفة ۔ سے اعراب مع وجہ اعراب کو بیان کرنا ہے۔کہ الاول یہاں یہ مرفوع ہے اس بناء پر وہ صفت ہے نعت کی۔

لالثانی متن میں اوّل کی قید احترازی ہے اس سے مبنی کی نعت ثانی اور اسی طرح نعت ثالث خارج ہوجائیں گی۔جیسے لا رجل الظریف کریم فی الدار۔

**قال الشارح** حال من الظریف ۔ مفرد کی ترکیب کو بیان کرتا ہے۔کہ مفرد یہ حال ہے مبنی کی ضمیر سے اوراس کا اندر عامل مبنی ہے۔

**قال الشارح** احتراز۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مفرد کی قید احترازی ہے۔ اس لئے کہ اگر مفرد نہ ہو بلکہ مضاف یا شبہ مضاف ہوتو پھر اس کا معرب ہونا متعین ہوگا جیسے لا رجل حسن الوجه۔

**قال الشارح** حال من ضمیر ۔ سے یلیه کی ترکیب کو بیان کرتا ہے کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہے یہ یا تو حال ہے بعد از حال کے یعنی یہ بھی مبنی کی ضمیر سے حال ہے یا یہ مفرد کی صفت ہے۔

**قال الشارح** احتراز ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یلیه کی قید احترازی ہے اس نعت سے جو اسم لا کے متصل نہ ہو اس لئے کہ اس کا معرب ہونا متعین ہے جیسے لا غلام فیها ظریف۔

**قال الشارح** وهذا القید ۔ سے صاحب کافیہ پر اعتراض کرتا ہے کہ اس مقید (یلیه) کے

ہوتے ہوئے قید اول کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ جب نعت لا کا متصل ہوگے تو وہ لامحالہ نعت اوّل ہوگی ثانی اور ثالث نہیں ہوگی۔

**قال الشارح** **علی الفتحه** ۔ سے مبنی کے صلے کو بیان کرنا ہے۔

**قال الشارح** **حملاً** ۔ سے مبنی علی الفتح ہونے کے جواز کی وجہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مبنی علی الفتح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو منصوب پر محمول کرلیا جائے گا۔

**قال الشارح** **مکان** ۔ سے حمل کی وجہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کو منصوب پر اس لئے محمول کیا جائے گا کہ نعت اور معوت میں اتحاد پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے کہ نعت معوت کے متصل ہے اور اس وجہ سے کہ نفی حقیت میں نعت کی طرف راجع ہے اس لئے یہ قاعدہ ہے کہ کلام منفی جب عقیدٌ با قید ہو تو نفی حقیقت میں قید کی طرف راجع ہوتی ہے۔ در یہاں پر قید سے، مراد نعت ہے چونکہ وہ مفرد ہے لہذا وہ مبنی بر فتح ہوگی۔

**قال الشارح** **و المبنی فی قوله** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : قاعدہ منقوض ہے لا ماء ماء باردأ میں۔ اس لئے کہ اس میں یہ مبنی کی نعت ہے اور ہے بھی نعت اول۔ اور ہے بھی مفرد اور اس کے متصل بھی ہے۔ حالانکہ اس کا معرب ہونا متعین ہے۔

**جواب** : متن میں مبنی سے مراد مبنی علی الفتح بالاصالۃ ہے۔ اور مثال مذکور فی النقض میں ماء ثانی یہ مبنی علی الفتح بالاصالۃ نہیں ہے بلکہ یہ بالتبع ہے۔ اس لئے کہ یہ ماء اوّل کے تابع ہے۔ اور ریوں کہا جائے کہ باردأ یہ نعت ہے ماء اوّل کی تو پھر یہ اس کی متصل نہیں ہوگا۔

**قال الشارح** **لانّ الاصل** ۔ سے معرب پڑھنے کی علت کا بیان ہے کہ اس کو معرب پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے متبوعات کے اعراب میں تابع ہوں نہ کہ بناء میں۔

**قال الشارح** حملاً علی محله ۔ سے معرب مرفوع پڑھنے کے جواز کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معرب مرفوع پڑھنے کا جواز محل بعید پر محمول کرنے کی وجہ سے ہے۔

**قال الشارح** حملاً علی اللفظ ۔ سے معرب پڑھنے کی صورت میں منصوب پڑھنے کے جواز کی علت کا بیان ہے کہ لفظ پر یا محل قریب محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا جائز ہے۔

**قال الماتن** نحو لا رجل ظریف ۔ سے توضیح بالمثال کا بیان ہے اس کے اندر ظریف لانفی جنس کے اسم مبنی کی صفت اوّل ہے اور مفرد ہے اور اس کے متصل ہے۔ لہذا اس کو مبنی بر فتح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور ظریف رفع کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور ظریف فتح کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

**قال الماتن** والاّ فالاعراب ۔ اگر نعت کے اندر مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو اس کا معرب ہونا متعین ہوگا۔ معرب ہونے کی صورت میں اس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ محل بعید پر محمول کرتے ہوئے اور منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔ محل قریب یا لفظ پر محمول کرتے ہوئے۔ جن کی امثلہ فوائد قیود میں گذر چکی ہیں۔

**قال الماتن** و العطف علی اللفظ ۔ سے صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لا نفی جنس کے اسم مبنی کے معطوف میں دو وجہیں جائز ہیں۔ اس کو لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور اس کو محل پر محمول کرتے ہوئے اس کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔ جب کہ معطوف کے اندر دو شرطیں پائی جائیں۔ (۱) معطوف نکرہ ہو۔ (۲) لا کا تکرار نہ ہو اس لئے کہ اگر معطوف نکرہ نہ ہو تو اس پر رفع واجب ہے۔ جیسے لا غلام لك و الفرس اور جب تکرار لا ہو تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ بلکہ وہی ہے جو ما قبل میں گذر چکا ہے کہ جس میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔ جب مذکورہ دو شرطیں پائی جائیں تو معطوف کو معرب مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں محل پر محمول کرنے پر اور منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں لفظ پر محمول کرتے ہوئے۔ لیکن اس میں بناء جائز نہیں ہے اس لئے

کہ واو عاطفہ کے ذریعے تابع اور متبوع کے درمیان فاصلہ پایا جاتا ہے اور بناء کے لئے نعت کا منعوت کے ساتھ اتصال شرط ہے۔اور اس کو متصل کے حکم میں بھی نہیں کر سکتے۔اس لئے کہ یہ ایسے محل میں واقع ہے کہ جہاں پر فصل کا گمان ہوتا ہے۔کہ لا کے ذریعے فصل واقع ہو۔کیوں کہ معطوف علی النفی میں عام طور پر لا زائدہ ہوتا ہے جیسا کہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔مثال مطابق جیسے لا اب ولا ابناً و ابن اس مثال کے اندر اب لانفی جنس کا اسم ہے اور یہ مبنی ہے اور ابناً یہ اب پر معطوف ہے اور یہ نکرہ ہے اور لا کا تکرار بھی نہیں ہے۔اس کو اب کے لفظ پر محمول کر کے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔یہ شعر کا ایک حصہ ہے پورا شعر اس طرح ہے:

**و لا اب ولا ابنامثل مروان و ابنہ اذھو بالمجد ار تدی و تازرا**

شاعر کی غرض اس شعر سے مروان اور اس کے بیٹے کی مدح کرنا ہے۔کہ کوئی باپ اور بیٹا مروان اور اس کے بیٹے کی مثل نہیں ہے۔اس لئے کہ مروان نے چادر اور ازار پہن رکھا ہے۔

**قال الشارح سائر التوابع** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ نے توابع میں سے نعت کو بھی ذکر کیا اور معطوف بحرف کو بھی ذکر کیا۔اور باقی توابع کو بیان نہیں کیا اس کو کیا وجہ ہے۔

**جواب**: چونکہ باقی توابع ان کے بارے میں نحاۃ سے کوئی تصریح نہیں ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے بقیہ کو ذکر نہیں کیا۔لیکن مناسب یہ ہے کہ ان کا حکم منادیٰ کے توابع والا حکم ہو۔

**قال الماتن مثل لا اباله و لا غلامی لہٗ** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ماقبل میں آپ نے کہا کہ جب لانفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا۔یہ قاعدہ منقوض ہے لا اباله و لا غلامی لہٗ کی مثل میں۔اس لئے کہ پہلی مثال میں لا کا اسم نفی اب یہ نکرہ مفردہ ہے حالانکہ یہ علامت نصب پر مبنی نہیں ہے کیوں کہ اگر یہ علامت نصب پر مبنی ہوتا تو لا اب لہٗ الف کے بغیر کہا جاتا اور دوسری مثال میں لا کا اسم یعنی غلامی لہٗ نکرہ مفردہ ہے

حالانکہ علامت نصب پر مبنی نہیں کیں کہ اگر علامت نصب پر بنی ہوتا اور لا غلامین لہٗ نون کے اثبات کے ساتھ کہا جاتا۔

**جواب**: سے صاحب کافیہؒ نے جواب دیا کہ اگر چہ ان دونوں ترکیبوں میں لا کا اسم مضاف ہے لیکن اس کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دے کر اس پر مضاف والے احکام جاری کر دیے ہیں۔ باقی تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں شریک ہے جو کہ اختصاص ہے۔

**قال الشارح** **ای کل ترکیب** ۔صاحب کافیہؒ نے لفظ مثل پڑھا کر جس ضابطے کی طرف اشارہ کیا ای کل ترکیب سے مولانا جامیؒ نے صراحتاً بیان کر رہے۔ کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا نفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت ہو اور اس اسم پر اضافت والے احکام جاری کیے گئے ہوں یعنی الف کا اثبات کہ اب میں ہے ان کا حذف جیسا کہ لا غلامی لہٗ میں ہے۔

**قال الشارح** **یعنی انّ الاصل** ۔سے اعتراض کی طرف اشارہ ہے کہ ان دونوں ترکیبوں میں اصل یہ تھا کہ لا اب لہٗ اور لا غلامین لہٗ کہا جاتا۔ پس ان دونوں کے اندر لا نفی جنس کا اسم علامت نصب پر مبنی ہوتا۔ اور جار مجرور اس کی خبر ہوتی۔ لیکن بہت کم ایسا بھی منقول ہے کہ لا اب میں الف کی زیادتی کرے لا ابا لہٗ کہا جائے اور لا غلامین سے نون تثنیہ کو ساقط کر کے لا غلامی لہٗ کہا جائے اظہار جیسا کہ حالت اضافت میں کہا جاتا ہے لیکن قلت کے ساتھ۔

**قال الماتن** **تشبیھا لہٗ** ۔ سے جواز کی علت کا بیان ہے۔

**قال الشارح** **ای اسم لا** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال**: ہٗ ضمیر مرجع میں مطابقت نہیں اس لئے کہ ضمیر واحد کی اور اس کا مرجع دو چیزیں ہیں۔ (۱) ابا (۲) غلامی۔

**جواب**: یہاں ہٗ ضمیر کا مرجع لا کا اسم ہے جو ان دونوں ترکیبوں کے اندر ہے اور وہ مفرد ہے۔

**قال الشارح** **و اجرا** ۔ کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال**: جب ان مثالوں کے اندر لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو ان کو معرب منصوب پڑھنا واجب ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ جب لا کا اسم نکرہ مشابہ مضاف لا کے متصل ہو تو اس کو معرب پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

**جواب**: یہاں مشابہت سے مراد مشابہت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ مشابہت سے مراد لا کے اسم پر مضاف والے احکام جاری کرنے میں مشابہت ہے۔

**قال الشارح** **و ذالك** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لمشارکتہ تشبیہ کی علت ہے۔ یعنی ان مثالوں کے اندر لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی ہے کہ مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارکت ہے جو کہ اختصاص ہے۔

**قال الشارح** **او المعنی ان** ۔ کے دوسرے معنی کا بیان ہے اگر چہ مآل ایک ہے لیکن لفظوں کے اعتبار سے فرق ہے وہ یہ ہے کہ پہلے معنی کے مطابق تشبیھا لہ اور لمشارکتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع اسم لا کو بنایا گیا اور لہ ضمیرہ کا مرجع مضاف تھا۔ لیکن اس معنی کے اعتبار سے تشبیھا لہ اور لمشارکتہ ان دنوں ضمیروں کا مرجع مثل ہے۔ اور لہ کی ہ ضمیر کا مرجع وہ ترکیب ہے کہ جو اضافت پر مشتمل ہو تو معنی یہ ہوگا کہ لا ابالہ اور لا غلامی لہ کی مثل جائز ہے۔ ان جیسی ترکیبوں کو جن میں اضافت نہ ہو اس ترکیب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے جو اضافت پر مشتمل ہو۔ اس لئے کہ ان جیسی ترکیبیں یہ اس ترکیب کے ساتھ جو اضافت پر مشتمل ہو اصل معنی میں مشارک ہیں اور وہ معنی اختصاص ہے۔

**قال الشارح** **الا ان یبن** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: لا ابالہ اور لا غلامی لہ یہ ترکیب خبری ہیں اور لا اباہ اور لا غلامیہ یہ ترکیب اضافی ہے۔ اور ترکیب خبری ترکیب اضافی سے قوی ہے۔ اس لئے کہ ترکیب خبری یہ مخاطب کو فائدہ تامہ دیتی ہے اور ترکیب اضافی یہ مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں دیتی۔ تو لا ابالہ اور لا غلامی لہ کو لا اباہ اور لا غلامیہ کے ساتھ تشبیہ دینا کیسے صحیح ہوا کیوں کہ مشبہ بہ کے لئے قوی ہونا

ضروری ہوتا ہے۔

**جواب**: یہ تشبیہ معنی اور اختصاص میں ہے۔اور وہ اختصاص جو ترکیب اضافی سے مفہوم ہوتا ہے وہ بہ نسبت اس اختصاص کے اتم ہے جو ترکیب خبری سے مفہوم ہوتا ہے۔لہذا مشبہ بہ قوی ہوئی۔

**قال الشارح** **ومن ثم لم یجز لا ابا فیها** ۔سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ چونکہ ان جیسی ترکیبوں کا جواز اس وجہ سے ہے کہ ان میں غیر مضاف کو مضاف کے ساتھ معنی اختصاص میں تشبیہ دی گئی ہے۔اس وجہ سے لا ابـا فیهـا یہ ترکیب جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ اس میں اختصاص نہیں پایا جاتا اس لئے کہ وہ اختصاص جواب کی کسی چیز اب کی طرف اضافت سے مفہوم ہوتا ہے وہ تو اس کے اس چیز کے لئے اب ہونیکی وجہ سے ہے۔اور یہاں خصاص دار کی طرف اب کی نسبت سے حاصل نہیں ہوتا۔کیوں کہ ابوہ صرف ابن کے لئے مستحق ہوسکتی ہے۔لہذا اس کی دار کی طرف اضافت کرنی صحیح نہیں ہے جب اب کی اضافت دار کی طرف کرنی صحیح نہیں تو پھر لا ابـا فیهـا کو اس ترکیب کے ساتھ کیسے تشبیہ دی جائے گی۔کہ جس ترکیب کے اندر اب کی اضافت صریح طور پر دار کی طرف ہو۔

**قال الماتن** **ولیس بـمضاف لفساد المعنی** ۔ لا ابا لہٗ اور لا غلامی لہٗ میں لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی وہ حقیقت میں مضاف نہیں ہے۔کیوں کہ اگر حقیقۃً مضاف ہو تو معنی مقصودی فاسد ہو جائے گا۔اس لئے کہ معنی مقصودی بالاستقلال تقدیر خبر کی حاجت کے بغیر ضمیر مجرور کے مرجع کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی ہے اور اضافت کی صورت میں یہ معنی فاسد ہو جائے گا۔دو وجہوں سے وجہ اوّل یہ ہے کہ اضافت کی تقدیر پر ان دونوں ترکیبوں کا معنی یہ ہو جائے گا لا ابـه لہٗ و لا غلامیه ۔اور وہ معنی تقدیر خبر کے بغیر تام نہیں ہو سکتے بلکہ خبر کو مقدر ماننا پڑتا ہے۔جیسے لا اباہ موجود اور لاغلامیه موجود ان ۔

**قال الشارح** **واما ثـانیا** ۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ مراد ضمیر مجرور سے مرجع مثلاً زید کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی کرنا ہے۔اور یہ مقصود نہیں ہے کہ زید کا باپ جو کہ معلوم الوجود

ہے وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ اور فلاں شخص کے دو غلام جو کہ معلوم الوجود ہیں وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ اور اضافت کی تقدیر پر معنی یہ ہو جائے گا کہ زید کا باپ جو کہ معلوم الوجود ہے موجود نہیں اور زید کے دو غلام جو کہ معلوم الوجود ہیں وہ موجود نہیں ہیں۔

**قال الماتن** **خلافا لسيبويه** ۔ سیبویہ اور جمہور نحاۃ اور خلیل کا اختلاف ہے کہ ان کا مذھب یہ ہے کہ ان جیسی ترکیبوں میں لا کا اسم حقیقتاً مضاف ہے معنی کے اعتبار سے۔

**قال الشارح** **و انما اخصّ سيبويه** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جب خلیل وہ سیبویہ اور جمہور نحویوں کا مذھب یہی ہے تو پھر مصنفؒ سیبویہ کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا۔ مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

**پہلا جواب** : یہ ہے کہ سیبویہ ان کا سردار ہے اسی وجہ سے اس کو ذکر کیا۔

**دوسرا جواب** : یہ ہے کہ مقصود اختلاف کو بیان کرنا ہے نہ کہ مخالفین کی تعیین کرنا ہے اور یہ مقصد سیبویہ کو ذکر کرنے سے حاصل ہو گیا۔

**قال الشارح** **و اقحام اللام** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : لا اباللہ اور لا غلامی لہٗ میں لا کا موجود ہونا لام کا اسم مضاف نہیں کیوں کہ مضاف مضاف الیہ کے درمیان لام مذکور نہیں ہوتا۔ تو پھر سیبویہ وغیرہ کا کہنا کیسے صحیح ہوا کہ ان کے اندر لا کا اسم حقیقۃً مضاف ہے۔

**جواب** : مضاف و مضاف الیہ کے درمیان لام اس لام مقدرہ کی تاکید ہے۔

**قال الماتن** **و يحذف فى مثل لا عليك** ۔ لا عليك کی مثل میں لا نفی جنس کے اسم کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثل سے مراد ہو رہ ترکیب ہے کہ جس میں لا کے اسم کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے لا عليك اس میں لا کا اسم محذوف ہے جو کہ بأس ہے اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لا حرف ہے اور علیٰ بھی حرف ہے اور حرف حرف پر داخل نہیں ہوتا تو پس اس سے معلوم ہوا کہ لا کا اسم محذوف ہے جو کہ بأس ہے اصل میں تھا لا بأس عليك۔

**قال الشارح** **ولا یحذف** ۔ سے لا کے اسم کو حذف کرنے کی شرط کا بیان ہے کہ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے کہ جب خبر موجود ہوں یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ اجحاف یعنی نقصان لازم نہ آئے۔ کیونکہ جب لا کا اسم بھی موجود نہ ہو اور خبر بھی محذوف ہو تو لا کا بغیر محمول کے رہنا واجب آئے گا۔

**قال الشارح** **و قولھم** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : آپ کا یہ کہنا کہ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے جب کہ خبر اس کی موجود ہو یہ منقوض ہے عربیوں کے قول لا کزید میں اس لئے کہ عربوں کا قول لا کزید اس میں اسم اور خبر دونوں محذوف ہیں۔

**جواب** : اس قول کے اندر اسم اور خبر دونوں محذوف نہیں ہیں بلکہ ان میں سے ایک محذوف ہے۔ اس لئے کہ کزید کا کاف یہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو یہ کاف اسمیہ بمعنی مثل کے ہے یا حرف ہے۔ اگر یہ کاف اسمیہ بمعنی مثل کے ہے تو کزید کا معنی ہوگا مثل زید۔ میں یہ لا کا اسم بن جائے گا اور خبر اس کی محذوف ہو جائے گی۔ جو کہ موجود ہے اور معنی یہ ہوگا لا مثل زید موجود یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کزید یعنی مثل زید خبر ہو لا کی اور اس کا اسم محذوف ہو جائے گا جو کہ احد ہے تو عبارت اس طرح ہو جائے گی لا احد مثل زید اور اگر کاف حرف جر ہو تو پھر اسم محذوف ہوگا اور کزید خبر بن جائے گا۔

# ﴿بحث خبر ما ولا المشبهتين بليس﴾

**قال الماتن** **خبر ما ولا المشبهتين** ۔ منصوبات کی قسموں میں سے بارہواں قسم ما ولا کی خبر ہے جن کو لیس کے ساتھ تشبیہ دیے گئے ہیں۔

**قال الشارح** **في النفي والدخول** ۔ سے وجہ شبہ کا بیان ہے کہ وجہ شبہ وہ معنی نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونا ہے یعنی جس طرح لیس کے اندر معنی نفی کے ہیں اسی طرح ما اور لا کے اندر بھی نفی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور جس طرح لیس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ما

اور لا بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **ای خبریۃ** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ھی ضمیر راجع ہے ما اور لا کی طرف اور وہ مذکر ہے اور ضمیر مونث کی ہے تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہ رہی۔

**جواب**: ھی ضمیر کا مرجع خبر ما اور لا نہیں ہے۔ بلکہ ھی ضمیر کا مرجع خبریۃ ہے جو کہ خبر سے مفہوم ہوتی ہے۔ یعنی ما اور لا کی خبر کا خبر ہونا اور ان کے اسم کا اسم ہونا یہ لغت حجازیۃ ہے۔

**قال الشارح** **وخص** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جس طرح ماولا کی خبر کا ان کی خبر ہونا یہ لغت حجازیۃ ہے۔ اسی طرح ما اور لا کے اسم کے ان کا اسم ہونا بھی لغت حجازیۃ ہے۔ تو پھر مصنفؒ نے خبریت کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا؟

**جواب**: مصنفؒ نے خبریت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ما اور لا کو عمل دینا اور ان کے اسم اور خبر کو ان کا اسم اور خبر بنانا یہ ظاہر ہوتا ہے خبر کے اعتبار سے۔ لہذا خبر کو ان کی خبر بنانا یہ اصل حجاز کی لغت ہے۔ لیکن بنوتمیم ان کو (ما اور لا) عمل نہیں دیتے۔ چونکہ وہ ان کو عمل نہیں دیتے تو وہ ما اور لا کی اسم کو ماولا کا اسم نہیں مانتے اور خبر کو ان کی خبر نہیں مانتے۔ بلکہ ان کے نزدیک وہ مبتدآء اور خبر ہیں جس طرح کہ وہ ما اور لا کے داخل ہونے سے پہلے مبتدآء اور خبر ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **ولغۃ** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ نے اہل حجاز کی لغت کو کیوں اختیار کیا ہے؟

**جواب**: چونکہ لغت اہل حجازیہ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے جیسے ما ھذا بشرا اور ما ھن امھاتھم ۔ اب ان کے اندر ما عمل کر رہا ہے کیوں کہ اگر ما عامل نہ ہوتا تو بشرًا وغیرہ مرفوع ہوتے حالانکہ وہ مرفوع نہیں ہیں بلکہ منصوب ہیں۔

**قال الماتن** **واذا ذیدت ان** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت یہ ہے کہ تین صورتوں میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

(۱) جب ما اور لا کے ساتھ ان زائدہ ہو جیسے ما ان زید قائم

(۲) جب نفی الا کی وجہ سے منتقض ہو جائے ما زید الا قائم

(۳) جب خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید

**قال الشارح** **قیل** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جس طرح ان، مـا کے عمل کو باطل کر دیتا ہے اسی طرح لا کے عمل کو باطل کر دیتا ہے تو پھر مصنفؒ نے ما کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا؟

**جواب**: مصنفؒ نے مـا کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ عربیوں کیا ستعال میں ان، لا کے ساتھ زائدہ استعمال نہیں ہوتا۔ باقی بصریینؒ کے نزدیک ان زائدہ ہوتا ہے اور کوفیوںؒ کے نزدیک ان یہ نافیہ موکدہ ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **اما اذا زیدت** ۔ سے صورت مذکورۃ میں ما و لا کے عمل کو بیان کرنا ہے کہ جب مـا و لا کے ساتھ ان زائدہ ہو تو اس وقت ان کا عمل اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ یہ عامل ضعیف ہیں کیوں کہ یہ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں پس جب ان کے اور ان کے معمول کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا تو یہ عمل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ عامل ضعیف معمول مفصول میں عمل نہیں کر سکتا۔ جب الا کے ذریعے نفی منتقض ہو جائے تو یہ اس لئے عمل نہیں کرتے کہ ان کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تو جب نفی منتقض ہو گئی تو ان کا عمل باطل ہو جائے گا اور جب اسم پر خبر مقدم ہو جائے تو اس وقت عمل اس لئے باطل ہوتا ہے اس میں ترتیب میں تغیر لازم آئے گا حالانکہ یہ عامل ضعیف ہے اور ترتیب ان کے عمل کے لئے شرط ہے لہذا ترتیب میں اختلاف کے باعث یہ عمل نہیں کر سکیں گے۔

**قال الماتن** **و اذا اعطف علیه بموجب** ۔ ضابطے کا بیان جس کا حاصل یہ ہے جب ما اور لا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے عطف کیا جائے جو کلام منفی میں ایجاب پیدا کر دیتا ہے یعنی حرف عطف بل اور لکن تو اس وقت معطوف کا حکم صرف رفع ہو گا نصب جائز نہیں ہو گی۔ اس

لئے کہ حرف موجد بھی نفی کے نقض میں الا کی طرح ہے۔ جیسے ما زید مقیما بل مسافر اور ما عمرو قائم لکن قاعد۔

قوله : اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔ جامی ۱۶۴

اَرْبَعَةُ اُوْجُهٍ

۱
نصبِ اوّل ورفع ثانی — اِنْ كَانَ عَمَلُهٗ خَيْرًا فَجَزَاءُهٗ خَيْرٌ وَاِنْ كَانَ عَمَلُهٗ شَرًّا فَجَزَاءُهٗ شَرٌّ
محذوفات — ۱ ۲ ۳ — ۱ ۲ ۳

۳
رفعهما — اِنْ كَانَ فِيْ عَمَلِهٖ خَيْرٌ فَجَزَاءُهٗ خَيْرٌ وَاِنْ كَانَ فِيْ عَمَلِهٖ شَرٌّ فَجَزَاءُهٗ شَرٌّ
محذوفات — ۱ ۲ ۳ ۴ — ۱ ۲ ۳ ۴

۴
رفع اوّل ونصب ثانی — اِنْ كَانَ فِيْ عَمَلِهٖ خَيْرٌ فَكَانَ جَزَاءُهٗ خَيْرًا وَاِنْ كَانَ فِيْ عَمَلِهٖ شَرٌّ فَكَانَ جَزَاءُهٗ شَرًّا
محذوفات — ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ — ۱ ۲ ۳ ۴ ۵

۲
نصبهما — اِنْ كَانَ عَمَلُهٗ خَيْرًا فَكَانَ جَزَاءُهٗ خَيْرًا وَاِنْ كَانَ عَمَلُهٗ شَرًّا فَكَانَ جَزَاءُهٗ شَرًّا
محذوفات — ۱ ۲ ۳ ۴ — ۱ ۲ ۳ ۴

اوّل اقوی ہے چہارم اضعف ہے دوم وسوم متوسط ہیں بوجہ قلت حذف وکثرت حذف

قوله : اما انت .... الخ جامی ص ۱۶۵

اصل لِاَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ

۱ بعد حذف لام قیاسًا اَنْ كُنْتَ ... الخ
۳ بعد بدل کردن ضمیر متصل بمنفصل اَنْ اَنْتَ .... الخ
۲ بعد حذف کان اختصارًا اَنْ تَ ... الخ
۴ بعد زیادہ کردن لفظ ما اَنْ مَا اَنْتَ .... الخ

بعد ادغام نون ومیم اَمَّا اَنْتَ ... الخ

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم

# بحث المجرورات

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

# ﴿بحث المجرورات﴾

مجرورات کی تحقیقات کومرفوعات پرقیاس کریں۔

**قال الماتن** هو ما اشتمل على علم المضاف اليه -

صاحب کافیہؒ مجرور کی تعریف کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجرور وہ اسم ہے جومضاف الیہ کی علامت پرمشتمل ہو۔

**قال الشارح** هو ما اشتمل اى اسم ۔مولانا جامی کی غرض ما کی تفسیر کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ما موصوفہ عبارت ہے اسم سے جس کا قرینہ بحث اسم ہے۔

**قال الشارح** لتخرج الحروف ۔سے تفسیر مذکور کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مـا کی تفسیر اسم کے ساتھ اس لئے کی تا کہ مجرور کی تعریف سے وہ حروف اواخر خارج ہو جائیں جو کہ اعراب کا محل ہوتے ہیں مثلاً مـررت بزيدٍ میں زید کی دال اس لئے کہ اصطلاح میں حروف اواخر پر مرفوعات منصوبات مجرورات کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ مرفوعات منصوبات مجروراتِ اسم کی اقسام ہیں نہ کہ حرف کی۔

**قال الشارح** اصطلاحاً ۔اصطلاح کی قید کا اضافہ اس لئے کیا کہ لغت میں حروف اواخر پر مرفوعات منصوبات مجرورات کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے کہ حقیقت میں یہی اعراب کا محل ہیں۔

**قال الشارح** اى علامة ۔مولانا جامی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں علم بھی علامت کے ہے پہاڑ یا جھنڈے کے نہیں ہے۔

**قال الشارح** من حيث هو ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مضاف الیہ کی یہ تعریف منقوض ہے اس زید کے ساتھ جو غلام زید کے اندر واقع ہے اس لئے کہ وہ مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہے حالانکہ یہ زید ضرب زيد میں مجرور نہیں ہے۔

**جواب** : تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی مجرور وہ اسم ہے جومضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے مجرور مضاف الیہ ہوا اور وہ زید جو ضـرب زيـد میں واقع ہے یہ اس

حیثیت سے نہیں کہ یہ مضاف الیہ ہے بلکہ یہ فاعل ہے۔

**قال الشارح** **یعنی الجر** ۔ سے مولانا جامی کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مجرور کی یہ تعریف منقوض ہے جاء نی غلام احمد میں احمد کے ساتھ اس لئے کہ یہ مضاف الیہ کی علامت کسرۃ پر مشتمل نہیں ہے حالانکہ وہ مجرور ہے۔

**جواب**: علامت مضاف الیہ جر ہے اور جر عام ہے کہ وہ کسرۃ کے ساتھ ہو یا فتحہ کے ساتھ ہو یا یاء کے ساتھ ہو اور کسرۃ فتحہ یاء عام ہے خواہ لفظی ہوں یا تقدیری ہوں اور جاء نی غلام احمد میں احمد یہ مضاف الیہ کی علامت جر پر مشتمل ہے اور جر فتحہ کے ساتھ ہے۔

**قال الشارح** **و انما قال** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض حیثیت کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حیثیت کی قید اس لئے لگائی کہ جر بذات مضاف الیہ کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ مضاف الیہ کی علامت ہے اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہو۔

**قال الشارح** **و المضاف الیه** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال**: مصنفؒ نے پہلے مجرور کی تعریف اس طرح کی ما اشتمل علی علم المضاف الیہ پھر مضاف الیہ کی تعریف اس طرح کی کل اسم نسب الیه شیئی بواسطة حرف الجر لفظاً او تقدیراً مراداً ۔ کہ مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے کہ جس کی طرف کوئی شیئی بواسطہ حرف جر کے منسوب ہو خواہ وہ حرف جر لفظا ہو یا تقدیراً یعنی مقدر مراد ہو تو مجرور کی تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ مجرور وہ اسم ہے جو ایسے اسم کی علامت پر مشتمل ہو جس کی طرف کوئی شیئی بواسطہ حرف جر کے منسوب کی گئی ہو خواہ وہ لفظا ہو یا تقدیراً مراد ہو۔ جب مجرور کی تعریف کا حاصل یہ ہوا تو اب یہ تعریف مجرور بالباء الزائدة مثلاً بحسبك درهم میں حسبك پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ اگر چہ اس کی طرف کوئی شیئی منسوب کی گئی ہے لیکن بواسطہ حرف جر کے منسوب نہیں کی گئی کیوں کہ یہ حرف جر زائدہ ہے اس طرح یہ تعریف مجرور بالاضافه اللفظیه میں مثلاً ضارب زید میں زید پر صادق نہیں آتی ہے اس لئے کہ اس کی طرف اگر چہ کوئی شیئی منسوب کی گئی ہے لیکن بواسطہ جر کے منسوب نہیں کی گئی

اس لئے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے اور اضافۃ لفظیہ میں حرف جر مقدر نہیں ہوتا۔

**جواب** جس کا حاصل یہ ہے کہ شیئ کی علامت کا شیئ کے مساوی ہونا ضروری نہیں ہوگا۔ بلکہ کبھی شیئ کی علامت شیئ سے عام بھی ہوتی ہے یہاں پر بھی جر جو کہ مضاف الیہ کی علامت ہے یہ مضاف الیہ سے عام ہے یہ مضاف الیہ میں بھی پائی جاتی ہے اور مضاف الیہ کے غیر میں مجرور یا الباء الزائدۃ اور مجرور با لاضافۃ اللفظیہ کے اندر بھی پائی جاتی ہے لہذا اب مجرور کی یہ تعریف مجرور بالباء الزائدہ اور مجرور با لا ضافت اللفظیہ پر صادق آ جائے گی۔

**قال الماتن** والمضاف الیہ کل اسم نسب الیہ ۔ یہ مضاف الیہ کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مضاف الیہ اس اسم کا نام ہے جس کی طرف کوئی شیئ بواسطہ حرف جر کے منسوب ہو خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو یا مقدر مراد ہو۔

**قال الشارح** وھو ھھنا ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال** قاعدہ ہے کہ جب ایک شئ کو ایک مرتبہ ذکر کرنے کے بعد دوبارہ ذکر کیا جائے تو اس کو ضمیر کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے نہ کہ اسم ظاہر کے ساتھ۔ اور مضاف الیہ کا ذکر اوپر گزر چکا ہے لہذا مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ مضاف الیہ کی جگہ یوں کہتے ھو کل اسم۔

**جواب**: یہ مضاف الیہ اس مضاف الیہ کا عین نہیں ہے کہ جس کا اوپر ذکر گذر چکا ہے بلکہ یہ اس سے خاص ہے اس لئے کہ اوّل عام ہے خواہ اس میں تقدیر حرف جر کی شرط ہو یا نہ ہو اور جو ثانی ہے اس میں مصنفؒ کے نزدیک تقدیر حرف جر کی شرط نہیں ہے اور قوم کے نزدیک شرط ہے تو چونکہ یہ اوّل کا عین نہیں ہے اسی وجہ سے مصنفؒ نے اس کو ضمیر سے تعبیر کیا۔

**قال الشارح** وذھب فی ذالك ۔ مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال**: مضاف الیہ کی تعریف مشہور بین الجمھور سے عدول کیوں کیا جو کہ کل اسم نسب الیہ شئی بواسطة حرف الجر تقديراً ہے۔

**جواب**: مصنفؒ نے سیبویہؒ کی اتباع کی لانہٗ بایع للحق ولا للرجال

حقيقة او حكماً : سے اسم کی تعمیم کا بیان ہے کہ خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو۔

ليشمل: سے اس تعمیم کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تعمیم اس لئے کی تا کہ مضاف الیہ کی یہ تعریف ان جملوں کو بھی شامل ہو جائے جو مضاف الیہ و ہتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقين صدقهم ۔اس میں ینفع الصادقین یہ جملہ ہے اور یہ اگر چہ اسم حقیقی نہیں ہے لیکن اسم حکمی ہے اس لئے مصدر کے حکم میں ہے۔

قال الشارح اسماً كان ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : مصنفؒ نے نسب اليه شيئى کہا اسم کیوں نہیں کہا۔

جواب: صاحب کافیہؒ نسب اليه شيئى اس لئے کہا کہ وہ شیئ اسم کے ساتھ خاص نہی ہے بلکہ تعمیم ہے خواہ اسم ہو جیسے غلام زید میں غلام یا فعل ہو جیسے مررت بزيد میں مررت۔

قال الشارح اى ملفوظاً ۔سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لفظا او تقدیراً یہ اسم مفعول کے معنٰی میں ہیں اور یہ خبر ہیں کان مقدر کی باقی انکو اسم مفعول کے معنی میں اس لئے کیا تا کہ حمل صحیح ہو جائے۔

قال الشارح حال كون ۔سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مراداً یہ حال ہے تقدیراً سے جو کہ کان مقدر کی خبر ہے۔اور وہ خبر مفعول یہ کے حکم میں ہے تو یہ مفعول بہ حکمی سے حال ہوا۔

قال الشارح من حيث ما بعد ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تقدیر نام ہے اسقاط عن اللفظ و ابقاء فى النسبت کا اور بعینہٖ یہی معنی مراداً کے ہیں تو پھر تقدیراً کے بعد مراداً کا ذکر کیوں کیا یہ تو مستدرک ہے۔

جواب: یہاں مراداً سے مراد من حیث العمل ہے لہذا اب تقدیراً کے بعد مراداً کا ذکر مستدرک نہ ہوا۔

قال الشارح با بقاء اثره ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مضاف الیہ کی یہ تعریف منقوض ہے اس یوم الجمعہ کے ساتھ جو صمت یوم الجمعہ کے اندر واقع ہے۔ اس لئے کہ اس کی طرف قیام کی نسبت بواسطہ حرف جر فی کی ہو رہی ہے جو کہ مقدر ہے مراد لیکن من حیث العمل مراد ہے کیونکہ یوم ظرف ہے حالانکہ یہ مضاف الیہ نہیں ہے۔

**جواب**: حرف جر کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہو جیسے غلام زید اس میں غلام کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف جر یعنی لام کے ہے جو کہ مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے۔ اس لئے کہ حرف جر کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے کیونکہ یہ مجرور ہے اور خاتم فضۃ میں خاتم کی نسبت فضۃ کی طرف بواسطہ حرف جر یعنی من کے ہے جو کہ مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے اس لئے کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے اور اسی طرح ضرب الیوم اس میں ضرب کی نسبت یوم کی طرف بواسطہ حرف جر یعنی فی ہے جو کہ مقدر ہے اور وہ مراد ہے اس لئے کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے بخلاف صمت یوم الجمعہ کے کہ اس میں اگر چہ قیام کی نسبت یوم الجمعہ کی طرف ہو رہی ہے لیکن وہ مراد نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ مراد ہوتا تو مجرور ہوتا۔

**قال الماتن** **فا لتقدیر شرط ان یکون المضاف اسماً** ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو کہ اضافت کی وجہ سے تنوین اور ما یقوم مقام التنوین یعنی نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی کر لیا گیا ہو۔

**ای تقدیر الحرف**: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تقدیر پر جو لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ حرف ہے اصل میں عبارت یوں تھی تقدیر الحرف۔

**قال الشارح** **اذ لو کان فعلاً** ۔ سے اسماً کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اسماً کی قید احترازی ہے اس لئے کہ اگر مضاف اسم نہ ہو بلکہ فعل ہو تو پھر حرف جر کا تلفظ ضروری ہے جیسے مررت بزید۔

**قال الشارح** **ای منسلخاً** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مجرد اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ جس کا تنوینہ نائب فاعل ہے۔ حالانکہ مجرد کی نسبت تنوین کی طرف صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مجرد تجرید سے ہے اور تجرید اسم کی صفت ہے نہ کہ تنوین کی؟

**جواب**: یہاں تجرید حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ مراد مجازی معنی ہے جو انسلاخ یعنی زائل ہونا ہے اور زائل ہونا تنوین کی نسبت ہے۔

**قال الشارح** **اوما قام مقام** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جس طرح مضاف کو تنوین سے خالی کرنا ضروری ہے اسی طرح مایقوم مقام التنوین یعنی نون تثنیہ نون جمع سے خالی کرنا بھی ضروری ہے تو پھر صاحب کافیہ نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

**جواب**: یہاں معطوف محذوف ہے اصل میں عبارت اس طرح تھی مجرّدا عنهٗ تنوینهٗ وما قام مقامهٗ اور تنوین کا قائم مقام نون تثنیہ اور نون جمع ہے۔

**قال الشارح** **لا جلها ای لاجل الاضافت** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ھا ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ ضمیر کا مرجع اضافت ہے۔

**قال الشارح** **لان التنوین** ۔شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت بتقدیر حرف الجر کے لئے مضاف کے تنوین اور ما یقوم مقام التنوین سے خالی ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ تنوین اور ما یقوم مقام التنوین یہ اس کلمے کے تام ہونے کی دلیل ہوتے ہیں جس کلمہ میں یہ ہوں۔ پس وہ کلمہ اپنے مابعد سے منقطع ہوگا اور اضافت تقاضہ کرتی ہے اتصال کا اور اتصال وانفصال میں منافات ہیں اس لئے کہ یہ شرط لگائی کہ مضاف کو تنوین اور قائم مقام سے خالی کرلیا گیا ہو۔

**قال الشارح** **فلما ارادوا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب مضاف تنوین اور ما یقوم التنوین سے تام ہوجاتا ہے تو پھر مضاف کو تنوین اور ما یقوم مقام التنوین سے خالی کرنے اور شیٔ آخر کے ساتھ اس کو تام کرنے کا کیا فائدہ؟

**جواب**: اضافت کا فائدہ مضاف کو تام کرنا نہیں بلکہ اضافت کا فائدہ مضاف کی تعریف یا تخصیص یا تخفیف ہے۔

**قال الشارح** **ثم المتبادر من هذا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال**: مضاف الیہ کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف مضاف الیہ باضافت لفظیہ پر صادق نہیں آتی کیوں کہ اس کے اندر حرف جر نہیں ہوتا نہ ملفوظ اور نہ مقدّر؟

**جواب**: اضافت لفظیہ میں حرف جر کا نہ پایا جانا یہ بالنظر الیٰ اصطلاح القوم ہے لیکن مصنفؒ کے نزدیک مضاف الیہ باضافت لفظیہ میں جر مقدر ہوتا ہے جیسا کہ مصنفؒ نے اضافت لفظی اور معنوی کا مقسم اضافت بتقدیر حرف کو بنایا اور مقسم کا اقسام میں اعتبار ہوتا ہے اور متن کے لئے جو مصنفؒ کی شرح ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اضافت لفظیہ اور معنویہ دونوں میں حرف جر مقدر ہوتا ہے لیکن مصنفؒ نے اضافت لفظیہ میں تقدیر حرف جر کو بیان نہیں کیا جیسا کہ اضافت معنویہ کے اندر بیان کیا ہے نہ متن کے اندر اور نہ ہی اس متن کی شرح کے اندر اور نہ ہی دوری تصنیفات کے اندر۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصنفؒ سے اس کے متعلق کوئی شیئ منقول نہیں ہے۔

**قال الشارح** **قد تكلّفَ بعضهم** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب مصنفؒ نے حرف جر کو بیان نہیں کیا تو وہ مجہول ہوا کیونکہ معلوم نہیں ہے کہ لام مقدر ہوگا یا فی مقدر ہوگا یا من مقدر ہوگا۔

**جواب**: بعض نحویوں نے کہا ہے کہ جب صیغہ صفت کا مفعول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید تو اس وقت لام مقدر ہوگا۔

**قال الشارح** **تقوية للعمل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے:

**سوال**: اسم فاعل تو بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے لہذا لام کو مقدر ماننے کی حاجت نہیں ہے۔

**جواب**: لام کی تقدیر تقویت عمل کے لئے ہوگی تعدیہ کے لئے نہیں ہوگی۔

**فی اضافتها** : جب صیغہ صفت کا فاعل کی طرف مضاف ہو جیسے الحسن الوجه تو من بیانیه

مقدر ہوگا من بیانیہ کی مقدر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً جاء نی زید الحسن الوجہ میں الوجہ بمنزل تمیز کے ہے اور تمیز کے اندر من بیانیہ مقدر ہوتا ہے باقی زید کی طرف حسن کے اسناد میں ابہام تھا کہ الوجہ تمیز اس لئے ہے کہ کون سی چیز اچھی ہے چہرہ اچھا ہے یا کوئی اور چیز جب الوجہ کوذکر کیا تو یہ ابہام رفع ہوگیا گویا کہ اس نے کہا من حیث الوجہ یعنی زید اچھا از روئے چیز کے۔

**قال الشارح** فان قلت ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال نقل کر کے قلنا سے جواب دینا ہے۔

**سوال** : الحسن الوجہ میں اضافت لفظیہ تخصیص کا فائدہ دے رہی ہے اس لئے کہ الحسن الوجہ میں الحسن مبہم تھا معلوم نہ تھا کہ کون سی چیز حسین ہے جب الوجہ کو ذکر کیا تو اس میں تخصیص آ گئی یعنی الحسن الوجہ لا غیرہ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

**جواب** : ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ الحسن الوجۂ میں اضافت کی وجہ سے تخصیص حاصل ہورہی ہے اس لئے کہ اس میں جو کچھ تخصیص ہے وہ اضافت سے پہلے حاصل ہوئی ہے کیونکہ الحسن الوجہ اضافت سے پہلے الحسن وجھہ تھا جس میں تخصیص پائی جاتی ہے پھر جب اس کی اضافت کی تو اضافت کی وجہ سے حذف ضمیر کے ذریعے تخفیف حاصل ہوئی ہے لہذا ہمارا قاعدہ برقرار رہا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

**قال الماتن** وھی معنویة و لفظیة ۔ سے اضافت بتقدیر جر کی تقسیم کا بیان ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معنویہ (۲) لفظیۃ ۔ اضافت معنویہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا یہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

وھی ای الاضافة : سے ھی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع مطلق اضافت نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع اضافت بتقدیر حرف جر ہے۔

ای منسوبة : سے اضافت معنویہ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ

اضافت معنویہ کو اضافت معنویہ اس لئے کہ کہتے ہیں کہ یہ معنی کی طرف منسوب ہوتی ہے کیونکہ یہ مضاف میں تعریف یا تخصیص کے معنی کا فائدہ دیتی ہے۔

ای منسوب الی اللفظیه : سے اضافت لفظیہ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ اس کو اضافت لفظیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فقط لفظ کی طرف منسوب ہوتی ہے معنی کی طرف منسوب نہیں ہوتی کیونکہ اس کا فائدہ لفظ سے معنی کی طرف سرایت نہیں کرتا۔

**قال الشارح** علامتها ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** : مصنفؒ کا قول المعنویه مبتداء ہے اور ان تکون یہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اس کی خبر ہے حالانکہ خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ معنویہ نسبت کا نام ہے اور کون المضاف نسبت نہیں ہے۔

**جواب** : کون المضاف یہ المعنویه کی خبر نہیں ہے بلکہ یہ خبر ہے مبتداء کی جو کہ علامتها ہے مبتداء اور خبر ملکر جملہ ہو کر یہ خبر ہے المعنویۃ کی۔

**قال الشارح** فیها ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال** : خبر جب جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔حالانکہ اس میں عائد نہیں۔

**جواب** : عائدہ محذوف ہے جو کہ فیھا ہے۔

**قال الشارح** کاسم الفاعل ۔سے صفت کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔کہ صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ ہے۔

فاعلها اومفعولها: سے معمول کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔کہ معمول سے مراد فاعل اور مفعول ہے۔

قبل الاضافت : اس لئے کہا کہ اضافت کے بعد تو مضاف اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے کیونکہ مضاف مضاف الیہ کے لئے عامل ہوتا ہے۔

**قال الشارح** سواء ۔سے غیر صفت میں تعیم کا بیان ہے جس کا حاصل غیر صفت ہونا عام

ہے یا تو سرے سے صیغہ صفت کا نہ ہو جیسے غلام زید یا مضاف صیغہ صفت کا تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے مصارع مصر اس میں مصارع اگر چہ صیغہ صفت کا تو ہے کیونکہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اسلئے کہ مصر نہ فاعل ہے اور نہ مفعول ہے بلکہ مفعول فیہ ہے اور کریم البلد میں اگر چہ صیغہ صفت کا تو ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ البلد نہ فاعل ہے نہ مفعول ہے بلکہ مفعول فیہ ہے۔

**قال الشارح** **واحترز به عن** ۔سے غیر صفت کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے جس سے ضارب زید اور الحسن الوجہ کی مثل کو خارج کرنا ہے۔ کیونکہ ان دونوں ترکیبوں کے اندر مضاف صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ ضارب زید میں زید یہ اضافت سے پہلے ضارب کا مفعول ہے اور حسن الوجہ یہ اضافت سے پہلے حسن کا فاعل ہے۔

**قال الشارح** **وھیَ** ۔

**ای الاضافت** : مولانا جامیؒ کی غرض ھی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

**بحکم الااستقراء** : کہ کر مولانا جامیؒ کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اضافت معنویہ کا اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونا ہے یہ حصر استقرائی ہے حصر عقلی نہیں ہے۔

**ای فی المضاف الیہ** : ما کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ فیما میں ما کا مصداق مضاف الیہ ہے۔

**قال الشارح** **ای لا یکون صادقاً** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : غلام زید میں اضافت بمعنی لام ہے حالانکہ اس میں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہے اس لئے کہ غلام اور زید یہ دونوں حیوان ناطق ہیں۔

**جواب** : مضاف الیہ مضاف کی جنس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق

ہواور غیر مضاف پر بھی صادق ہواور مضاف الیہ مضاف کی جنس سے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف اور غیر مضاف پر صادق نہ ہواور غلام زید میں زید یہ مضاف اور غیر مضاف پر صادق نہیں ہے۔اس لئے یہ اضافت بمعنٰی لام ہے۔

نحو غلام زید : سے مثال مطابقی کا بیان ہے کہ غلام زید اس میں اضافت بمعنی لام کے ہے اس لئے کہ زید غلام کی جنس سے نہیں ہے کہ اس پر صادق ہواور نہ اس کے لئے ظرف ہے۔

**قال الشارح** البیانیۃ ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : من یہ معطوف ہے اللام پر اور اللام وہ معنی کا مضاف الیہ ہے لہذا من بھی مضاف الیہ ہوگا۔حالانکہ اس کا مضاف الیہ بننا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے اور من اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے۔

**جواب**: من علم ہے اس من کا جو ترکیب کے اندر ہوتا ہے لہذا یہ اسم ہوا۔

**قال الشارح** الصادق علیہ ۔یہ صفت کاشفہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق ہواور غیر مضاف پر بھی صادق ہو۔

**قال الشارح** بشرط ان یکون ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : اضافت بمعنی من بیانیہ کی تعریف احد الیوم پر صادق آتی ہے اس لئے کہ الیوم احد پر بھی صادق آتی ہے اور غیر احد پر بھی صادق آتی ہے لہذا اس میں اضافت بیانیہ ہونی چاہیۓ حالانکہ اس میں اضافت بیانیہ نہیں ہے۔

**جواب**: اضافت بیانیہ کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق ہواور غیر مضاف پر بھی صادق ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مضاف مضاف الیہ اور غیرہ پر صادق ہواور احد الیوم میں یوم اگرچہ احد اور غیر احد بھی صادق ہے لیکن

احد یہ یوم پر صادق ہے لیکن غیر پر صادق نہیں ہے خلاصہ یہ نکلا کہ مضاف اور مضاف الیہ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو۔ بمعنی فی ظرفیہ۔

ای ظرف المضاف : سے ہ ضمیر کے مرجع کی متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع مضاف ہے۔

**قال الشارح** **والحاصل** ۔متن کے اندر اختصار تھا۔الحاصل سے مولانا جامیؒ کی مراد از خود اضافت کی بحث میں حاصل کو بیان کرتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مضاف الیہ یا تو مضاف کے مباین ہوگا یا مساوی ہوگا یا مضاف الیہ مضاف سے اعم مطلق ہوگا یا اخص مطلق ہوگا یا اخص من وجہ ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کے مباین ہو تو پھر دو صورتیں ہیں یا تو مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا نہیں ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو تو اضافت بمعنی فی ہوگی اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف نہ ہو تو اضافت بمعنی لام ہوگی۔اور اگر مضاف الیہ مضاف کے مساوی ہو جیسے لیث اسد اور مضاف الیہ مضاف سے اعم مطلق ہو جیسے احد الیوم تو ان دونوں تقدیروں پر اضافت ممتنع ہے اور اگر مضاف الیہ مضاف سے اخص مطلق ہوگا جیسے یوم الاحد اور علم الفقه اور شجر العراك تو اس میں اضافت بمعنی لام ہوگی اور اگر مضاف الیہ مضاف سے اخص من وجہ ہو تو پھر دو صورتیں ہیں یا مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا اصل اور مادہ نہیں ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ ہو تو اضافت بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضة اس لئے کہ فضۃ یہ خاتم کی اصل اور مادہ ہے اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ نہ ہو تو اضافت بمعنی لام ہوگی جیسے فضة خاتمك خیر من فضة خاتمی ہے۔

**قال الشارح** **واعلم انه** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو ختم کرنا ہے۔

**وہم** : وہ وہم یہ ہوتا ہے کہ اضافت بمعنی لام کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو اور جہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہ ہو وہاں اضافت بمعنی لام نہیں ہوتی تو جب اضافت بمعنی لام کے صحت کے لئے ضروری ہے کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو تو کل رجل اور کل واحد میں اضافت

بمعنی لام نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ یہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں حالانکہ کہا جاتا ہے کل رجل اور کل واحدٍ میں اضافت بمعنی لام ہے۔

**جواب** : اضافت بمعنی لام کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ لام کی تصریح صحیح ہو بلکہ اضافت بمعنی لام کی صحت کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ فائدہ اختصاص جو کہ لام کو مدلول ہے وہ حاصل ہو جائے اور کل رجل اور کل واحدٍ میں یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔

**قال الشارح** **فقولك يوم الاحد** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض اسی بات پر چند شہود پیش کرنا ہے کہ اضافت بمعنی لام کے لئے ضروری نہیں ہے کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو جیسے یوم الاحد اور علم الفقه اور شجر العراك ان میں اضافت بمعنی الام کے ہے حالانکہ ان میں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے۔اسی اصل مذکور کی وجہ سے مصنفؒ نے بمعنى اللام کہا بتقديرا اللام نہیں کہا کیونکہ اگر بتقدیر اللام کہتے تو پھر یہ اعتراض وارد ہوتا۔وبهذا الاصل يرفع الاشكال اس قاعدہ مذکورہ کے ساتھ بہت سے اعتراضات رفع ہو گئے جو کہ اضافت لامیہ کے بہت سے موارد پر وارد ہو رہے تھے۔مثلاً علم الفقہ اور کل واحد وغیرہ اب ان میں ان تکلفات کی طرف احتیاج نہیں ہوتی جس کا بعض شارحین نے ارتکاب کیا ہے مثلاً بعض شارحین نے کہا ہے کہ ان مثلاوں کے اندر لام کو ظاہر کرنا صحیح ہے مثلاً کل رجل میں کل فرد لرجل یعنی کل فرد ثابت لرجل کہا جائے۔اب اس میں تکلفات بعیدہ کی طرف احتیاج نہ ہوگی۔

**قال الشارح** **وهو قليل** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت بمعنی فی استعمال میں قلیل ہے۔

**قال الشارح** **اى كون الاضافت** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال** : هو ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ ضمیر کا مرجع اضافت ہے جو کہ مؤنث نہیں ہے اور ضمیر مذکرؔ کی ہے۔

**جواب**: ھو ضمیر کا مرجع اضافت نہیں ہے بلکہ ضمیر کا مرجع کون الا جافت ہے اور کون مذکر ہے۔

لہذا اب راجع اور مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

**قال الشارح** **فی استعمالاتهم** ۔ سے قلیل کے صلے کو بیان کرنا ہے۔ وردواھا سے مولانا جامیؒ کی غرض اضافت بمعنی فی کے قلیل ہونے کی علامت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر نحویوں نے اضافت بمعنی فی کو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کردیا ہے اس لئے کہ کہ اضافت بمعنی لام کا مفاد جوکہ اختصاص ہے وہ اضافت بمعنی فیہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ضرب الیوم کا معنی ہے ضرب لهٗ اختصاص بالیوم اس لئے کہ ضرب یوم کے اندر واقع ہوئی ہے۔

**قوله** **فان قلت** ۔

سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جس طرح اضافت بمعنی فی اندر اضافت لامیہ کا مفاد جوکہ اختصاص ہے پایا جاتا ہے اسی طرح اضافت بمعنی من کے اندر بھی اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے اس لئے کہ اضافت بمعنی من کے اندر مضاف مبین ہے اور مضاف الیہ مبیَّن ہے اور مبیِّن اور مبیَّن کے اندر اختصاص ہوتا ہے جب اضافت بمعنی من کے اندر بھی اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو بھی اضافت بمعنی لام کی طرف رد کردیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ اضافت بمعنی فی کو رد کردیا گیا ہے۔

**جواب** : یہ بات تو ٹھیک ہے کہ اضافت بمعنی من کے اندر اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے لیکن چونکہ اضافت بمعنی فی قلیل تھی اسی وجہ سے تقلیل اقسام کی خاطر اس کو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کردیا بخلاف اضافت من کے کہ یہ کثیر تھی لہذا اس کے شایان شان یہی ہے کہ مستقل قسم بنایا جائے۔

**قال الشارح** **مثال للاضافت** ۔ سے مثل لہٗ کا تعین کرنا ہے کہ غلام زید اضافت بمعنی لام کی مثال ہے جس کا اصل غلام لزید تھا اور خاتم فضة یہ اضافت بمعنی من کی مثال ہے اصل

میں تھا خاتم من فضۃٍ اور ضرب الیوم یہ اضافت بمعنی فی کی مثال ہے اصل میں تھا ضرب واقع فی الیوم۔

**قال الماتن** **و تفید تعریفاً مع** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں۔ (۱) مضاف کی تعریف (۲) مضاف کی تخصیص اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے اس وقت جس وقت مضاف الیہ معرفہ ہو اور اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے کہ جس وقت مضاف الیہ نکرہ ہو۔

**ای الاضافت :** سے تفید کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

**ای تعریف المضاف :** سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تعریفاً پر جو تنوین ہے یہ تنوین عوض کی ہے۔

**المضاف الیہ :** المضاف الیہ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ المعرفہ صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے جو کہ المضاف الیہ ہے۔

**قال الشارح** **لان الهیاہ** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض مضاف الیہ کے معرفۃ ہونے کی صورت میں اضافت معنویہ کے مضاف کی تعریف کا فائدہ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے اضافت معنویہ کی ھیئت ترکیبیہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے اور مضاف کی معلومیت پر دلالت تب ہو سکتی ہے جب مضاف معرفۃ ہو۔

**قال الشارح** **لان ان نسبۃ** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض فاضل ھندی پر رد کرنا ہے کہ فاضل ھندی نے اضافت معنویہ کے مضاف کی تعریف کا فائدہ دینے کی علت وہ اسناد امر الی معین ہے اس لئے کہ کہ اسناد امر الی معیّن منسوب کی معلومیت کو مستلزم ہے۔رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسناد امر الی معیّن یہ منسوب کی معلومیت کو مستلزم نہیں ہے اس لئے کہ بسا اوقات اسناد امر الی معیّن ہوتا ہے لیکن منسوب معرفہ نہیں ہوتا جیسے غلام لزیدٍ اس میں اسناد امر الی معیّن ہے

لیکن مضاف معرفہ نہیں ہے بلکہ نکرہ ہے۔

**قال الشارح** فان قلت ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کونقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کرنا ہے۔

**سوال**: کا حاصل یہ ہے کہ جب واحد معیّن کی طرف اشارہ کیے بغیر جاء نی غلام احمد کہا جائے تو اس سے تعریف حاصل نہیں ہوئی حالانکہ اضافت معنویہ کی حیت ترکیبیہ محقق ہے لہذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اضافت معنویہ کی حیت ترکیبیہ یہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے۔

**جواب**: ہماری بحث وضع میں ہے نہ کہ استعمال میں اور مثال مذکور کے اندر غلام کا نکرہ رہ جانا یہ عارض استعمال کی وجہ سے ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ لام تعریف کے لئے موضوع ہے۔لیکن کبھی تعریف کے لئے نہیں ہوتا۔بایں طور بلا اشارہ الی معین ہو جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے اندر ہے و لقد امر علی اللئیم یسبنی ۔اس میں یسبنی یہ صفت ہے اللئیم حالانکہ یسبنی جملہ ہے اور جملہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے۔معرفہ کی نہیں۔

**قال الشارح** ولیس یجری هذا ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کا یہ کہنا کہ اضافت معنویہ کی مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے یہ منقوض ہے لفظ مثل اور غیر کے ساتھ جو مثل زید اور غیر زید میں واقع ہیں اس لئے کہ یہ معرفہ نہیں ہیں حالانکہ ان میں اضافت معنویہ ہے اور مضاف الیہ معرفہ بھی ہے۔

**جواب**: حکم مذکور لفظ مثل اور غیر ان میں جاری نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کی اضافت تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اگر چہ مضاف الیہ معرفہ ہو کیونکہ یہ متوغل فی الابہام ہیں ہاں البتہ جب ان کا مضاف الیہ ایسا اسم ہو کہ جس کی فقط ایک ضد ہو جو مضاف الیہ کی غیریت کے ساتھ معلوم ہو جائے۔تو ایسی صورت میں لفظ مثل اور غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن جائیں گے جیسے علیك بالحرکت غیر السکون اس میں لفظ غیر کا مضاف الیہ یعنی سکون اس کی فقط ایک ضد ہے یعنی

حرکت اس لئے لفظ غیر معرفہ بن گیا۔

**قال الشارح** و کذالك اذا کان ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح جب لفظ غیر اور مثل کا مضاف الیہ ایسا اسم ہو جس کی فقط ایک ضد ہو تو ایسی صورت میں اضافت معونیہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح جب مضاف الیہ کے لئے ایسی مثل ہو جو اشیاء میں کسی شیئ کے اندر مضاف الیہ کی مماثلت اور مشابھت میں مشہور ہو جیسے علم اور شجاعت تو ایسی صورت میں اضافت معونیہ تعریف کا فائدہ دے گی۔ مثلاً امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف انکی مماثلت صفت علم کے اندر مشہور ہے اور حضرف علیؓ اور حضرف خالد بن ولید ان کی مماثلت صفت شجاعت میں مشہور ہے اگر امام ابوحنیفہؒ کو کہا جائے جاء مثلك اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو امام صاحب کے ساتھ صفت علم کے اندر مماثل اور مشابہ ہے تو یہ معرفہ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب حضرت علیؓ کو کہا جائے جاء مثلك اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو حضرف علیؓ کے ساتھ صفت شجاعت میں مماثل ہو تو یہ معرفہ بن جائے گا۔

**قال الماتن** و تخصیصاً ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

تفید الاضافة المعنویة : سے شارح کی غرض عطف کی تعیین کرنا ہے کہ تخصیصاً یہ معطوف ہے تعریفاً پر۔

ای تخصیص المضاف : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تخصیصاً پر جو تنوین ہے یہ تنوین عوض کی ہے۔

المضاف الیه : النکرة المضاف الیه سے ترکیب کا بیان ہے النکرة صفت ہے موصوف محذوف ہے جو کہ المضاف الیہ ہے۔

**قال الشارح** فان التخصیص ۔ سے مثال کے ممثل لہٗ پر منطبق ہونے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تخصیص نام ہے تقلیل الشر کاء کا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظ غلام کی

رجل کی طرف اضافت سے پہلے عام تھا یعنی مرد اور عورت دونوں کے غلام کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی رجل کی طرف تو اس کے اندر تخصیص آ گئی اور عورت کا غلام خارج ہو گیا اور شرکاء کم ہو گئے۔

**قال الماتن** **و شرطها تجريد** ۔اضافت معنویہ کے لئے شرط کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف کو تعریف سے خالی کر لیا گیا ہو۔

**ای شرط الا ضافت المعنويه :** سے شرطها کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

**قال الشارح** **اذا كان معرفة** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : تجريد من المضاف التعريف تقاضہ کرتی ہے سبق وجود تعریف کا تو پس وہ مواضع کہ جن کے اندر مضاف نکرہ ہے ان کے اندر یہ شرط نہیں پائی جائیگی جیسے غلام زيدٍ ۔جب ان کے اندر یہ شرط نہیں پائی جائے گی تو اضافت معنویہ بھی متحقق نہیں ہوگی۔کیونکہ قاعدہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط حالانکہ ان میں اضافت معنویہ محقق ہے۔

**جواب** : یہ شرط مطلق نہیں بلکہ یہ شرط اسوقت ہے کہ جب مضاف معرفہ ہو اگر مضاف نکرہ ہو تو تجرید کی حاجت نہیں بلکہ تجرید ممکن ہی نہیں۔

وان كان علماً: سے تجرید المضاف من التعریف کی کیفیت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مضاف معرفت باللام ہو تو لام کو حذف کر دیا جائے گا اور اگر مضاف علم ہو تو اس کو نکرہ بنا دیا جائے گا۔باقی علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں (۱) اس نام کی حمایت میں سے ایک فرد غیر معین مراد لے لیا جائے جیسے زيد ناخير من زيد کم (۲) علم سے وصف مشہور مراد لے لی جائے کہ جس کے ساتھ صاحب علم مشہور ہو جیسے لكل فرعون موسیٰ۔

**قال الشارح** **او المراد بالتجريد** ۔سے سوال مذکور کا دوسرا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تجرید سے مراد مجازاً تجرّد اور خلو ہے اضافت کے وقت خواہ وہ مضاف تجرید کے

بغیر فی نفسہ نکرہ ہو یا معرفہ ہو لیکن اس کو تعریف سے خالی کر دیا گیا ہو۔

**و انما یجب** : سے مولانا جامیؒ کی غرض شرط مذکور کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تجرید المضاف من التعریف کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر مضاف معرفہ ہو تو مضاف الیہ کو دو صورتیں ہیں یا مضاف الیہ نکرہ ہوگا یا معرفہ ہوگا اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو ادنیٰ کی طلب لازم آئے گی باوجود حصول اعلیٰ کے اس لئے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ تخصیص اولیٰ ہے تعریف سے اور تعریف پہلے سے حاصل ہے اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی لہذا اضافت ضائع ہو جائے گا جس کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔

**قال الشارح** **فان قیل** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قیل سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : کہ معرفہ کی اضافت اور معرفہ کو علم بنا دینے سے کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ جس طرح معرفہ کی اضافت سے یہ تعریف المعرلازم آتی ہے اسی طرح معرفہ کو علم بنا دینے سے بھی تعریف المعرّ ف لازم آتی ہے پھر اس کی کیا وجہ کہ معرفہ کی اضافت کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے اور معرفہ کے علم بنا دینے کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔جیسے النجم اور الثریا اور الصعق ان کے اندر دخول لام کی وجہ سے تعریف آ گئی ہے پھر انکو ستاروں کا علم بنا دیا اور جیسے ابن عباس اس میں اضافت الی العباس کی وجہ سے تعریف آ گئی تھی پھر اس کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علم بنا دیا۔

**جواب** : یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان مثالوں کے اندر تعریف المعرّ ف پائی جاتی ہے۔ بلکہ ان میں پہلی تعریف کا زوال ہو چکا ہے کیونکہ علم کے لئے وضع ثانی ہے اور وہ تعریف ہے جو پہلی تین مثالوں کے اندر دخول لام کی وجہ سے تھی اور چوتھی مثال کے اندر اضافت کی وجہ سے تھی۔اور اعلام بننے سے تعریف بالعلمیت کا حصول ہے جن کی معلومیت باللام معلومیت بالاضافت کی طرف اشارہ باقی نہ رہا لہذا ان میں تعریف المعرّ ف لازم نہیں آتی بلکہ تبدیل تعریف بتعریف

آخر لازم آتی ہےاور یہ بات ظاہر ہے کہ ہے تبدیلی اور چیز ہےاور تحصیل حاصل اور چیز ہے۔

**قال الماتن** **وما اجازه الکوفون** ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تجرید المضاف من التعریف کی یہ شرط غیر مسلم ہےاس لئے کہ نحاۃ کوفہ نے ان اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں ان میں تعریف بللام کو جائز رکھا ہے جیسے الثلاثہ الاثواب اور الخمسۃ الدراھم اور المائۃ الدراھم۔

**جواب**: نحاۃ کوفہ کا نون اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں ان میں تعریف کا باللام کو جائز رکھنا ضعیف ہے۔

**قال الشارح** **الترکیب** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: من کا دخول الثلاثۃ الاثواب پر صحیح نہیں ہےاس لئے کہ من حرف جر ہےاور اسم پر داخل ہوتا ہےاور الثلاثۃ الاثواب اسم نہیں بلکہ مرکب ہے۔

**جواب**: ترکیب کا اضافہ کر کےاس کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں الثلاثہ الاثواب یہ ترکیب کی تاویل میں ہےاور ترکیب اسم ہے۔

**قال الشارح** **المعرّف باللام** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض مراد کی تعیین کرنا ہے کہ شبیہ سے مراد وہ اسم ہے جو معرف باللام ہوااور وہ اپنے معدود کی طرف مضاف ہو جیسے الثلاثۃ الاثواب اور الخمسۃ الدراھم اور المائۃ الدینار۔

**ضعیف قیاسا:** سے ضعف کی کیفیت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے قیاس کے لحاظ سے بھی اور استعمال کے لحاظ سے بھی۔قیاس کے لحاظ سے اس لئے ضعیف ہے کہ اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔اور استعمال کے لحاظ سے اس لئے کہ فصحاء سے ترک لام ثابت ہے۔چنانچہ ذو الرمۃ نے کہا کہ ثلث الاثافی و الدیار البلاقع اس کے اندر ثلث اپنے معدود کی طرف مضاف ہےاور لام کے بغیر مستعمل ہے۔

**قال الشارح** و اما ما جاء فی الحدیث ۔سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تجرید المضاف من التعریف کی شرط کو ثابت کرنے کے لئے مذکورۃ مثالوں کو تو آپ نے ضعیف اور غیر فصیح قرار دیا لیکن آپ علیہ السلام کے ارشاد اغتسلوا یوم الجمعۃ و لو اشتریتم نصف الصاع با لالف الدنیار میں کیا کہو گے۔اس لئے اس کے اندر الف اپنے معدود کی طرف مضاف ہے تجرید لام کے بغیر کیا یہ بھی ضعیف اور غیر فصیح ہے۔

**جواب**: حضور علیہ السلام کا ارشاد مذکور بدل پر محمول ہے نہ کہ اضافت پر یعنی الانیار یہ الالف سے بدل ہے نہ کہ مضاف الیہ سے۔

**قال الماتن** و الاضافۃ اللفظیہ ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید اور حسن الوجہ ۔

و الاضافۃ اللفظیۃ: ترکیب کا بیان ہے کہ اللفظیہ صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے جو الاضافت ہے۔

**قال الشارح** علامتھا ۔یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔جس کی تقریر گذر چکی ہے۔

ان یکون المضاف: سے اس بات کو بیان کرنا ہے کہ یکون کی ضمیر کا مرجع المضاف ہے۔

**قال الشارح** احتراز عما ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض صفت کے قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے وہ مضاف خارج ہو جاتا ہے جو صیغہ صفت کا نہ ہو بلکہ اسم محض ہو جیسے غلام زید میں غلام۔

احتراز: سے مولانا جامیؒ کی غرض مضافۃ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس صیغہ صفت سے جو اپنے غیر معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ اپنے معمول غیر کی طرف مضاف ہو جیسے مصارع البلد اور کریم الدھر ان مثالوں کے اندر مضاف اگر چہ صیغہ صفت کا ہے لیکن وہ اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ البلد العصر اور

العصر نہ فاعل ہیں نہ مفعول ہیں بلکہ مفعول فیہ ہیں۔

مثل ضارب زید من قبیل: سے مولانا جامیؒ کی غرض ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے کہ ضارب زید یہ اس صیغہ صفت کی مثال ہے جو اپنے مفعول بہ کی طرف مضاف ہے۔

من قبیل: سے ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے کہ الحسن الوجہ یہ اس صیغہ صفت کی مثال ہے جو صفت مشبہ ہے اور اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے۔

**قال الماتن و لا تفید الا تخفیفاً ۔**

صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے۔

الاضافۃ اللفظیہ: سے تفید کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ ضمیر کا مرجع اضافت لفظیہ ہے مطلق اضافت نہیں ہے۔

فائدۃ لا تخفیفاً: فائدۃً کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تخفیفاً یہ استثناء مفرغ ہے۔

لا تعریفاً و لا تخصیصاً: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تخفیفاً کی قید احترازی ہے افادہ تعریف اور تخصیص کو خارج کرنا ہے اس لئے کہ اضافت لفظیہ تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔

لکونہا فی تقدیر: سے اضافت لفظیہ کے تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اس لئے نہیں دیتی کہ یہ تقدیر انفصال میں ہوتی ہے کیونکہ اضافت لفظیہ میں مضاف اور مضاف الیہ اضافت سے پہلے عامل اور معمول ہوتے ہیں اور عامل معمول میں انفصال ہوتا ہے گویا کہ اضافت ہے ہی نہیں۔

لا من المعنی: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فی الفظ کی قید احترازی ہے جس کے ذریعے سے احتراز ہے تخفیف فی المعنی سے۔تخفیف فی المعنی کی صورت یہ ہے کہ لفظ سے بعض حروف کے سقوط کے مقابلے میں بعض معانی بھی ساقط ہو جائیں لیکن اضافت لفظیہ تخفیف فی المعنی کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ تخفیف فی الفظ کا فائدہ دیتی ہے معنی جس طرح اضافت سے پہلے تھا اسی

طرح اضافت کے بعد ہوتا ہے۔

**قال الشارح و التخفیف للفظی ۔**

سے مولانا جامیؒ کی غرض تخفیف فی اللفظ کی صور ثلاثہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تخفیف فی الفظ کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) تخفیف فقط مضاف میں ہو (۲) تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو (۳) تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہو۔

تخفیف فقط مضاف: میں ہو اسکی دو صورتیں ہیں۔(۱) مضاف مفرد ہوگا یا (۲) یا تثنیہ اور جمع ہوگا۔ اگر مضاف مفرد ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا مضاف سے تنوین حقیقتاً حذف ہو جائے گی یا حکماً حذف ہو جائے گی۔ اوّل کی مثال جیسے ضارب زید جس کی اصل ضارب زیداً ہے اضافت کی وجہ سے مضاف سے تنوین حذف ہوگئی اور ثانی کی مثال جیسے حواج بیت الله۔ اس میں حواج عدم انصراف کی وجہ سے تنوین قبل الاضافت ساقط ہوگئی تھی۔ اضافت کی وجہ سے اگرچہ تنوین حقیقتاً ساقط نہیں ہوگی لیکن حکماً ساقط ہو جاتی ہے یعنی اگر تنوین ہوتی تو اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی۔ (۲) اور اگر مضاف تثنیہ یا جمع ہو تو پھر حذف نون تثنیہ اور نون جمع کے حذف کے ذریعے سے تخفیف حاصل ہوگی جیسے ضاربا زید یہ اصل تھا ضاربان زید کہ اضافت کی وجہ سے تنوین حذف ہوگئی اور ضاربو زید اصل میں تھا ضاربون زیداً اضافت کی وجہ سے نون جمع حذف ہوگیا۔

تخفیف فقط مضاف الیہ: میں ہو اس کی صورت یہ ہے کہ مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے صیغہ صفت میں مستتر مان لیا جائے جیسے القائم الغلام یہ اصل میں تھا القائم غلامه غلام سے ضمیر کو حذف کر کے اس کو القائم کے اندر مستتر مان لیا۔

مضاف اور مضاف الیہ میں دونوں میں تخفیف ہو: اس کی مثال زید قائم الغلام یہ اصل میں تھا زید قائم غلامهٗ مضاف سے حذف تنوین کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی اور مضاف الیہ میں ضمیر کو حذف کر کے اس کو قائم کے اندر مستتر مان لینے سے۔

**قال الماتن** **ومن ثم جاز** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ چونکہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف یا تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی اس وجہ سے مررت برجل حسن الوجه یہ ترکیب جائز ہے اور مررت بزید حسن الوجه یہ ترکیب جائز نہیں ہے اور الضارب زید اور الضاربو زید یہ دوترکیبیں جائز ہیں اور الضارب زید ممتنع ہے۔

**قال الشارح** **ای من جهة** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ثم کے مشارالیہ کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مشارالیہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) اضافت لفظیہ کا تخفیف کا فائدہ دینا۔

(۲) تخصیص کا فائدہ نہ دینا۔

(۳) تعریف کا فائدہ نہ دینا۔

**قال الشارح** **جاز ترکیب مررت** ۔ترکیب کا اضافہ کرکے ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال**: مررت برجل حسن الوجه یہ جاز کا فاعل ہے حالانکہ اس کا فاعل بننا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فاعل مفرد ہوتا ہے اور یہ جملہ ہے۔

**جواب**: مولانا جامیؒ ترکیب کا اضافہ کر کے جواب دیا مررت برجل حسن الوجه یہ ترکیب کی تاویل میں ہیں اور ترکیب مفرد ہے۔لہذا اس کا فائل بننا درست ہے۔

باضافة اللفظية : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وھم کو رفع کرنا ہے۔

**وہم**: وہ وھم یہ تھا کہ شاید جواز اسی مادہ یعنی مررت برجل حسن الوجه کے ساتھ خاص ہے حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ مررت برجلٍ شریف النسب یہ بھی جائز ہے۔

**جواب**: کہ مررت برجل حسن الوجه سے مراد یہ ہے کہ صیغہ صفت کا اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور اس کو نکرہ کی صفت بنادیا جائے خواہ وہ اس مادے میں ہو یا کسی اور مادے میں۔

**قال الشارح** **فمن جهة انها** ۔سے مولانا جامیؒ متفرع علیہ کو بیان کرنا ہے کہ متفرع علیہ

امور ثلاثہ میں سے امر ثانی یعنی انتفاء تعریف ہے چونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اسی وجہ سے مررت برجل حسن الوجه یہ ترکیب جائز ہے۔ اس لئے کہ اس میں موصوف یعنی رجل نکرہ ہے اور صفت یعنی الحسن الوجه بھی نکرہ ہے اس لئے کہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لہذا موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت پائی گئی۔ اور مررت بزید حسن الوجه یہ ترکیب ممتنع ہے اس لئے اس میں موصورف یعنی زید معرفہ ہے اور صفت یعنی حسن الوجه نکرہ ہے کیونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لہذا موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت نہ پائی گئی اسی وجہ سے یہ ترکیب ممتنع ہے۔

فلو افادت : اگر اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ دیتی تو مررت برجل حسن الوجه یہ ترکیب ممتنع ہوئی اس لئے کہ اسوقت معرفۃ کا نکرہ کی صفت بننا لازم آتا ہے جس میں مطابقت نہیں ہے اور مررت بزید حسن الوجه کی ترکیب جائز ہوتی اس لئے اسوقت مطابقت موجود ہے کہ معرفہ کا معرفہ کی صفت بن رہی ہے۔

**قال الشارح** و المراد عنّ ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مررت برجل حسن الوجه کے جواز اور مررت بزید حسن الوجه کے امتناع میں انتفاء تخصیص کو کوئی دخل نہیں ہے تو پھر امور ثلثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانیا کیسے درست ہوگا

**جواب** : امور ثلاثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امور ثلثہ میں سے ہر ایک کو اس استلزام یعنی اوّل کے جواز اور ثانی کے امتناع میں دخل ہو بلکہ یہ ممکن ہے یہ استلزام بعض کے اعتبار سے ہو۔ لان للاکثر حکم الکل ۔ تو اس اعتبار سے امور ثلاثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانا جائز ہے کہ ان میں سے اکثر کو اس استلزام میں دخل ہے۔

**قال الشارح** و من جهة انها ۔ سے متفرع علیہ کا تعین کرنا ہے کہ متفرع الیہ امور ثلثہ میں سے اوّل امر ہے۔

**قال الشارح** لحصول التخفيف ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض الضار با زید اور الضاربو

زیــد کے جواز کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ حذف نون کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی۔

لعدم التخفیف : سے الضارب زید کے امتناع کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ترکیب اس ممتنع ہے کہ اس میں تخفیف بالکل حاصل نہیں ہوئی کیونکہ ضــارب سے تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ تو اضافت لفظیہ کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے حاصل نہیں ہوا۔

**قال الشارح** و لا شكّ ۔ سے تمہید اعتراض کے لئے تمہید کا بیان ہے جس کو شارح نے وعلیٰ هذا سے نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس تفریع میں نہ انتفاء تعریف کو داخل ہے نہ انتفاء تخصیص کو کوئی دخل ہے بلکہ اس کے اندر فقط وجوب تخفیف کافی ہے۔

وعلیٰ هذا: سے ایک اعتراض کو نقل کر کے الکتہ سے جواب دیا۔

**جواب**: کا حاصل یہ ہے کہ یہ تفریع ثانی متفرع ہے امر واحد کے پر اور وہ وجوب تخفیف ہے اور تفریع اوّل امرین پر متفرع ہے۔

(۱) وجوب تخفیف (۲) انتفاء تعریف جب تفریع ثانی امر واحد پر متفرع ہے اور تفریع اوّل امرین پر متفرع ہے تو تفریع ثانی کو تفریع اوّل پر مقدم کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ چیز جو امر واحد پر متفرع ہو وہ بمنزل مفرد کے ہوتی ہے اور جو چیز متفرع ہو امرین پر تو وہ بمنزل مرکب کے ہوتی ہے اور مفرد مرکب سے مقدم ہوتا ہے۔

**جواب**: مصنفؒ نے تفریع ثانی کو اس لئے موخر کیا کہ اس کے لواحق کثیر ہیں مثلاً خلافاً للفرّآء اور ضعف۔

خــلافــاً لــلـفـرّآء : سے صاحب کافیہ کی غرض فرآء کے اختلاف کو بیان کرنا ہے کہ فرآء نحولی الضارب زید کی ترکیب کو جائز قرار دیتا ہے۔

فانه يجوز : سے مولانا جامیؒ نے اس اختلاف کی وضاحت کردی کہ فرآء نحوی الضارب زید کی

ترکیب کو جائز رکھتا ہے جس کے جواز پر چار دلیلیں قائم کی ہیں۔

اما لانہ: سے دلیل اوّل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء نحوی کو یہ توھم ہوا کہ الضارب زید میں لام تعریف کا دخول اضافت کے بعد ہوا تو پس اضافت کے سبب حذف تنوین کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی پھر اس کو معرّف باللام بنا دیا گیا۔

واجاب: مصنفؒ نے کافیہ کی اپنی شرح میں اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فراء کا یہ کہنا کہ الضارب زید میں لام کا دخول اضافت سے موخر ہے یہ محض ادعا ہے جو کہ ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ لام بظاہر اضافت سے پہلے ہے۔

واما لما وقع: دوسری دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء نحوی نے الضارب زید کے جواز پر اعشی کے قول سے استدلال کیا ہے۔ع۔الواھب الملۃ الھجان و عبدھا۔طرز استدلال یہ ہے کہ اس کے اندر ھا ضمیر مجرور ہے اور معطوف ہے المائۃ پر تو پس باعتبار عطف کے معنی یہ ہوگا الواھب عبد ھا پس یہ الضارب زید کے باب سے ہے پس جس طرح الواھب عبدھا جائز ہے تو الضارب زید بھی جائز ہوگا۔

**قال الماتن** وضعف ۔سے مصنفؒ نے جواب دیا یعنی ان ھذا سے مولانا جامیؒ اس جواب کی وضاحت کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قول فصاحت کے اندر اس قدر قوت نہیں رکھتا کہ اس سے استدلال کیا جاسکے اس لئے کہ الواھب عبد ھا میں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا کیونکہ اس میں تنوین کا سقوط الف لام کیوجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے یہ عدم جواز کی دلیل ہے الضارب زید پر۔

**قال الشارح** ولا خفی انّ ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض جواب کی تقریر مذکور پر اعتراض کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے اندر مصادرت علی المطلوب کی آمیزش ہے اس لئے کہ مطلوب یعنی الضارب زید امتناع کا اثبات موقوف ہے دلیل خصم یعنی الواھب عبدھا کے ابطال پر اور دلیل خصم کا ابطال موقوف ہے اثبات مطلوب پر۔

**سوال**: مولانا جامیؒ نے شوب مصادرۃ علی المطلوب کہا عین مصادرۃ علی المطلوب نہیں کہا۔

**جواب**: یہ مصادرۃ علی المطلوب کی چاروں صورتیں ہیں (۱)مدّعی بعینہٖ دلیل ہو۔(۲)مدّعی دلیل کا جز ہو (۳)مدّعی پر دلیل موقوف ہو۔ (۴)مدّعی پر دلیل کا جزء موقوف ہو اور یہاں پر چار صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں ہے نہ مدّعی بعینہ دلیل ہے اور نہ دلیل کا جزء ہے اور نہ مدّعی پر دلیل موقوف ہے اور نہ مدّعی پر دلیل کا جزء موقوف ہے بلکہ یہاں پر مطلوب کو اس دلیل کے ابطال کی دلیل بنایا گیا ہے کہ جس دلیل کے ساتھ خصم نے مطلوب کی نقیض کو ثابت کیا ہے اور اس میں مصادرت کے معنی نہیں پائے جاتے مگر چونکہ مطلوب کا اثبات موقوف ہوتا ہے اس دلیل کے ابطال پر جو مطلوب کی نقیض کو ثابت کردے اور یہاں پر مطلوب اس دلیل کے ابطال کی دلیل بنایا گیا اور یہ دور ہے۔اور ہر دور کے اندر مصادرت علی المطلوب کی آمیزش ہوتی ہے۔

**جواب**: کی یہ تقریر اس وقت ہے جب ضعف کا فاعل قول الواھب ہو۔اللھمّ سے مولانا جامیؒ جواب کی دوسری تقریر بیان کرتے ہیں اور یہ تقریر مبنی ہے اس بات پر کہ ضعف کا فاعل استدلال ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء کا یہ استدلال ضعیف ہے مولانا جامیؒ نے اس ضعف کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

اذلا نص : سے وجہ اوّل کا بیان ہے۔

وجہ اوّل یہ ہے کہ یہ استدلال قوی تب ہوتا کہ جب عبدھا کے مجرور ہونے پر کوئی دلیل قطعی پائی جاتی حالانکہ عبدھا کے مجرور ہونے پر کوئی دلیل قطعی نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے نصب کا احتمال بھی ہے جس طرح کہ اس کا جر کا احتمال ہے۔

اس کے نصب کی دو وجہیں ہیں۔(۱) منصوب ہے اس بناء پر کہ المأۃ کے محل پر محمول ہے اس لئے کہ المأۃ محلاً منصوب ہے اس اعتبار سے کہ الواھب کے مفعول بہٖ ہونے کی بنا پر۔

(۲)منصوب ہے اس بناء پر کہ الواھب کا مفعول معہ ہے۔

ولانّــه: سے ضعف کی وجہ ثانی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بسااوقات ایک چیز معطوف کے اندر جائز ہوتی ہے اور وہ معطوف علیہ کے اندر جائز نہیں ہوتی جیسے ربّ شاۃ و سخلتھا اس میں ربّ بذریعہ عطف سخلتھا معرفۃ پر داخل ہے جو کہ جائز ہے۔ اور عطف کے بغیر ربّ کو سخلتھا پر داخل کرنا ناجائز ہے یہاں بھی ہوسکتا ہے کہ بذریعہ عطف الواهب عبد ها جائز ہے اور عطف کے بغیر الواهب عبدها جائز نہ ہو۔

**قال الشارح** **و البیت بتمامه** ۔ سے مولانا جامیؒ پورا شعر نقل کرتے ہیں تا کہ اس کا دوسرا مصرع بھی معلوم ہوجائے اور شعر کا مطلب واضح ہوجائے۔ پورا شعر اسطرح ہے:

**الواهب المائة الهجان و عبدها          عوذا یزجی خلفه اطفالها**

**قال الشارح** **ای ممدوحه** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: الواهب یہ اسم فاعل ہے اور المائة اضافت سے پہلے اس کا مفعول نہ ہے۔ اور اسم فاعل کے عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ امور ستہ میں سے کسی ایک پر اعتماد کیے ہوئے ہو اور یہاں پر اعتماد نہیں کیا۔ لہذا عمل نہیں کرے گا جب عمل نہیں کرے گا تو اضافت لفظیہ نہیں ہوگی بلکہ اضافت معنویہ ہوگی جب اضافت معنویہ ہوگی تو اس سے نہ فرآء کا استدلال درست ہوگا اور نہ اس کے ضعف کی وجہ درست ہوگی۔

**جواب**: الواهب خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ ممدوحه ہے پس یہ مبتدأ محذوف پر اعتماد کیے ہوئے ہے۔

ای ابیض: سے تفسیر غیر مشہور بالمشہور ہے کہ هجان سفید اونٹوں کو کہتے ہیں۔

**قال الماتن** **یستوی فیه** ۔ صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: المائة مؤنث ہے اور الهجان مذکر ہے تو ان کے درمیان مطابقت نہیں ہے لہذا ان کو موصوف صفت قرار دینا غلط ہے۔ نیز الهجان کی تفسیر بیض کے ساتھ بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے ھجان مفرد ہے اور بیض جمع ہے۔

**جواب**: الھجان کے اندر مفرد اور جمع برابر ہیں اور یہاں ملحوظ بلحاظ جمع ہے جب یہ ملحوظ بلحاظ جمع تو البیض کے ساتھ اس کی تفسیر کرنی بھی صحیح ہے اور جمع بتاویل جماعت ہوتی ہے اور جماعت مؤنث ہے۔لہذا اس کو المائۃ کی صفت بنانا بھی درست ہے۔

**الهجان صفة**: سے مولانا جامیؒ کی غرض الھجان کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ جس کی ترکیب میں تین احتمال ہیں (۱) یا یہ المائۃ کی صفت ہے (۲) یا بدل ہے المائۃ سے (۳) یا یہ الثلاثۃ الاثواب کے قبیل سے ہے یعنی اسم عدد کی اضافت ہے اس کے معدود کی طرف جیسا کہ نحاۃ کوفیین کا مذھب ہے۔

**قال الشارح** **ای راعیها** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: عبد کی اضافت المائۃ کی ضمیر کی طرف کرنی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ عبد عبارت ہے مملوکیت سے اور المائۃ کے لئے مملوکیت متصور نہیں ہوتی۔

**جواب اوّل**: یہاں عبد سے مراد مجازاً راعی ہے جن کے درمیان علاقہ یہ ہے کہ جس طرح غلام ہر وقت آقا کی خدمت کے لئے مستعد رہتا ہے اسی طرح راعی بھی ہر وقت مویشیوں کی خدمت کیلئے مستعد رہتا ہے۔

**جواب ثانی**: یہاں عبد اپنے حقیقی معنی میں ہے باقی رہا یہ سوال کہ عبد کی اضافت المائۃ کی طرف کرنی صحیح نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عبد کی نسبت المائۃ کی طرف ہے ادنیٰ ملابست کی وجہ سے وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ غلام کو آقا نے خریدا مویشیوں کی خدمت کے لئے گویا کہ یہ مویشیوں کا غلام ہے۔

**عوذاً**: یہ جمع ہے عائذ کی بمعنی نوزائیدہ بچیوں والی

**حال من**: سے ترکیب کا بیان کہ یہ ترکیب المائۃ سے حال ہے۔ یزجی باب تفعیل سے واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ اور یہ یسوق کے معنی میں ہے جس کا فاعل ضمیر مستتر ہے جو کہ عبد کی طرف راجع ہے اور اطفالها منصوب ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول بہ ہے یا یہ باب

تفعیل کے مضارع مجہول سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور اطفالھا مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

**قال الشارح** **و حقیقت الامرا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے

**سوال**: اوعلیٰ صیغۃ میں کلمہ او تردید کے لئے ہے کہ اس کا حال معلوم نہ ہوا کہ یہ واحد مذکر مضارع معلوم کا صیغہ ہے یا مضارع مجہول مؤنث کا صیغہ ہے۔

**جواب**: قصیدۃ کے حرف روی ترک سے لام کلمہ کی حرکت کو دیکھا جائے گا اگر اسیر رفع ہو تو یہ واحد مؤنث مجہول کا صیغہ ہوگا۔اور اگر نصب ہے تو واحد مذکر معلوم کا صیغہ ہوگا۔

**امالانه** : سے فرآء کی دلیل ثالث اور دلیل رابع کا بیان ہے

**دلیل ثالث** : یہ ہے کہ فراء صاحب الضارب زید کو قیاس کرتا ہے الضارب رجل پر علت مشترکہ یہ ہے کہ ان دونوں کے اندر اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ اور الضارب الرجل بالاتفاق جائز ہے لہذا یہ بھی جائز ہوگا۔

**دلیل رابع** : یہ ہے کہ فرآء نحوی الضارب زید کو قیاس کرتا ہے الضاربك پر ان دونوں کے درمیا نعلت مشترکہ یہ ہے کہ ان میں اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ الضاربك میں تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے اور الضاربك یہ جائز ہے لہذا الضارب زید بھی جائز ہوگا۔ فاجاب سے مولانا جامیؒ کی غرض صاحب کافیہؒ کی بعد والی عبارت انما جاز سے صاحب کافیہؒ کی غرض کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں سے مصنفؒ فرآء کی دلیل ثالث کا جواب دیا ہے۔یعنی اسے مولانا جامیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کی صحت کے لئے ضروری ہے مقیس علیہ خلاف قیاس نہ ہو اور یہاں مقیس علیہ یعنی الضارب الرجل خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ یہ جائز نہ ہوتا کما مرّ کے تخفیف حاصل نہیں ہوتی۔

**وھو** : سے اس وجہ مختار کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ وجہ مختار الحسن الوجہ میں الوجہ کا

اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے۔

**و فيه وجهان :** سے الحسن الوجه کی دوسری دووجہوں کا بیان ہے جوغیر مختار ہیں۔

(۱)اس کا رفع فاعلیت کی بناء پر (۲)اس کا نصب اس کومفعول کے ساتھ مشابہت کی بناء پر۔

**ووجه الحمل :** سے الضارب الرجل کو الحسن الوجه کی وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ الضارب الرجل کو الحسن الوجه کی وجوہ میں سے وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ کا بیان ہے۔جس کا حاصل کہ یہ دونوں ترکیبیں دو امر میں مشارک ہیں۔ (۱) دونوں کے اندر مضاف صیغہ صفت کا ہے جو معرّف باللام ہے۔ (۲) دونوں کے اند رمضاف الیہ اسم جنس ہےاور معرف باللام ہےاور یہ اشتراک الضارب زيد اور الحسن الوجه کے اندرنہیں پایا جاتا۔لہٰذا الضارب زید الحسن الوجہ پر قیاس کرنا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

**قال الماتن و الضاربك** ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض فرآء کی دلیل رابع کا جواب دینا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّلاً تو جمہور نحاۃ اس میں اضافت کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس میں لام بمعنی الذی اسم موصول ہےاور ضارب بمعنی ضرب ہےاور کاف ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہےاور ضارب کی تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے حذف ہوگئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سےتو ان لوگوں کے مذھب کے مطابق الضاربك کو جواز کسی پر حمل کامحتاج نہیں ہے جب الضاربك میں اضافت ہی نہیں تو فرآء کا الضارب زيد کوالضاربک پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہوا۔اور اگر الضاربك میں اضافت کوتسلیم کرلیا جائے جیسا کہ سیبویہ اوراسکے متبعین کا مذھب ہےتو بھی فرآء کاالضارب زيد کاالضاربك پرقیاس کرنادرست نہیں ہےاس لئے کہ قیاس کی صحت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقیس علیہ خلاف قیاس نہ ہواور یہاں پر مقیس علیہ یعنی الضاربك خلاف قیاس ہےاس لئے کہ قیاس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ یہ جائز نہ ہوتا عدم تخفیف کے حصول کی وجہ سےلیکن الضاربک پرمحمول ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

**يعني انما جاز :** سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارکہ کیا کہ الضاربك یہ معطوف

ہے الضارب الرجل پر

وکذاشبهہ وهوالضاربی : سے شبهہ کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق الضاربی اور الضاربہ اور الضاربہا ہے۔

قال الشارح فیمن قال ای فی قول ۔مولانا جامیؒ نے قول کو اس لئے مقدر مانا کہ جواز قول میں ہوتا ہے نہ کہ قائل میں

یعنی سیبویه : سے من کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق سیبویہ اور اس کے متبعین ہیں۔

انه ای الضارب فی الضاربك : مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال : صاحب کافیہؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے الضاربك کا مضاف ہے حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے۔

جواب : مراد الضاربك کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ الضاربك ہے جو کہ الضاربك میں واقع ہے۔ فیمن قال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا مذھب بھی ہے۔ دون من قال سے مولانا جامیؒ اس کو بیان کرر ہے ہیں جس کی تقریر گذر چکی ہے۔

ای لمحمولیته : کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : حملاً مفعول لہٗ کے لام کو حذف کرنے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے مفعول لہٗ اور فعل معلل بہٖ دونوں کا فاعل ایک ہو اور یہاں پر ایک نہیں ہے اس لئے کہ جاز کا فاعل الضاربك ہے اور حمل کا فاعل متکلم ہے۔ تو حمل کی تفسیر محمول کے ساتھ کر کے اس کا جواب دیا

جواب : یہاں پر حمل مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی محمول کے معنی میں ہے اور محمول الضاربك ہے لہٰذا دونوں کا فاعل ایک ہو گیا۔ اسی کی طرف مولانا جامیؒ نے اپنے قول فاتحد الفاعل سے اشارہ کیا۔

و بیانه : سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: حمل کے لئے محمول علیہ اور محمول کے اندر مناسبت ہونی چاہئے اور یہاں پر مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ الضاربك معرف باللام ہے اور ضاربك مجرّد عن اللام ہے۔

**جواب**: یہاں ایک اور طریقے سے مناسبت پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نحاۃ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ اسم فاعل اور اسم مفعول مجرد عن اللام کو ان کے مفعول ضمیر متصل کے ساتھ ملاتے ہیں تو مفعول کی طرف انکی اضافت کا التزام کر لیتے ہیں اور اس بات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ تخفیف حاصل ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے تو اس قاعدہ کے مطابق جب ضاربك کو اس کے مفعول پر ضمیر متصل کے ساتھ ملایا تو ضاربك کو اس کی طرف مضاف کر کے ضافت کے ساتھ کہا اگرچہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی نہ جانب مضاف میں اور نہ جانب مضاف الیہ میں بلکہ جانب مضاف کی تخفیف حاصل ہوئی ہے اتصال ضمیر کی وجہ سے تو جب انہوں نے ضاربک میں باوجود التزام اضافت کے تخفیف کا اعتبار نہیں کیا اور حصول تخفیف کے بغیر اس کو جائز قرار دیا تو انہوں نے الضاربك میں بھی تخفیف کا اعتبار نہیں کیا اور اس کو محمول کر دیا ضاربك پر اس لئے کہ یہ دنوں باب واحد ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایسا اسم فاعل ہے جو مضاف ہے ضمیر متصل کی طرف اور جس کی تنوین محذوف ہوئی ہے اضافت سے پہلے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

**قال الشارح** **ولم یحملوا الضارب** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے۔

**سوال**: اگر فرّاء نحوی کہے کہ میں بھی الضارب زید کو محمول کرتا ہوں ضاربک پر جس طرح الضاربک کو محمول کیا ہے ضاربک پر تا کہ الضارب زید بھی بدوں حصول تخفیف جائز ہو جائے جس طرح کہ الضاربک بدون حصول تخفیف جائز ہے۔ اس کو کیوں محمول نہیں کیا جاتا۔

**جواب**: الضارب زید کو ضاربک پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ دنوں باب واحد سے نہیں ہے کیونکہ ضاربک میں مضاف الیہ ضمیر متصل ہے اور الضارب زید میں مضاف الیہ اسم ظاہر ہے۔

**قال الشارح** **و الدلیل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: اس بات پر دلیل کیا ہے کہ ضاربک میں تنوین کا سقوط اتصال ضمیر کی وجہ سے ہوا ہے نہ

کہ اضافت کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ تنوین کا سقوط اضافت کی وجہ سے ہوا ہو۔

**جواب**: اگر ضاربک میں تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہوتی تھی تو مناسب یہ تھا کہ حصول تنوین اور وجود تنوین کا ایسے طریقے سے تصور کیا جاتا ہے ضمیر منفصل ہوتی اور منصوب ہوتی مفعولیت کی بناء پر اور اس کو ضارب کہا جاتا۔ پھر ضارب کو ضمیر مفعول کی طرف مضاف کیا جاتا اور تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی اور ضاربک کہا جاتا جس طرح کہ ضارب زیداً کا اولاً ضارب زیداً تصور کیا جاتا ہے ضارب کی تنوین اور زیداً کے نصب علی المفعولیت کے ساتھ پھر ضارب کو مضاف کیا جاتا ہے اور تنوین ساقط ہو جاتی ہے اضافت کی وجہ سے حالانکہ ضاربک میں ضارب ک تنوین کے ساتھ متصور نہیں ہوتا پس اسے معلوم ہوا کہ ضارب کی تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوئی ہے بلکہ اتصال ضمیر کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے۔

**قال الشارح و لقائل** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض دلیل مذکور پر اعتراض کرنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ضاربک کی اصل ضارب ایاک ہو تنوین کیوجہ سے فصل کے ساتھ پھر جب ضارب کو مضاف کیا ضمیر کی طرف تو تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گئی اور ضمیر منفصل متصل سے بدل گئی۔تو ضاربک ہو گیا اس میں اعلی درجے کی تخفیف حاصل ہو گی کیونکہ مضاف کے اندر بھی تخفیف حاصل ہوئی اور مضاف الیہ کے اندر بھی مضاف میں اس لئے کہ تنوین حذف ہو گئی اور مضاف الیہ میں اس لئے کہ ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور ضمیر متصل بہ نسبت منفصل کے مختصر ہوتی ہے۔ پھر الضاربک کو محمول کیا اس پر کیونکہ یہ دونوں باب واحد سے ہیں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ایسا اسم فاعل ہے جو ضمیر متصل کیطرف مضاف ہے اس حمل کے لئے اس بات کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس میں تنوین اضافت سے پہلے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ مولانا جامیؒ نے اس کا جواب نہیں دیا لیکن اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اگر ضاربک کی اصل ضارب ایاک ہوتی تو یہ اہل عرب سے مسموع ہوتا حالانکہ یہ اہل عرب سے مسموع نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ اس کی اصل ضارب ایاک نہیں بلکہ ضارب لک ہے۔

**قال الشارح** **واعلم** -

ماتن کےقول ضعف الواهب المائة الهجان و عبد ها اور ماتن کاقول الضارب الرجل اور الضاربك ان اقوال کی ایک تقریر گذر چکی ہے کہ ان سے مقصودفرآ کے استدلال کا جواب دینا ہے۔ان کی ایک اورتقریر بھی ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ ان اقوال میں سے ہرایک قول سے ایک مستقل مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جوالضارب زید کے امتناع کے حکم کے مناسب ہو یعنی وہ الضارب زید کے امتناع پر دلالت کرے پہلےقول ضعف الخ سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ مجرد عن اللام کا عطف ایسے معرف باللام پر ضعیف ہے کہ جس کی طرف ایسا صیغہ صفت کا مضاف ہو جومعرف باللام ہواس لئے کہ عطف کے ذریعے یہ الضارب زید کی مثل ہو جائے گا۔

**قال الشارح** **انما لم یحکم** -یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے

**سوال** : الضارب زید ممتنع ہے لہذا المائة الهجان و عبد ها یہ بھی ممتنع ہونا چاہئے تھا اب اس کو ضعیف کیوں قرار دیا؟

**جواب** : بعض دفعہ معطوف میں وہ جائز ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی اس گنجائش کی وجہ سے ضعف کا حکم لگایا امتناع کا حکم نہیں لگایا۔

**قال الشارح** **وحینئذ** -سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مصنفؒ کے قول وضعف الواھب المائۃ الھجان وعبدھا اس کو مستقل مسئلہ قرار دیا جائے تو اس پر مصادرت علی المطلوب کا شائبہ والاوھم وارد نہ ہوگا۔ جو کہ تقریر اوّل پر وارد ہوتا تھا یعنی جب اس کو فرآء کے استدلال کے جواب پر محمول کیا جائے۔

**قال الشارح** **وارجاع کل من** -پہلے قول سے صاحب کافیہؒ نے جس مسئلہ کیطرف اشارہ کیا ہے اس کو تو مولانا جامیؒ نے صراحتاً بیان کر دیا۔ لیکن دوسرے اور تیسرے قول سے جن مسئلوں کی طرف اشارہ ہے انکو مولانا جامیؒ نے بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان سے مسئلے کا استنباط ظاہر تھا اسی وجہ سے مولانا جامیؒ نے کہا وارجاع۔

دوسرے قول سے اس مسئلے کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کو معرف باللام کی طرف مضاف کرنا الحسن الوجہ کی وجہ مختار پر محمول کرتے ہوئے جائز ہے۔ اگرچہ تخفیف کا فائدہ حاصل نہ ہو۔

تیسرے قول سے اس مسئلے کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کی اضافت ضمیر کی طرف اس صفت پر محمول کرتے ہوئے جائز ہے جو مجرد عن اللام ہو۔ اور مضاف ہو ضمیر کی طرف اور جیسے ضاربک ہے۔ اگرچہ تخفیف کا فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

**قال الشارح** **ویتضمن الرد** ۔ ان مسئلوں کے ضمن میں فرآء کے استدلال کا رد بھی ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جب الضارب الرجل اور الضاربک میں اضافت کا جواز حمل علی الغیر ہے تو ان سے استدلال کرنا یہ استعارہ من المستعیر اور سوال من المحتاج الفقیر کی مانند ہو جائے گا۔

**قال الماتن** **ولا یضاف موصوف الی صفۃ** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے وہ ضابطہ یہ ہے کہ موصوف کو صفت کی طر مضاف نہیں کیا جا سکتا۔

**قال الشارح** **مع بقاء المعنی** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ضابطہ مذکورہ کے لئے ایک قید کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف مطلقاً ممتنع نہیں ہے بلکہ اس وقت ممتنع ہے کہ جب وہ معنی اپنے حال پر باقی ہو جو ترکیب وصفی کا مفاد ہے۔

**لان کل من** : سے مولانا جامیؒ کی غرض موصوف کے صفت کی طرف مضاف نہ ہو سکنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ترکیب توصیفی اور اضافی میں سے ہر ایک معنی جدا جدا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کے لئے قائم مقام نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے موصوف کی اضافت صفت کی طرف جائز نہیں ہے باقی ترکیب اضافی اور ترکیب توصیفی کا معنی جدا جدا ہے اس لئے کہ ترکیب توصیفی کا معنی یہ ہے کہ تقید الشیء با الشیء مع صحۃ حمل الثانی علی الاول کما فی زید الفاضل اور ترکیب اضافی کا معنی یہ ہے کہ نسبت الشیء الی الشیء مع عدم صحۃ حمل الثانی علی الاوّل کما فی غلام زید۔

**قال الماتن** **و لا صفت الى موصوفها** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوسکتی۔

**و لهذا المعنى:** اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ صفت کی موصوف کی طرف مضاف نہ ہوسکنے کی علت بھی وہی ہے جو موصوف کی صفت کی طرف نہ ہوسکنے کی علت ہے۔

**تضاف :** عطف کا بیان ہے کہ صفت معطوف ہے موصوف پر۔

**فلا يقال :** سے مولانا جامیؒ کی غرض دونوں ضابطوں پر تفریع کو بیان کرنا ہے موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر کے مسجد الجامع بمعنی المسجد الجامع نہیں کہا جاتا اور صفت کو موصوف کی طرف مضاف کر کے جرد قطیفۃٍ بمعنی قطیفة جرد نہیں کہا جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ ترکیب اضافی سے ترکیب توصیفی کا معنی مراد نہیں لیا جاسکتا اس لئے کہ ترکیب توصیفی اور اضافی میں سے ہر ایک کا معنی جدا جدا ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

**خلافاً للكوفيه:** سے نحاۃ کوفہ کے اختلاف کو بیان کرنا ہے یعنی ان کے نزدیک ترکیب اضافی سے معنی وصفی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

**قال الشارح** **و مثل مسجد الجامع** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**ويرد :** سے مولانا جامیؒ کی محل سوال کی تعیین کرنا ہے کہ محل سوال وہ قاعدۃ اولیٰ ہے۔

**و هو قولهٗ :** سے قاعدہ اولیٰ کی تعیین کرنا ہے وہ یہ ہے کہ موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف نہیں ہوسکتا۔

**فانّ فيكم :** سے سوال کی تقریر کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان تراکیب میں موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ الجامع یہ المسجد کی کی صفت ہے اور اولیٰ صلوٰۃ کی صفت ہے اور حمقاء یہ بقلۃ کی صفت ہے اور ان مثالوں کے اندر ان کے موصوف مضاف ہیں ان کی طرف مثاول سے صاحب کافیہؒ نے اس کا جواب دیا۔

**قال الشارح** **فمسجد الجامع** ۔سے جواب کی تقریر کررہے ہیں جس کا مسجد الجامع یہ مسجد وقت الجامع کی تاویل میں ہے اور اس میں دو معنوں کا احتمال ہے۔

معنی اول: الوقت نظم کلام میں مقدر ہے اور مسجد اس الوقت کی طرف مضاف ہے اور الجامع اس کی صفت ہے اس صورت میں دو وجہوں سے اعتراض رفع ہوگیا۔

(۱) الجامع یہ مضاف الیہ نہیں ہے بلکہ الوقت کی صفت ہے۔

(۲) یہ الجامع مضاف الیہ یعنی مسجد کی صفت ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو الوقت کی صفت ہے۔

(۳) معنی الوقت محذوف ہے اور الجامع اس کے قائم مقام ہے اور اس پر مشتمل ہے، اسوقت الجامع جو کہ موصوف محذوف کے قائم مقام ہے اور یہ صفات غالبہ یعنی صفات مجازیہ میں سے ہے جیسے والقرآن الحکیم۔ اس میں الحکیم کو القرآن کی صفت بنا دیا گیا ہے حالانکہ یہ حقیقت میں القرآن کی صفت نہیں ہے بلکہ صاحب قرآن کی صفت ہے اسی طرح یہاں پر حقیقتاً الجامع کا موصوف الوقت ہے لیکن مجازاً مسجد کو اس کا موصوف بنادیا گیا اور اس کو مسجد کی صفت بنادیا گیا پھر یہ خیال کرتے ہوئے کہ حقیقت میں موصوف المسجد نہیں ہے بلکہ یہ تو مضاف ہے المسجد کو مضاف کردیا الجامع کی طرف اس صورت میں ایک وجہ سے اعتراض رفع ہوگیا وہ یہ ہے کہ الجامع یہ مضاف یعنی المسجد کی صفت نہیں بلکہ یہ صفت ہے الوقت کی بالکل اسی طرح صلوٰۃ الاولیٰ یہ صلوٰۃ الساعۃ الاولیٰ کی تاویل میں ہے اور بقلۃ الحمقاء یہ بقلۃ حبۃ الحمقاء کی تاویل میں ہے۔ان کے اندر بھی وہی دو احتمال ہونگے۔

**قال الشارح** **لکن هذا** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

**سوال**: یہ تاویل مذکور مسجد الجامع اور صلوٰۃ الاولیٰ اور بقلۃ الحمقاء میں تو چل جائے گی لیکن جانب الغربی میں نہیں چلے گی اس لئے کہ اگر جانب الغربی میں یہ تاویل کریں تو مکان کے ساتھ کریں گے یوں کہیں گے کہ جانب الغربی یہ جانب المکان الغربی کی تاویل میں ہے اور یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ مقصود جانب کو غربیت کے ساتھ موصوف کرنا ہے۔نہ کہ مکان غربیت

کے ساتھ اس لئے کہ مکان عبارہے جمیع الارض سے اور یہ غربی نہیں ہے بلکہ غربی تو جانب ہے۔

**جواب**: اللھم جواب دیا کہ یہاں دو مکان ہیں۔ (۱) جزء (۲) کل وہ مکان جس کی طرف جانب مضاف ہے وہ جزء ہے اور جانب کی اضافت مکان کی طرف اضافت بیانیہ ہے یعنی الجانب الذی ھو المکان اور جس مکان کے اعتبار سے یہ مکان جزء ہے اور جانب ہے وہ مکان کل ہے اب جانب الغربی کی تاویل مکان کے ساتھ درست ہو جائے گی۔

**قال الشارح** **مثل جرد وظیفة** ۔صاحب کافیہؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

ومرد: سے محل سوال کا تعیین کرنا ہے کہ محل سوال وہ قاعدہ ثانی ہے۔

وھو قولہ: سے مولانا جامیؒ کی غرض قاعدہ ثانی کو ثانی بیان کرنا ہے کہ وہ قاعدہ ثانی یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہو سکتی۔

فان اسلھما: سے سوال کی تقریر کو بیان کرنا ہے۔

**سوال**: جرد قطیفة اس کی اصل قطیفة جرد ہے اور اخلاق ثیاب کی اصل ثیاب اخلاق صفت کو موصوف پر مقدم کر کے موصوف کی طرف مضاف کر دیا۔

متاول: سے صاحب کافیہؒ نے جواب دیا۔

**جواب**: بانھم سے مولانا جامیؒ کی جواب کی تقریر کر رہے ہیں کہ اگرچہ موصوف ذات پر دلالت کرتی ہے اور صفت ذات مبھم مع الوصف پر دلالت کرتی ہے لیکن کبھی صفت کو ذات کے درجے میں مطلق ذکر کر دیتے ہیں تو یہاں پر بھی عربیوں کے قول قطیفة جرد سے قطیفہ کو حذف کر دیا تو یہ جرد بمنزل اسم غیر صفت یعنی ذات کے ہو گیا اور اس میں ابہام پیدا ہو گیا کہ وہ جرد کیا چیز ہے قطیفہ ہے یا کوئی چیز کیونکہ اس میں قطیفہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر قطیفہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے جیسا کہ خاتم میں ابہام ہے فضہ سے بنی ہوئی ہے یا کسی اور چیز سے کیونکہ فضہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر فضہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے پھر جب انہوں نے ابہام کو رفع کرنے کے لئے جرد کی تخصیص کا ارادہ کیا تو اس کو مضاف کر دیا اس کی جنس کی طرف کہ

جس کی وجہ سے اس میں تخصیص آ جائے جس طرح خاتم میں ابہام کو رفع کرنے کے لئے اس کو فضہ کی طرف مضاف کر دیا تا کہ اس میں تخصیص آ جائے۔ پس جرد کی اضافت قطیفۃ کی طرف اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کی صفت ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ جنس مبہم ہے اس کو قطیفۃ کی طرف مضاف اس لئے کیا تا کہ ابہام رفع ہو جائے۔

**قال الشارح** **و لا یضاف اسم مماثل** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مماثل اور مشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنی جائز نہیں ہے جیسے لیث اور اسد۔ اور حس اور منع

**ای مشابه:** سے مماثل کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ مماثل بمعنی مشابہ ہے۔

**ای ذالك :** سے مضاف کے صلے کو بیان کہ اس کا مضاف الیہ ہے۔

**قال الشارح** **سواء کا نا مترادفین** ۔یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے

**سوال** : مماثل سے متبادر مرادف ہوتا ہے جب مماثل سے متبادر مرادف ہوتا ہے تو انسان اور ناطق میں سے ایک کی طرف دوسرے کی اضافت جائز ہونی چاہئے حالانکہ انسان اور ناطق میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت جائز نہیں ہے۔

**جواب** : یہاں مماثل مترادف کے معنی میں نہیں ہے بلکہ تعمیم ہے خواہ دونوں مترادف ہوں یا مترادف نہ ہوں بلکہ مساوی فی الصدق ہوں دونوں مترادف ہوں اس کی مثال جیسے لیث اور اسد اور حس، منع۔

**قال الشارح** **فی الاعیان** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مثال سے مقصود ممثل لہٗ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت ایک مثال سے ہو جاتی ہے تو پھر مصنفؒ نے دو مثالیں کیوں ذکر کیں؟

**جواب** : تعدد امثلۃ یہ ممثل لہٗ کے تعدد کیوجہ سے ہے لیث اور اسد یہ اعیان اور جواھر کی مثال ہے اور حس منع یہ معانی اور اعراض کی مثال ہے۔

**قال الشارح** لعدم الفائدة ۔

سے اضافت کے عدم جواز کی علت اور وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب دو اسم عموم و خصوص میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف اس لئے جائز نہیں کہ اس اضافت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مثلاً جب کہا رائیت لیث اسد تو اس سے وہی فائدہ حاصل ہو رہا ہے جو لیث کو اسد کی طرف مضاف کیے بغیر رائیت لیثا کہنے سے حاصل ہوا ہے تو یہ اضافت لغوی ہوتی۔

**قال الشارح** بخلاف کل الدراهم ۔

سے صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عام کی اضافت خاص کی طرف کرنی جائز ہے اس لئے کہ یہ اضافت مفید ہے جس سے مضاف میں تخصیص پیدا ہو جائے گی جیسے کل الدارهم اور عین الشئی کل اضافت سے پہلے تمام تھا دراھم زمانیں سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی دراھم کی طرف تو اس میں تخصیص آ گئی اور یہ دراهم کے ساتھ خاص ہو گیا اور اسی طرح عین الشیئی میں عین اضافت سے پہلے عام تھا جو موجود اور معدوم سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی شیئ کی طرف تو اس کے اندر تخصیص آ گئی اور موجود کے ساتھ خاص ہو گیا۔

اضافة العام الیٰ الخاص : سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مصنفؒ قواعد کے بیان کے درپے ہیں اور کل الدراهم عین الشیئی یہ قواعد نہیں ہے۔

**جواب** : کل الدراهم اور عین الشیئی سے مراد اضافۃ العام الی الخاص ہے اور کل الدراهم اور عین الشیء یہ اس کی مثالیں ہیں لہذا یہ بھی قواعد کلیہ کا بیان ہوا۔

ای المضاف فیهما : سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع مضاف ہے۔

ای یصیر : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں تخصّص لازمی ہے متعدی نہیں ہے۔
اور اس کا معنی یہ ہے کہ خاص کی طرف اضافت کرنے سے مضاف خاص ہو جائے گا۔

**قال الشارح** و لا یبقیٰ علیٰ ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: کل الدراھم میں کل نکرہ ہے اور الدراھم معرفہ ہے اور نکرہ کی اضافت معرفہ کی طرف تعریف کا فائدہ دیتی ہے تو پھر مصنفؒ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوا و یختصُ

**جواب**: خصوص کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خصوص مقابلے عموم (۲) خصوص مقابلے تعریف۔ متن میں قسم اوّل مراد ہے مطلب یہ ہے کہ خاص کی طرف اضافت سے وہ بھی خاص ہو جائے گا اور اس کا عموم باقی نہ رہے گا خواہ تعریف کا فائدہ دے یا تخصیص کا فائدہ دے۔

**قال الشارح** و اعمیة العین ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: عین الشیئی میں شیئی بھی ہے لہذا یہ من اقبیل اضافت العام الی الخاص نہ ہوئی۔

**جواب**: عین الشیئی میں شیئی پر الف لام داخل ہے اس میں دو احتمال ہیں یا الف لام عہد کا ہے یا جنس ہے اگر یہ الف لام عہد کا ہو تو پھر عین الشیئی میں عین کا شیئی سے عام ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اس وقت شیئ سے مراد شیئ مفہود فی الخارج ہوگی اور اگر الف لام جنس کا ہو تو پھر عین کا شیئی سے عام ہونے میں خفاء ہے۔ مولانا جامیؒ نے اس کا جواب نہیں دیا لیکن اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ شیئ کے دو معنی ہیں (۱) موجود فی الخارج (۲) ما یمکن ان یعلم و یخبر عنہٗ۔ یہاں پر معنی ثانی مراد ہے اور ظاہر ہے کہ معنی ثانی کے اعتبار سے شیئ عین سے خاص ہے۔

**قال الشارح** و قولھم سعید کرز ۔صاحب کافیہؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**ویـرد**: سے محل سوال کی تعین کرنا ہے کہ سوال قاعدہ مذکورہ پر وارد ہوتا ہے کہ جب دو اسم عموم و خصوص میں مماثل اور مشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنی جائز نہیں ہے۔ فان سعیداً سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال کی تقریر کرنا ہے۔

**سوال**: سعید اور کرز ذات واحد کے علم ہیں لیث اور اسد کی طرح تو یہ عموم و خصوص میں مماثل اور مشابہ ہوئے لہذا ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں ہونی چاہئے حالانکہ سعید کی کرز کی طرف اضافت ہے۔

**متاول :** سے جواب دیا صاحب کافیہؒ نے۔کہا کہ متاول ہے۔

**قال الشارح** **یجمل احد هما** ۔ سے مولانا جامیؒ اس تاویل کی صورت کو بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں سے ایک محمول ہے مدلول پر اور دوسرا محمول ہے نفس لفظ پر تو اس کے برعکس یعنی کرز سعید کہنا بھی جائز ہونا چاہئے؟

**جواب**: ایسے اضافت سے مقصود توضیح ہوتی ہے اور لقب عام طور پر علم سے زیادہ واضح ہوتا ہے اسی وجہ سے لقب کو علم کی طرف مضاف کر کے کرز سعید نہ کہا جائے۔

# ﴿بحث الاضافت الی یاء المتکلم﴾

**قال الماتن** **و اذا اضیف الاسم الصحیح** ۔

صاحب کافیہؒ ان تغیرات کے بارے ضوابط بیان کرر ہے ہیں جو تغیرات اسم کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں اور اس عبارت میں ضابطہ اولیٰ کا بیان ہے۔

**ضابطه اولی :** جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کو یاء متکلم کی مضاف کیا جائے تو اس کے آخر کو یاء کی مناسبت کی وجہ کسرہ دی جاتی ہے۔اور خود یاء میں دو وجہیں جائز ہیں۔

(۱)سکون (۲)فتحہ۔

**وهو شيئی:** سے صحیح کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نحویوں کے عرف میں صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت کا نہ ہو جیسے زید۔

**وهوما فی آخره:** سے ملحق بالصحیح کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ملحق بالصحیح وہ ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ہوں جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلو، ظبی۔

**قال الشارح** **وانما کان** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : وہ اسم کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ہوں جن کا ماقبل ساکن ہو ایسے اسم کو اسم صحیح کے ساتھ ملحق کیوں کیا۔مولانا جامیؒ نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

لان حرف العلة: سے وجہ اوّل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہواس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ سکون کی خفت حرکت کے ثقل کے معارض ہو جائے گی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

و لا نہ: سے وجہ ثانی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو وہ اس حرف علت کی مثل ہے جو سکوت کے بعد واقع ہو یعنی ابتداء واقع ہو۔

وجہ تشبیہ استراحت لسانی کے بعد واقع ہونا ہے اور وہ حرف علت جو سکوت کے بعد یعنی ابتداء میں واقع ہواس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی طرح وہ حرف بھی جو سکون کے بعد واقع ہواس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

للتناسب مثل: سے یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں کسرۃ دینے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں کسرۃ دینا یہ یاء کی مناسب کی وجہ سے ہے اس لئے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ما قبل مکسور ہو اسم صحیح کی مثال جیسے ثوبی اور داری اور ملحق بالصحیح کی مثال جیسے دلوی اور ظبیی۔

و قد اختلف: سے اختلاف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یا متکلم مضاف الیہ کو مفتوح اور ساکن پڑھنے کے جواز میں سب اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یاء میں فتحہ اصلی ہے یا سکون اصلی ہے۔ بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ سکون اصلی ہے اور بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ فتحہ اصلی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ فتحہ اصلی ہے اس لئے کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہوتی ہے تا کہ ابتداء بالسکون لازم آئے نہ حقیقتا اور نہ حکما حقیقتا اس وقت لازم آئے گی جب وہ شروع میں ہو اور حکما تب لازم آئے گی جب وہ شروع کلام میں نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مستقل کلمہ ہے اور اگر اس کو ساکن پڑھا جائے تو یہ ابتداء بالسکون حکمی ہو جائے گا۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہے پھر وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرکت پر ہو اس میں اصل فتحہ ہے اسی وجہ سے یاء پر فتحہ اصل ہوا۔

**قال الشارح** **فان کان آخرہٗ** ۔ضابطہ ثانیہ کا بیان ہے۔

**ضابطه ثانیه** : جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کے آخر میں الف ہوتو اس الف کو ثابت رکھا جائے گا خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو جیسے غلامای وہ الف غیر تثنیہ کا ہو جیسے عصای اور رحای۔ البتہ قبیلہ ھذیل غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے تبدیل کر دیتے ہیں چنانچہ وہ عصای اور رحای میں عصیّ اور رحیّ کہتے ہیں۔

**ای آخر الاسم** : سے ہٗ ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع وہ اسم ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔

**الفاً تثبت ای الالف**: سے تثبت کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع الف ہے۔

**علی اللغۃِ الفصیحۃ** : کہ کر تثبیت کے لئے قید کا بیان ہے۔

**لعدم** : سے الف کو ثابت رکھنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ الف کو ثابت اس لئے رکھا جائے گا کہ انقلاب کا کوئی سبب نہیں پایا جاتا یعنی نہ تو اس سے پہلے ضمیر ہے جو اس کے واو سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو۔اور نہ اس سے پہلے کسرۃ ہے جو اس کو یاء سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو۔

**قال الشارح** **وھی قبیلۃ من العرب** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : **تقلبھا** کی ضمیر مستتر کا مرجع ھذیل ہے جو کہ مذکر ہے اور ضمیر مؤنث کی ہے تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے۔

**جواب** : ھذیل یہ عرب کا قبیلہ ہے تو اس کی تانیث معنوی ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

**تقلبھا ای الالف** : سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع الف ہے

**حال کونھا**: سے ترکیب کا بیان ہے لغیر التثنیہ یہ ظرف مستقر متعلق کائنۃ کے ہوکر حال

تقلیها کی ھا ضمیر سے۔

لمشاکلة یاء: سے غیر تثنیہ کے الف کو یاء کے ساتھ بدلنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے بدلنا یہ یاء متکلم کی مشاکلت کی وجہ سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اور عصای اور رحای میں یاء کا ماقبل مکسور نہیں ہے لہذا اعصای اور رحای میں مشاکلت مفقود ہے اسی وجہ سے ضروری ہوا کہ الف کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے یاء کو کسرۃ دیا جائے تاکہ مشاکلت پیدا ہو جائے لیکن الف تثنیہ کو یاء سے نہیں بدلتے اس لئے کہ اگر الف تثنیہ کو یاء سے بدل دیا جائے تو حالت رفع کا حالت نصب اور جر کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً غلامای۔

**قال الماتن** و ان کان آخر الاسم ۔ضابطہ ثالثہ کا بیان

**ضابطہ ثالثہ:** جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں یاء ہو تو اس یاء کو یاء متکلم میں ادغام کر دیا جائے گا۔

لاجتماع المثلین: سے مولانا جامیؒ کی غرض یاء کو یاء متکلم میں ادغام کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دو کلمے جو بمنزل کلمہ واحدۃ کے ہوں اگر ان میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو دوسرے سے ادغام کر دیا جاتا اور مضاف الیہ بھی بمنزل کلمہ واحدۃ کے ہیں لہذا جب ان میں دو یاء جمع ہو جائیں گی تو ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا جیسے مسلمین جمع اور مسلمین تثنیہ جب کو یاء متکلم کی طرف مضاف کر دیا جائے تو نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا تو دو یاء جمع ہو جائینگی۔ لہذا ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا۔ تو جمع کی حالت میں مسلمیّ اور تثنیہ کی حالت میں مسلمیَّ ہو جائے گا۔

**قال الشارح** و ان کان آخرہ ۔ضابطہ رابعہ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واو ہو تو اس واو کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے گا پھر

یاء کو یاء متکلم میں ادغام کر دیا جائے گا۔

**الواو:** سے مولانا جامیؒ کی غرض قلبت کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع واو ہے۔

**لاشتمال الواو:** سے واو کو یاء سے تبدیل کرنے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قاعدہ ہے جب واؤ اور یاء جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا ساکن ہو تو واو کو یاء سے تبدیل کر دیا جاتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہے۔ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واو ہو تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے گا۔ اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور یاء کے ماقبل کو کسرۃ دیا جائے گا۔

**لانها لما:** سے مولانا جامیؒ کی غرض یاء کے ماقبل کو کسرۃ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب واو یاء ساکنہ کے ساتھ تبدیل ہو گئی اس کے ماقبل کا ضمہ یہ اس یاء کے واو سے بدلنے کا مقتضی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جب یاء ساکن ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو تو یاء واو سے بدل جاتی ہے پس اس چیز کی طرف رجوع کرنا لازم آئے گا جس سے اعراض کیا گیا۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ یاء ماقبل کو ایسی حرکت دی جائے جو یاء کے مناسب ہو۔ وہ حرکت کسرۃ ہے اس لئے ماقبل کو کسرۃ دیا جائے گا ہاں اگر اس سے پہلے فتحہ ہو تو اس کو مفتوح باقی رکھا جائے۔ جیسے مسلمین جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا تو مسلمیّ کہا جائے گا جیسے مصطفون جب اس کو یاء متکلم کی طرف بضاف کیا تو اس کو مصطفی کہا جائے گا۔

**ای یاء المتکلم:** سے اشارہ کیا ہے کہ یاء سے مراد مطلق یاء نہیں ہے بلکہ یاء سے مراد یاء متکلم ہے۔ **فی الصور الثلاث** کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کا تعلق فقط تیسری صورت سے نہیں بلکہ اس کا تعلق مذکورہ تینوں صورتوں سے ہے۔

---

**قال الشارح ای للزوم التقاء الساکنین ۔**

**للساکنین** سے صاحب کافیہؒ کی غرض مذکورہ تین صورتوں میں یاء کو فتحہ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس کو حرکت نہ دیجائے تو التقاء کے ساکنین لازم آئے گا فتحہ اس لئے

اختیار کیا کہ فتحہ یہ تمام حرکات میں سے خفیف ہے۔

**قال الماتن و اما الاسماء** ۔ضابطہ خامسہ کا بیان ہے۔

**ضابطہ خامسہ:** صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسماء ستہ میں سے اخ اور اب کو جب یاء متکلم کی طرف مضاف کریں تو اخی اور ابی کہیں گے یعنی لام کلمہ جو واو ہے اس کو واپس لوٹائے بغیر کہا جائے۔

**التی مر بحث:** سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: کلمہ امّا میں دو احتمال ہی یا استنافیہ ہے یا تفصیلیہ ہے اور دونوں احتمال صحیح نہیں۔اس لئے کہ تفصیل تقاضہ کرتی ہے اجمال کا۔اور یہاں ماقبل میں اجمال نہیں ہوا اور کلمہ استنافیہ شروع کلام میں لایا جاتا ہے اور یہ وسط کلام ہے۔

**جواب**: یہ امّا تفصیلہ ہے اور یہ اس اجمال کی تفصیل ہے جس کا اعراب کی بحث میں ذکر ہو چکا ہے۔

**سوال**: جب اسماء ستہ کی بحث گذر چکی ہے تو پھر یہاں اس سے بحث کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

**جواب**: ماقبل میں بحث اس حیثیت سے تھی کہ یہ غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں اور یہاں اس حیثیت سے بحث ہے کہ یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں۔

**قال الشارح ای فالحال** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**پہلا سوال**: صاحب کافیہؒ کا قول اخی وابی جزآء ہے حالانکہ جزآء کے لئے جملہ ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہ جملہ نہیں ہے بلکہ مفرد ہے۔

**جواب**: پہلے سوال کا جواب یہ ہے فالحال سے اخی وابی جملہ ہے اس لئے کہ یہ خبر ہیں مبتدآء محذوف کی جو کہ فالحال ہے

**دوسرا سوال**: اخی اور ابی کا حمل اسماء ستہ پر یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ یہ اسماء ستہ نہیں ہیں

بلکہ یہ دو ہیں؟

**جواب:** منھا سے جواب دیا جس کا حاصل اخی اور ابی یہ اسماء ستہ نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض ہیں۔

**اذا اضیف :** کا اضافہ اس لئے کہ تا کہ خروج عن المحث لازم نہ آئے۔

**قال الماتن** **واجاز المبرّد** ۔مبرّ دنحوی نے اخ اور اب میں اخی اور ابی کو جائز رکھا یعنی لام کلمہ جو واو ہے اس کو واپس لوٹا کر اس کو ی سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا۔

**و تمسنك :** سے استدلال کا بیان کہ اس نے استدلال کیا شاعر کے قول پر وابی مالك ذو المجاز بدار ۔اسکے اندر اب کے واو محذوف کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دیا ہے۔اس لئے کہ اس نے اس کو تشدید یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

**وحمل الاخ:** سے سوال مقدر کا جواب دیا

جس کا حاصل یہ ہے کہ مبرد نے اخ کو اب پر محمول کر لیا ہے۔اس لئے کہ دونوں لفظاً اور معناً متقارب ہیں۔لفظاً تو اس طرح کہ دونوں کے شروع میں همزة ہے اور آخر میں واو ہے ور دونوں ثلاثی ہیں۔اور معناً اس طرح کہ باپ نہ ہو تو مال وغیرہ کے تصرف میں بھائی باپ کے قائم مقام ہوتا ہے واجاب عن مصنفؒ نے اپنی شرح کے اندر فرآء کے اس استدلال کا جواب دیا جس کا حاصل یہ۔ہے کہ یہ قیاس کے بھی خلاف ہے اور استعمال کے خلاف ہے قیاس کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اضافت کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا اور استعال کے خلاف اس لئے فصحاء کی کلام میں اضات الی یاء المتکلم کے وقت حرف محذوف واو کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کرنا مسموع نہیں ہے۔نیز یہ احتمال بھی ہے کہ اس شعر کے اندر ابی جمع ہو اب کی اصل میں ابین تھا جب یاء متکلم کی طرف کیا مضاف تو نون بوجہ اضافت گر گیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو ابیّ ہو گیا۔وقد جاء سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات کی دلیل کو پیش کرنا ہے کہ اب کی جمع ابین

آتی ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول کے اندر ہے۔

شعر:

فلمّا تبيّن اصواتنا بكين و فدّ يننا با لابينا

اس کے اندر ابین یہ جمع ہے اب کی۔ای لما سمعن سے شاعر کے قول کے حاصل معنی کا بیان ہے کہ جب انہوں نے ہماری آوازوں کو سنا اور ہماری آوازوں کو جان لیا تو وہ رو پڑیں اور ہمارے حق میں کہنے لگیں ہمارے باپ تم پر فداء ہوں۔

**قال الماتن** **و تقول حمی و هنی** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ حــم اور هـــن کی یاءِ متکلم کی طرف اضافت کے وقت لام کو لوٹائے بغیر حمی اور هنی کہے۔

ای امرأی: سے بیان صیغہ ہے تقول واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے واحد مذکر مخاطب کا صیغہ نہیں ہے۔

لا متناع اضافه: سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات کی دلیل کو پیش کرنا ہے کہ تقول کو واحد مذکر مخاطب پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حم کا معنی ہوتا ہے دیور اور حم بمعنی دیور کی اضافت مذکر کی طرف ممتنع ہے۔اسی وجہ سے یہ واحد مذکر مخاطب کا صیغہ نہیں بن سکا۔

**قال الشارح** **و انمّا فصلها** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ نے حمی اور هنی کو امی اور ابی سے جدا کر کے ذکر کیا نا کے ساتھ ذکر کیوں نہیں کیا۔

**جواب**: مصنفؒ نے حمی اور هنی کو اخی اور ابی سے علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ حمی اور هــنـی میں جمہور کے ساتھ مبرّد کا اختلاف مشہور نہیں ہے اگر چہ بعض حضرات چاروں اسماء میں اختلاف کو ذکر کیا لیکن وہ غیر مشہور ہے۔

**قال الشارح** **و يقال هنی فی الاكثر** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ

جب فـــم کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اکثر استعمال میں عین کلمہ یعنی واو محذوفہ کو واپس لوٹا کر اس یاء سے مل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیں گے اور فیَّ کہیں گے اور بعض استعمال میں میم کو باقی رکھا جاتا ہے جو کہ عدم اضافت کے وقت واو کے عوض میں لائی گئی تھی اور فمی کہا جاتا ہے۔

فی فمٍ : سے یقال کے صلے کو بیان کرنا ہے۔

قال الشارح حال اضافة ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح فـیَّ کہا جاتا ہے اسی طرح فـوہ بھی کہا جاتا ہے پھر فـیَّ کی تخصیص کیسے درست ہوگئی۔

جواب: فم میں فیَّ اسوقت کہا جائے گا جب یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔

فیَّ اکثر موارد سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں اکثر سے مراد اکثر مذاہب نہیں ہیں بلکہ اکثر سے مراد موارد استعمال ہیں۔

قال الماتن و اذا قطعت قیل اخ ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب دو کے علاوہ باقی پانچ مقطوع عن الاضافت ہوں تو ان میں اخ، حم اور اب اور حص فم کہا جائے گا یعنی اعراب بالحرکت جاری ہوگا۔جیسے هذا اخ و رائیت اخا و مرت باخ

فـم : میں تین لغتیں ہیں (۱) بفتح الفاء (۲) بضم الفاء (۳) بکسر الفاء لیکن ضمۃ اور کسرۃ سے فاء کا فتحہ زیادہ فصیح ہے۔

هذه الاسماء : سے قطعت کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

عن الاضافت : سے قطعت کے صلے کو بیان کرنا ہے۔

جاء حم : حم میں لغت مذکورہ کے علاوہ چند اور لغتیں ہیں۔

(۱) یــد کی مثل ہو یعنی لام کلمہ نسیاً منسیا کے درجے میں محذوف ہے اس لغت کے مطابق حالت افراد میں هذا حم و رائیت حما و مررت بحم اور حالت اضافت میں جاء کی حمک ارئیت حمک

ومررت بحمک کہا جائے گا۔

(۲) خب۔ یعنی لام کلمہ جو کہ واو ہے اس کو ہمزۃ سے تبدیل کر دیا جائے پس اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حمأ و رائیت حمأ و مررت بحمءِ اور حالت اضافت ہیں ھذا حمئك و رائیت حمئك و مررت بحمئك۔

(۳) یہ دلو کی مثل ہو یعنی واو کو اپنے حال پر برقرار رکھا جائے تو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حمو و رائیت حموا و مررت بحمو اور حالت اضافت میں ھذا حموك و رائیت حموك و مررت بحموك۔

(۴) یہ عصا کی مثل ہو یعنی واو کو الف مقصورۃ سے تبدیل کر دیا جائے تو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حماً و رائیت حماً و رمررت بحماً اور حالت اضافت میں ھذا ھذا حماك و رائیت حماك و مررت بحماك۔

ای جواز حم: سے اطلاق کے مفہوم کی تفسیر کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ حم کا اسماء مذکورہ کی طرح ہونا یہ مطلقاً ہے حالت افراد یا حالت اضافت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ وجوہ اربع حالت افراد میں بھی جاری ہونگی اور حالت اضافت میں بھی جاری ہونگی۔

**قال الماتن** و جاء ھن مثل ید مطلقاً ۔

ھن میں لغت مذکورہ کے علاوہ اک اور لغت بھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مطلقاً ید کی مثل ہو یعنی لام کلمہ کو واپس لوٹایا جائے نہ حالت افراد میں اور نہ حالت اضافت میں اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا ھن و رائیت ھنا و مررت بھناً اور حالت اضافت میں ھذا ھنك و رائیت ھنك و مررت بھنك کہا جائے گا۔

**قال الماتن** و ذو لا یضاف ۔ ذو کے بارے میں پہلے ضابطے کا بیان

**ضابطه اولی:** جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں ہوتا۔

لانــه : سے مولانا جامیؒ کی غرض ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے کہ وہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو تو اس کی وضع کے خلاف لازم آئے گا اور کبھی یہ علیٰ سبیل الشذوذ ضمیر کی طرف مضاف ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول کے اندر ہے۔ انما یعرف ذالفضل من الناس ذو وہ، اس میں ذو ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

**قال الشارح** **ولو قیل** ۔ جامیؒ کی غرض اعتراض کو نقل کر کے وکأنہ سے جواب دینا ہے۔

**سوال** : ذو جس طرح ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح یہ علم اور اسم اشارہ اور اسم موصولہ کی طرف بھی مضاف نہیں ہوتا تو مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ یوں کہتے لا یضاف الی غیر اسم الجنس، یہ اسم ضمیر کو شامل ہو جاتا اور اسم ظاہر غیر جنس کو بھی شامل ہو جاتا۔

**جواب** : مصنفؒ نے ضمیر کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ اسماء ستہ میں سے بعض اسماء کے لئے اضافت الیٰ یاء المتکلم کے وقت خاص احکام ہیں جو دوسرے بعض کے لئے نہیں جیسا کہ اخی اور ابی میں مبرد کا واو کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دینا اسی طرح فــیّ کے اندر بھی وہ آپ کو واپس لوٹا کر یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں ادغام کر دیا تو مصنف نے ذو کی مطلقاً ضمیر کی طرف اضافت ہی کی نفی کر دی تا کہ یہ وہم پیدا نہ ہو۔

**قال الماتن** **ولایقطع عن الاضافت** ۔ ذو کے لئے ضابطہ ثانیہ کا بیان

**ضـابـطـه ثـانـيـه** : ذو یہ مقطوع عن الاضافت نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے تا کہ یہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو ماقبل کی صفت بنا دے اور یہ بات حاصل ہو سکت ہے جب یہ مضاف ہو اجناس کی طرف لہذا اس کو اضافت لازم ہوئی اسی وجہ سے یہ منقطع عن الاضافت نہیں ہوتا۔

# بحث التوابع

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

# ﴿بحث التوابع﴾

صاحب کافیہؒ مرفوعات، منصوبات، مجرورات سے فارغ ہوکر توابع کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔اولاً ایک سوال کا جواب ہے۔

**قال الشارح** **وهو جمع تابع** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: توابع جمع ہے تابع کی یا تابعۃ کی اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ تابع یہ فاعل وصفی ہے۔فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتی۔دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ توابع یہ صفت ہے اسماء کی اور اتصاف الجمع بالجمع یہ اتصاف الاحاد بالاحاد کو مستلزم ہے تو یہ تابعۃ اسم کی صفت ہوگی اور موصوف صفت کے درمیان تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے۔

**جواب**: توابع یہ جمع ہے تابع کی باقی رہا یہ سوال تابع یہ فاعل وصفی ہے اور فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتی اس کا جواب منقول سے دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ وصف ہے حقیقت میں لیکن یہاں یہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہوگئی ہے اور فاعل اسمی کی جمع فاعل کے وزن پر آتی ہے جیسے کاہل کی جمع کواہل آتی ہے۔

**سوال**: تابع کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف انَّ انَّ میں انَّ ثانی پر صادق نہیں آتی اور ضَرَبَ ضَرَبَ میں ضرب ثانی پر صادق نہیں آتی کیوں کہ وہ معرب باعرب سابقہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ مبنی ہے۔

**جواب**: یہاں توابع سے مراد مطلق توابع نہیں ہیں بلکہ توابع ۔سے مراد توابع مرفوعات و منصوبات و مجرورات کے توابع ہیں بقرینۃ البحث اور انَّ انَّ میں انَّ ثانی اور ضرب ضرب میں ضرب ثانی یہ مرفوعات منصوبات مجرورات کے توابع نہیں ہیں لہذا ان پر تعریف کا صادق نہ آنا یہ تعریف کی جامعیت کے لئے مضر نہیں ہے۔کیونکہ معرَّف کے فرد ہی نہیں ہیں۔

**قال الشارح** **اى كل متاخر** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : تابع کی یہ تعریف تابع ثانی اور تابع ثالث پر صادق نہیں آتی مثلاً جاء نی زید العالم والعاقل و الفاضل میں عالم پر تو صادق آتی ہے لیکن فاضل اور عاقل پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ وہ ثانی نہیں ہیں بلکہ وہ ثالث رابع ہیں۔

**جواب** : یہاں ثانی سے مراد متاخر ہے اب یہ تعریف تابع ثانی اور ثالث اور تابع پر صادق آ جائے گی۔

اذا لوحظ مع : سے مولانا جامیؒ کی غرض دو سوالوں کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : پہلا سوال یہ کہ تابع کی یہ تعریف اس تابع پر صادق نہیں آتی جو اپنے متبوع سے مقدم ہو جیسے و رحمة الله علیکم السلام یہ اصل میں تھا علیکم السلام و رحمة الله تھا اس میں رحمۃ اللہ یہ تابع متبوع سے متاخر نہیں ہے بلکہ مقدم ہے۔

**سوال** : دوسرا سوال یہ ہے کہ تابع کی یہ تعریف اس تابع بھی صادق نہیں آتی جو متوسط ہو جیسے جاء نی زید و عمرو و بکر میں عمرو متوسط ہے متاخر نہیں۔

**جواب** : پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں متاخر سے مراد متاخر فی الذکر نہیں ہے بلکہ متاخر فی الذکر ہے اور و رحمة الله علیکم السلام میں رحمۃ اللہ اگرچہ متاخر فی الذکر نہیں لیکن متاخر فی الرتبۃ ہے لہذا اس پر تعریف صادق آ جائے گی۔

**جواب** : دوسرے سوال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ متاخر سے مراد متاخر بالنظر الی المنبوع ہے لا بالنظر الی غیرہ اور جاء نی زید و عمرر و بکر میں عمرو بالنظر الی المتبوع متاخر ہے لہذا اس پر تعریف صادق آ جائے گی۔

متلبّس : سے ترکیب کا بیان کہ باعراب سابقه یہ ظرف لغو نہیں ہے بلکہ ظرف مستقر متعلق متلبس کے ہو کر صفت ہے ثانی کی۔

**قال الشارح** اى بجنس اعراب ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : تابع کی تعریف تابع کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ تابع کے افراد میں سے

ثانی میں ایسا فرد نہیں ہے جو معرب با عراب سابقہ ہو ورنہ عرض واحد کا دونوں مختلف محلوں میں قائم ہونا لازم آئے گا۔ جو کہ محال ہے۔

**جواب**: اعراب سابق سے مراد جنس اعراب سابق ہے عین اعراب سابق نہیں ہے۔

**قال الشارح** بحیث یکون ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: سوال یہ ہے کہ بجنس اعراب سابقہ سے معلوم ہوا کہ تابع کا اعراب جنسی ہوگا اور متبوع کا اعراب اس کا ایک فرد ہوگا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

**جواب**: یہ عبارت قلب پر محمول ہے۔

**ناشٍ**: ترکیب کا بیان کہ من جهةٍ واحدةٍ یہ ظرف مستقر متعلق ناشٍ کے ہو کر صفت ثانی ہے ثانی کی۔

**قال الشارح** شخصية ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تابع کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف مبتدآء کی خبر پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ بھی ثانی معرب با عراب سابقه من جهةٍ واحدةٍ ہے کیونکہ خبر کے اندر بھی عامل وہی ہوتا ہے جو مبتدآء کے اندر ہوتا ہے یعنی ابتدآء حالانکہ خبر تابع نہیں ہے۔

**جواب**: یہاں وحدت سے مراد وحدت شخصی ہے وحدت نوعی نہیں ہے اور مبتدآء اور خبر کے درمیان اگرچہ وحدت نوعی ہوتی ہے لیکن وحدت شخصی نہیں ہوتی۔

**مثل جاء نی**: سے توضیح بالمثال کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب العالم کا زید کے اعتبار سے لحاظ کیا جائے تو یہ اس کے اعتبار کے لحاظ مرتبہ ثانیہ میں ہے اور اس کا اعراب اس کے اعراب کی جنس سے ہے وہ رفع ہے اور دونوں کے اندر رفع جهت واحدہ شخصیہ سے پیدا ہونے والا ہے اور وہ جهتِ واحدۃِ شخصیہ زید العالم کی فاعلیت ہے اس لئے کہ وہ جہت جو متکلم کے قصد میں زید کی طرف منسوب ہے وہ زید کی طرف مع اس کے تابع کے منسوب ہے مطلقاً زید کی طرف منسوب نہیں ہے۔

**قال الشارح** فقوله و کل ثان ۔ سے فوائد وقیود کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر

کل ثان: بمنزل جنس کے ہے یہ تمام توابع کو شامل ہے اور مبتدآ ء کی خبر اور کان وغیرہ کی ضمیر اور باب اعطیت کے مفعول ثانی سب کو شامل ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ثانی ہے جب اس کا اپنے سابق کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو اس کے لحاظ سے یہ مرتبہ ثانیہ میں ہے۔ اور

باعراب سابقه: یہ بمنزل فصل اوّل کے ہے اس کے ذریعے مبتدآ ء کی ضمیر اور باب ظننت اور باب اعطیت کے مفعول ثانی کے علاوہ سب خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ معرب باعراب سابقہ نہیں ہے اور

من جهة واحدة: یہ بمنزل فصل ثانی کے ہے اس کے ذریعے مبتدآ ء کی خبر اور باب ظننت اور باب اعطیت کے مفعول ثانی سب خارج ہو گئے اس لئے کہ مبتدآ ء اور خبر دونوں میں اگر چہ عامل ابتدآ ء ہے یعنی اسناد کے لئے عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یکن یہ معنی اس حیثیت سے کہ مسند الیہ کا تقاضہ کرتا ہے مبتدآ ء میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مسند کا تقاضہ کرتا ہے خبر میں عامل ہے تو پس بمتدآ ء اور خبر دونوں کا ارتفاع جھت وحدۃ سے نہ ہوا۔ باب ظننت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگر چہ باب ظننت کے دونوں مفعولوں میں ظننت عامل ہے لیکن وہ ظننت اس حیثیت سے مظنون فیہ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول اوّل میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مظنون کا تقاضہ کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے لہذا مفعول اوّل اور مفعول ثانی دونوں کا انتصاب جھت واحدۃ سے نہ ہوا۔ اور باب اعطیت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگر چہ باب اعطیت کے مفعول اوّل اور مفعول ثانی دونوں میں اعطیت عامل ہے لیکن وہ اس حیثیت سے کہ وہ آخذ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول اوّل میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ ماخوذ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے۔ تو پس باب اعطیت کے فمعول اوّل اور ثانی دونوں کا انتصاب جھت واحدہ سے نہ ہوا۔

**قال الشارح** **للاسناد** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب مبتدآ اور خبر میں عامل ابتدآ یعنی **تجرد عن العوامل اللفظیه** ہے تو اسماء معدودہ مثلاً زید عمرو بکر کو بھی ہونا چاہئے اس لئے کہ ان کے اندر بھی تجرد من العوامل لفظیہ پایا جاتا ہے۔

**جواب**: مراد یہ ہے کہ مجرد عن العوامل لفظیہ اسناد کے لئے ہو بایں طور کے ان میں سے ایک مسند الیہ ہو اور دوسرا مسند ہو اور یہ بات اسماء معدودۃ کے اندر نہیں پائی جاتی اس لئے کہ وہ معرب نہیں ہیں۔

**قال الشارح** **و اعم من ان یکون** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تابع کی یہ تعریف مذکور جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف اس الرجال پر صادق نہیں آتی جو کہ **جاء نی ھو لاء الرّجال** میں واقع ہے اس لئے کہ ھولاء کا ضمۃ محلی ہے اور الرجال کا رفع لفظی ہے اسی طرح یہ تعریف اس **الفاضل** پر صادق نہیں آتی جو کہ **یازید الفاضل** میں واقع ہے۔اس لئے کہ زید کا ضمۃ بنائی ہے اور **الفاضل** کا رفع اعرابی ہے تو **الفاضل** معرب باعراب سابقہ نہ ہوا۔اس طرح یہ تعریف اس **ظریف** پر صادق نہیں آتی جو کہ **لا رجل ظریفاً** میں واقع ہے اس لئے کہ رجل کا فتحہ بنائی ہے اور ظریف کا نصب اعرابی ہے تو یہ معرب باعراب سابقہ نہ ہوا اسی طرح یہ تعریف اس عالم پر صادق آتی جو کہ **جاء نی موسیٰ العالم** میں واقع ہے اس لئے کہ موسی کا رفع تقدیری ہے اور عالم کا رفع لفظی ہے حالانکہ یہ توابع ہیں۔

**جواب**: تابع کی تعریف مذکور میں سابق اور لاحق کے اعتبار سے جو اعراب معتبر ہے اس میں تعمیم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ہو محلی ہو یا اعرابی ہو اب تعریف مذکور مذکورۃ توابع پر صادق آجائے گی۔

**قال الشارح** **ثم ان لفظة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے **فالمحدود** سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جس کا حاصل یہ ہے کہ تابع کی تعریف مذکور میں لفظ کل کا ذکر فی محلّہ نہیں ہے اس لئے کہ لفظ کل افراد کے احاطہ کے لئے ہوتا ہے پس اس سے افراد کے ساتھ تعریف لازم آئی حالانکہ افراد کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ تعریف جنس کے ساتھ ہوتی ہے۔ توابع کو بلفظ جمع ذکر کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ جمع افراد پر دلالت کرتی ہے تو پس اس سے افراد کے لئے تعریف لازم آئی حالانکہ تعریف افراد کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تعریف جنس کے ساتھ جنس کے لئے ہوتی ہے۔

**جواب** : یہاں پر محدود توابع نہیں ہے بلکہ محدود حقیقت میں تابع ہے جو کہ توابع سے مفہوم ہو رہا ہے اور حد لفظ کل کا مدخول یعنی ثانٍ باعراب سابقہ ہے تو پس نہ افراد کے ساتھ تعریف لازم آئی اور نہ افراد کے لئے تعریف لازم آئی بلکہ جنس کے ساتھ تعریف اور جنس کے لئے تعریف لازم آئی۔

**قال الشارح لکنه لما** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جب لفظ کل کا تعریف میں اعتبار نہیں تو پھر اس کو ذکر کیوں کیا۔

**جواب** : لفظ کل کو ذکر کرنے سے مقصود تعریف کو مانع بنانا ہے اس لئے کہ جب لفظ کل کو تعریف پر داخل کیا گیا تو اس نے محدود کے حد کے افراد میں سے ہر ہر فرد پر صدق کا فائدہ دیا۔ تو پس تعریف دخول غیر سے مانع ہوگی۔ اس لئے کہ تعریف کے دخول غیر سے مانع ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے ہر وہ چیز جس پر حد صادق ہے اس پر محدود صادق ہو۔

**قال الشارح و الظاهر** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : اس تقریر پر تعریف دخول غیر سے مانع تو بن جائے گی لیکن جامع نہ ہوئی۔

**جواب** : محدود حد کے افراد کے اندر منحصر ہے۔ اس لئے کہ حد کے افراد کے غیر کا ذکر ہی نہیں ہوا۔ پس یہ تعریف جامع ہو جائے گی۔ پس ہمارے لئے ایک جامع مانع تعریف حاصل ہوگئی۔

**قال الشارح** **یکون جمعه و منعه** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جمعیت اور منعیت تو نفس تعریف سے مفہوم ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہر تعریف کے لئے جامع مانع ہونا ضروری ہوتا ہے۔لہذا لفظ کل کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

**جواب**: لفظ کل کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ تعریف کی جمعیت اور منعیت منصوص علیہ کی مثل ہو گئی۔

# ﴿بحث نعت﴾

صاحب کافیہؒ توابع میں سے تابع اول صفت کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔

**قال الماتن** **النعت تابع** ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض نعت کی تعریف کرنا ہے۔نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں پایا جائے۔مطلقاً یعنی ہر حال میں

**جنس شامل للتوابع** : یعنی تعریف کے اندر لفظ تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔

**قال الشارح** **ای یدل بهیئةِ** ۔سے مولانا جامیؒ نے بھیئۃِ ترکیبۃِ اس لئے کہا کہ ھیت ترکیبہ کے بغیر یعنی افراد کی حالت میں نعت مطلقاً معنی پر تو دلالت کرتی ہے لیکن اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جو اسکے متبوع میں پایا جائے۔علی حصول کہ کر مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: نعت کی یہ تعریف اس نعت پر صادق آتی ہے جو قضیہ کاذبہ کے قالب میں واقع ہو۔ جیسے جاءنی زید المضروب لکل شخص اس میں مضروب یہ زید کی نعت ہے حالانکہ مضروبیت زید لکل شخص اور یہ معنی زید کے اندر متصور نہیں ہے۔چہ جائے کہ مضروب اس پر دلالت کرے۔

**جواب**: دلالت سے مراد حصول معنی یعنی علی فہم معنی ہے اور مثال مذکور میں المضروب سے مضروبیت زید لکل شخص مفہوم ہو رہا ہے اگر چہ واقع میں متصور نہیں ہے۔

**ای دلالت مطلقة** : کہ مطلقاً یہ مفعول مطلق ہے یدل کا بعتبار موصوف محذوف کے۔

**قال الشارح** **غیر مقید** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دور کرنا ہے۔

**وہم** : وہ وہم یہ تھا کہ شاید مطلقاً سے مراد عموم فی النعت ہے کہ خواہ وہ نعت بحال الموصوف ہو یا بحال متعلق الموصوف ہو۔

**جواب** : کہ مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ وہ دلالت کسی مادے کی خصوصیت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ دلالت تمام مواد میں پائی جائے۔

**قال الشارح** **احتراز عن سائر** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض یدل علی معنی کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے۔اس سے احتراز ہے نعت کے علاوہ باقی تمام توابع سے۔

**قال الشارح** **و لا یرد علیه** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : نعت کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف بدل اور معطوف بحرف اور تاکید پر صادق آتی ہے کیوں کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہے۔جیسے اعجبنی زید علمه اس میں علمہ یہ بدل ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو کہ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے اور جیسے اعجبنی زید علمه اس میں علمہ یہ معطوف بحرف ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو کہ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے اور جیسے جاء نی القوم کلهم اس میں کلھم یہ تاکید ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتی ہے جو کہ اس کے متبوع یعنی قوم میں پایا جاتا ہے۔

**جواب** : نعت کی تعریف مطلقاً کی قید سے بدل اور معطوف بحرف اور تاکید خارج ہو گئے۔اس لئے کہ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلالت کسی مادے کے ساتھ خاص نہ ہو اور مذکورۃ مثالوں میں بدل اور معطوف بحرف اور تاکید اگر چہ یہ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہے۔لیکن یہ دلالت ان مواد کی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔پس اگر ان کو مواد سے خالی کر لیا جائے تو یہ اس معنی پر دلالت نہیں کریں گے جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔مثلاً جب اعجبنی زید علمه کی بجائے اعجبنی زید غلامه کہا جائے تو بدل یعنی غلام یہ اس معنی پر دلالت نہیں

کرے گا جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو اسی طرح جب اعجبنی زید وعلمہ کی بجائے اعجبنی زید وغلامہ کہا جائے تو اس میں معطوف بحرف یعنی غلام یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا جو کہ اس متبوع میں پایا جاتا ہو اور اسی طرح جب جاء نی القوم کلھم کی بجائے جاء نی زید نفسہٗ کہا جائے تو تاکید یعنی نفسہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا جو کہ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو بخلاف صفت کے کہ اس کی دلالت متبوع کے معنی پر ہر حال میں اور ہر مادے میں ہوتی ہے۔

**قال الماتن** **و فائدته** ۔فائدے کے اعتبار سے نعت کی تقسیم کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فائدے کے اعتبار سے نعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) صفت مخصصه (۲) صفت موضحه (۳) صفت مادحه (٤) صفت ذامه (٥) صفت مؤكدة

**صفت مخصصه:** وہ ہے کہ جس کا موصوف نکرہ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی تخصیص ہو۔ تخصیص کا معنی ہوتا ہے قلت اشتراک یعنی صفت سے پہلے موصوف جن افراد پر صادق آتا تھا صفت کے بعد ان تمام افراد پر صادق نہ آئے بلکہ بعض پر آئے جیسے جاء نی رجل عالم اس میں صفت سے پہلے رجل عام تھا جو رجل عالم کو شامل تھا اور رجل جاھل کو بھی شامل تھا جب اس کی صفت عالم آئی تو اس کے ندر تخصیص آ گئی۔اور رجل جاہل اس سے خارج ہو گیا۔

**صفت موضحه :** وہ ہوتی ہے کہ جس کا موصوف معرفۃ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی توضیح ہو۔توضیح کا معنی ہوتا ہے رفع الاجمال عن المعارف جیسے جاء نی زید ن الظریف اس میں صفت سے پہلے زید کے اندر احتمال تھا کہ وہ ظریف ہے یا غیر ظریف ہے۔جب اس کی صفت الظریف آئی تو یہ احتمال رفع ہو گیا اور غیر ظریف اس سے خارج ہو گیا۔

**صفت مادحه :** وہ ہے جس کا موصوف معرفہ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی ثناء اور مدح ہو جیسے بسم الله الرّحمٰن الرحیم۔

**صفت ذامه :** وہ ہے کہ جس کا موصوف معرفہ وہ اور صفت سے مقصود موصوف کی مذمت ہو تخصیص یا توضیح مقصود نہ ہو جیسے اعوذ بالله من الشیطان الرجیم۔

**صفت مؤكدة :** وہ ہے کہ اس معنی کی تاکید کر دے جو اس کے موصوف سے مفہوم ہوتا ہے جیسے

نفخة واحدة اس میں واحدۃ اس وحدت کی تاکید کررہا ہے جو نفخۃ کی تاء کی تاء سے مفہوم ہو رہی ہے۔ان پانچوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ صفت مخصصہ اور موضحہ یہ کثیر الاستعمال ہیں باقی تین قلیل الاستعمال ہیں۔

**قال الشارح** غالبا ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: عبارت کے اندر اصل ایجاز اور اختصار ہوتا ہے تو مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ یوں کہتے وفائدتۂ، تخصیص او توضیح مدح او ذم او تاکید و قد یکون کا اضافہ کیوں کیا؟

**جواب**: تخصیص وتوضیح افادہ نعت میں کثیر ہیں اور ثناء ذم اور تاکید یہ افادہ نعت میں قلیل ہیں اس تقلیل پر دلالت کرنے کے لئے مصنف نے و قد یکون کا اضافہ کیا۔

**قال الشارح** ولما کان ۔اس عبارت کا تعلق صاحب کافیہؒ کی بعد میں آنے والی عبارت ولافصل کے ساتھ ہے۔ولافصل سے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں جمہور نحویوں پر رد کرنا ہے۔

مختلف فيه مسئله : یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے یا نہیں ہے۔جمہور نحویوں کا مذھب یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے حتی کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔مصنفؒ کا مذھب یہ ہے کہ نعت کا مشتق ہونا شرط نہیں ہے بلکہ جس طرح مشتق نعت واقع ہوسکتا ہے اسی طرح غیر مشتق بھی نعت واقع ہوسکتا ہے۔

ولما کان : سے مولانا جامیؒ کی غرض جمہور کے دھوکے اور وہم کے منشاء کو بیان کرنا ہے کہ انکو دھوکہ کہاں سے لگا مولانا جامیؒ نے بیان کیا کہ اکثر مواد میں نعت مشتق ہوتی ہے اس سے جمہور نحویوں کو وہم ہوا کہ نعت کا مشتق ہونا شرط ہے حتی کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔چونکہ مصنفؒ کے نزدیک یہ پسندیدہ نہ تھا اسی وجہ سے ولافصل سے جمہور نحوی پر رد کر دیا کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی جس طرح مشتق کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اسی طرح غیر مشتق کا نعت واقع ہونا بھی صحیح ہے۔بشرطیکہ اس غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔بطریق

خصوص ہو یا بطریق عموم ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمیع استعمالات میں ہو مثلاً تمیمی اور ذومال ۔ تمیمی یہ ہمیشہ اس ذات پر دلالت کریگا جو قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب ہو اور ذومال ہمیشہ اس معنی پر دلالت کرے گا جو صاحب مال ہو۔

بطریق خصوص : ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعض استعمالات میں پایا جائے۔ بایں طور کہ بعض موضع میں وہ معنی حاصل فی التبوع پر دلالت کرے اور بعض موضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے۔ جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے وہاں تو اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اور جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے وہاں اس کا نعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے جیسے مررت برجل ای رجل ۔ اس میں ای رجل کا معنی ہے کامل فی الرجولیت تو پس اس ترکیب کے اندر ای رجل کمال فی الرجولیت پر دلالت کر رہا ہے اور یہ ایسا معنی ہے جو اس کے متبوع یعنی الرجل میں پایا جاتا ہے لہذا اس کا نعت بننا صحیح ہے۔ اور ای رجل عندك اس میں ای رجل یہ اس معنی پر دلالت نہیں کر رہا بلکہ فقط ذات پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسی چیز مذکور نہیں جو موصوف ہونے کی صلاحیت رکھے نہ لفظا اور تقدیرا لہذا اس کا نعت بننا صحیح نہیں ہے۔ اور جیسے مررت بھذا الرجل اس میں ھذا دلالت کرتا ہے ذات مبہم پر اور الرجل دلالت کرتا ہے ذات معین پر اور ذات معین کی خصوصیت بمنزل ایسے معنی کے ہے جو ذات مبہم میں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے اندر الرجل کا ھذا کی نعت بننا صحیح ہے۔ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مررت بھذا الرجل میں الرجل یہ ھذا اسم اشارہ سے بدل ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اسم اشارہ سے عطف بیان ہے۔ اور جیسے مررت بزید ھذا اس میں زید مشار الیہ ہے اور ھذا ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات زید میں پایا جاتا ہے لہذا اس ترکیب کے اندر ھذا کا زید کی نعت واقع ہونا صحیح ہوا۔

**قال الشارح** ای لا فرق ۔ کہ کر ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم** : وہ وہم یہ تھا کہ شاید فصل سے مراد وہ فصل ہو جو باب کے مقابلے میں ہو۔

**جواب**: کہ فصل سے مراد نہ وہ فصل ہے جو جنس اور نوع کے مقابلے میں ہوتی ہے اور نہ فصل سے مراد وہ فصل سے جو باب کے مقابلے میں ہوتی ہے بلکہ فصل یہاں بمعنی فرق کے ہے۔

**قال الشارح** **فی صحت** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

**جواب**: عدم فرق سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مشتق کا نعت واقع ہو صحیح ہے اسی طرح غیر مشتق کا نعت واقع ہو بھی درست ہے۔

**قال الشارح** **ای لغرض** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: غرض کی اضافت معنی کی طرف درست نہیں ہے اس لئے کہ غرض شیئی اس شیئ میں مرتب ہوتی ہے اور معنی یہ وضع پر مرتب نہیں ہوتا اس لئے کہ معنی تو وضع سے مقدم ہے۔

**جواب**: اگر چہ نفس معنی وضع سے مقدم ہوتا ہے لیکن دلالت الفظ علی المعنی پر وضع مقدم نہیں ہے بلکہ اس سے مؤخر اور اس پر مرتب ہے۔

**ای فی**: کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عموماً کا نصب ظرفیت کی بنا پر ہے۔

**قال الشارح** **بان یدل** ۔سے ایک وہم کو دفع کرنا ہے

**وہم**: وہ وہم یہ تھا کہ شاید بعض استعمالات سے مراد بعض استعمالات عرب ہو۔

**جواب**: اس وہم کو دفع کر دیا کہ مراد یہ ہے کہ بعض مواضع معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے اور بعض مواضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے۔

**قال الماتن** **و توصف النکرہ** ۔سے ضابطے کا بیان

**ضابطہ**: صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جملہ خبریہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے اور جب جملہ خبریہ نکرہ کی صفت ہو اس کے اندر ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف راجع ہو۔

**لا المعرفۃ**: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں نکرہ کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے معرفہ سے اس لئے کہ جملہ خبریہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔

**قال الشارح** **التی ھی** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہونا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ موصوف اور صفت بنایا جائے تو مطابقت نہیں رہے گی اس لئے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے اور نہ معرفۃ ہوتا ہے کیونکہ معرفہ نکرہ اسم کی صفات ہیں اور جملہ خبریہ مرکب ہوتا ہے۔

**جواب** : یہ بات صحیح ہے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے اور نہ معرفہ ہوتا ہے لیکن نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے لہذا اس کو نکرہ کی صفت بنانا صحیح ہے جملہ خبریہ نکرہ کے حکم اس لئے ہے کہ جس طرح نکرہ مفرد مبہم پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جملہ خبریہ بھی مضمون مبہم پر دلالت کرتا ہے جیسے ضرب زید اس کا مضمون ضرب زید ہے یہ مضمون جملہ باعتبار تغلیظ اور تخفیف اور زمان اور مکان کے مبہم ہے۔

**قال الشارح** **لانّ الدلالۃ** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض توصف النکرہ بالجملۃ الخبریہ کی دلیل پیش کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دال ہو بدلالۃ المطابقۃ اور یہ بات جس طرح مفرد کے اندر پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔

**قال الشارح** **انما قید** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض جملہ کو خبریہ کے ساتھ اس لئے مقید کیا کہ جملہ انشائی صفت نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ موصوف اگر نکرہ ہو تو صفت کا فائدہ موصوف کی تخصیص ہے اور موصوف اگر معرفہ ہو تو صفت کا فائدہ موصوف کی توضیح ہے پس صفت کا ثابت ہونا ضروری ہے تا کہ وہ موصوف کی تخصص یا توضیح کا فائدہ دے اور جملہ انشائی اس بات پر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد طلب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ صفت نہیں بن سکتا۔ البتہ تاویل بعید کے ساتھ صفت بن سکتا ہے۔ مثلاً جب کہا جائے جاء نی رجل اضربہ تو اس کی تاویل اس طرح ہوگی جاء نی رجل مقول فی حقہ اضر بہ۔

**قال الشارح** **ای مستحق** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : یہ تاویل تب صحیح ہوگی جب یہ قول اس سے پہلے کسی ایک سے صادر ہوا ہو۔

**جواب:** مقول فی حقه اضربه سے مراد یہ ہے کہ هو المستحق لان یؤمر بضربه۔

**قال الشارح** **الا بتاویل بعید** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جس طرح جملہ انشائی میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ کے اندر بھی تاویل کی ضروت پڑتی ہے۔مثلاً ابوهٗ قائم جوکہ جاء نی زید ابوهٗ قائم کے اندر واقع ہے یہ قائم الاب کی تاویل ہے۔

**جواب** : اگرچہ جملہ خبریہ کے اندر تاویل بھی ہوتی ہے لیکن جملہ خبریہ کے اندر تاویل قریب ہوتی ہے اور جملہ انشائی کے اندر تاویل بعید ہوتی ہے جملہ خبریہ کے تاویل قریب اس لئے ہوتی ہے کہ وہ نفس جملہ میں ہوتی ہے بخلاف انشائیہ کے تو اس کے اندر تاویل نفس جملہ میں نہیں ہوتی بلکہ امر خارج عن الجملہ کے ملانے سے ہوتی ہے۔جیسے جاء نی رجل مقول فی حقه اضربه اس میں مقول فی حقه خارج عن الجملۃ ہے۔

**قال الشارح** **فیها** ۔سے یلزم کے صلے کو بیان ہے۔

**الراجع** : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ جملہ جونکرہ کے صفت بنے اس میں مطلق ضمیر کا ہونا لازمی نہیں بلکہ اس ضمیر کا ہونا ضروری ہے جونکرہ کی طرف راجع ہو۔للربط سے ضمیر کے اندر ہونے کی علت کو بیان کررنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جملہ خبریہ جونکرہ کی صفت بنے اس کے اندر ضمیر کا ہونا اس لئے لازم ہے کہ تا کہ موصوف اور صفت کے درمیان ربط پیدا ہو جائے جیسے جاء نی رجل قائم ابوه اس میں رجل موصوف ہے اور قائم ابوہ اس کی صفت ہے اورہٗ ضمیر رابط ہے۔اور جب جملہ کے اندر ضمیر نہ ہوتو چونکہ مستقل بنفسہا ہوتا ہے وہ غیر کے ساتھ ارتباط کا تقاضہ نہیں کرتا لہذا وہ موصوف کے اعتبار سے اجنبی ہوگا۔لہذا اس کا صفت بنا صحیح نہ ہوگا۔جیسے جاء نی رجل زید عالم۔

**قال الشارح** **و یوصف بحال الموصوف** ۔صفت کی دوقسمیں ہیں۔(۱)صفت بحال الموصوف (۲)صفت بحال متعلق الموصوف۔

**صفت بحال الموصوف** : وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو ذات موصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجل حسن اس میں حسن یہ ذات موصوف یعنی رجل میں پایا جاتا ہے۔

**صفت بحال متعلق الموصوف** : وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے بالذات موصوف کے متعلق میں پایا جائے اور بالاعتبار موصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجلٍ حسنٍ غلامہ ۔اس میں رجل کا حسن الغلام ہونا یہ ایسا معنی ہے جو رجل کے اندر پایا جاتا ہے اگرچہ بالاعتبار اس لئے کہ جس رجل کا غلام اچھا ہو وہ اس اعتبار سے اچھا ہے کہ اس کا غلام اچھا ہے۔

**قال الماتن** **فالاول** ۔صفت کی پہلی قسم یعنی صفت بحال الموصوف یہ دس (۱۰) چیزوں میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے وہ دس (۱۰) چیزیں یہ ہیں:

(۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (٤) تعریف (٥) تنکیر
(٦) افراد (۷) تثنیه (۸) جمع (۹) تذکیر (۱۰) تانیث

**قال الشارح** **ای اللنعت** ۔سے فالاول کے مصداق کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّل سے مراد صفت بحال الموصوف ہے۔

**قال الشارح** **یوجد منها** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : تعریف اور تنکیر کے درمیان اور اسی طرح تذکیر و تانیث میں اور اسی طرح رفع نصب جر میں اور اسی طرح افراد تثنیہ جمع کے درمیان تناقض ہے تو صفت کی پہلی قسم ان دس (۱۰) چیزوں اپنے متبوع کے مطابق کیسے ہوسکتی ہے۔

**جواب** : ہر ترکیب میں بالفعل چار چیزیں پائی جائیں گی۔تعریف و تنکیر میں سے ایک اور رفع نصب جر میں سے ایک اور تذکیر و تانیث میں سے ایک اور افراد تثنیہ میں سے ایک۔ رفعاً و نصباً و جراً اس لئے کہا کہ اعراب کی تین قسمیں ملا کر امور عشرہ بنتے ہیں۔اگر صرف اعراب مراد لیا جائے تو پھر امور عشرہ نہ ہونگے بلکہ امور ثمانیۃ ہونگے۔

**قال الشارح** **الا** ۔کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : ضابطہ مذکور کہ صفت بحال الموصوف امور عشرہ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے۔

منقوض ہے۔ امرأۃ جریح اور رجل علامۃ کے ساتھ اس لئے کہ ان کے اندر صبور اور جریح اور علامۃ یہ صفت بحال الموصوف ہیں حالانکہ موصوف اور صفت کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت نہیں ہیں۔

**جواب**: یہ ضابطہ مذکورۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ استثناء کا ضابتہ یہ ہے کہ جب صفت ایسا اسم ہو کہ جس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوں جیسے فعول بمعنی فاعل جیسے رجل صبور بمعنی رجل صابر اور امرأۃ صبور بمعنی امرأۃ صابرۃ یا فعیل بمعنی مفعول جیسے رجل جریح بمعنی رجل مجروح اور امرأۃ جریح بمعنی امرأۃ مجروحۃ یا صفت مونث ہو جو مذکر پر جاری ہو جیسے علامۃ تو پھر صفت بحال الموصوف ان چار چیزوں میں اپنے موصوف کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف تین میں مطابقت ضروری ہے۔ رفع نصب جر میں سے ایک اور افراد تثنیہ میں سے ایک اور تعریف و تنکیر میں سے ایک تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری نہیں ہے۔

**قال الشارح** و الثانی ای النعت ۔صفت کی دوسری قسم یعنی صفت بحال متعلق الموصوف وہ امور مذکورۃ میں سے فقط پہلے پانچ میں یعنی رفع نصب جر اور تعریف و تنکیر میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور باقی پانچ یعنی افراد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث میں وہ فعل کی مثل ہے۔

ای النعت : سے ثانی کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔

و ھی الرفع : سے خمسۃ کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ وہ رفع نصب جر اور تعریف و تنکیر ہے۔

**قال الشارح** یوجد ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: رفع نصب جر کے درمیان اور اسی طرح تعریف و تنکیر کے تناقض ہے تو پھر ان تمام چیزوں میں صفت بحال متعلق الموصوف اپنے موصوف کے تابع کیسے ہوگی۔

**جواب**: ہر ترکیب میں بالفعل دو پائی جائیں گی ان میں سے رفع نصب جر میں سے ایک اور

تعریف وتنکیر میں سے ایک۔

**قال الشارح** لشبهة ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض باقی پانچ میں فعل کی مثل ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت بحال متعلق الموصوف امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل اس لئے ہے کہ وہ فعل کے مشابہ ہے۔

وجه شبه: یہ ہے کہ جس طرح فعل اپنے مابعد یعنی فاعل کی طرف مسند ہوتا ہے اسی طرح صفت بحال متعلق الموصوف بھی اپنے مابعد یعنی فاعل کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

یعنی بنظر : سے مولانا جامیؒ کی غرض صفت بحال متعلق الموصوف کے امور عشرہ میں سے باقی پانچ کے اندر فعل کی مثل ہونے کی وضاحت کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے فاعل کو دیکھا جائے گا۔اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو صیغہ صفت کو مفرد لایا جائے گا۔خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے مررت برجل قاعد غلامه، اور مررت برجلین قاعدِ غلامهما۔ اور مررت برجل قاعدِ غلمانهم جیسا کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے۔خواہ فاعل اسم ظاہر مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے مررت برجل یقعد غلامه اور مررت برجلین یفعد غلامهما اور مررت برجال یقعد غلمانهم۔اور اگر صفت کا فاعل مذکر ہو تو صیغہ صفت کو مذکر لایا جائے گا جیسے مررت بامرأةٍ قائم ابوها جیسا کہ جب فعل کا فاعل مذکر ہو تو فعل کو مذکر لایا جاتا ہے جیسے مررت بامرأة یقوم ابوها اور اگر صفت کا فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان فاصلہ نہ ہو تو صفت کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے مررت برجلٍ قائمةٍ جاریةٍ جیسا کہ جب فعل کا فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ نہ وہ تو فعل کو مونث لانا واجب ہوتا ہے جیسے مررت برجلٍ تقوم جاریةٌ اور اگر صفت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو تو صفت کو مذکر لانا بھی جائز ہے۔اور مونث لانا بھی جائز ہے۔صفت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو اس کی مثال جیسے مررت برجل معمور دره یامعمورة داره اور صفت کا فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو جیسے مررت برجل قائم فی الدارجارية ،یاقائمه فی الدار جاريته' جیسا کہ جب

فعل کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر لانا اور مونث لانا دونوں جائز ہوتا ہے۔ فاعل مونث غیر حقیقی ہو جیسے مررت برجل یعمر دارہ یا تعمر دارہ اور فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو جیسے مررت برجل یقوم فی الدار جاریۃ یا تقوم فی الدار جاریۃ۔

**قال الشارح** **فان قلت** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے جواب دینا ہے۔

**سوال** : جس طرح صفت بحال متعلق الموصوف امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے اسی طرح صفت بحال الموصوف بھی امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے۔اس لئے کہ کہ صفت بحال الموصوف کا فاعل اس ضمیر کی مثل ہوتا ہے جو فعل کے اندر مستتر ہو اور موصوف کی طرف راجع ہو اور فعل جب ضمیر کی طرف مسند ہو تو اگر اس ضمیر کا مرجع مفرد مذکر ہو تو فعل کو مفرد مذکر لایا جاتا ہے اور اگر ضمیر کا مرجع تثنیہ ہو تو فعل کے ساتھ الف کو لاحق کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس ضمیر کا مرجع جمع مذکر ہو تو فعل کے ساتھ واو کو لاحق کیا جاتا ہے اور اگر اس ضمیر کا مرجع واحد مونث ہو تو فعل کو مونث لایا جاتا ہے۔۔تو چونکہ صفت بحال الموصوف کا فاعل فعل کی ضمیر کی مثل ہے لہذا صفت بحال الموصوف کے اندر جو ضمیر ہو گی اگر اس ضمیر کا مرجع مفرد ہو تو اس کو مفرد لایا جائے گا اور اگر اس کا مرجع تثنیہ ہو تو صفت کے ساتھ الف کو لاحق کیا جائے گا اور اگر اس کا مرجع جمع مذکر عاقل ہو تو صفت کے ساتھ واو کو لاحق کیا جائے گا اور اگر اس ضمیر کا مرجع واحد مونث ہو تو صفت کو مونث لایا جائے گا۔مثلاً نعت کی صورت میں یوں کہا جائے گا مررت برجل ضاربٍ مررت برجلین ضاربین اور مررت برجل ضاربین مررت باءأۃ ضاربۃ اور مررت با مرأتین ضارن اور مررت بنسوۃ ضارباتٍ جیسا کہ فعل کی صورت میں کہا جائے گا مررت برجل یضرب اور مررت برجلین یضربان اور مررت برجالٍ یضربون اور مررت بامرأۃ تضرب اور مررت با مرأتین تضربان اور مررت بنسوۃ یضربن تو جب صفت بحال الموصوف بھی باقی

پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے تو پھر صفت بحال متعلق الموصوف کی تخصیص کیوں کی۔

**جواب**: اس مقام میں دراصل موصوف کی طرف دونوں وصفوں کی نسبت کو بیان کرنا ہے تبعیت اور عدم تبعیت کے اعتبار سے چونکہ وصف اوّل امور عشرہ میں اپنے موصوف کے مطابق تھی (تابع) اوراس کا امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کے مشابہ ہونا یہ اس کو اس تبعیت سے خارج نہیں کرتا اسی وجہ سے وصف اول میں صرف امور عشرہ میں تبعیت کے حکم پر اکتفاء کرلیا۔ بخلاف صفت ثانی کے کہ وہ امور عشرہ میں سے پہلے پانچ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور آخری پانچ میں وہ موصوف کے ساتھ تابع نہیں ہوتی تو جب پہلی پانچ میں موصوف کے ساتھ تبعیت کے ساتھ حکم لگادیا تو آخری پانچ میں عدم تبعیت کے حکم پر اکتفاء نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ منضبط نہیں ہے کیوں کہ کہیں تو وصف کا افراد مناسب ہوتا ہے اور کہیں اس کی تذکیر مناسب ہوتی ہے اور کہیں اس کی تانیث بلکہ اس کی عدم تبعیت کا ایک ضابطہ بیان کردیا کہ وہ ظاہر مابعد کے اعتبار سے یعنی وہ اپنے متعلق کے اعتبار سے فعل کی مثل ہے تاکہ عدم تبعیت کے وقت بھی اس کا حال معلوم ہوجائے۔

**قال الشارح** **ومن ثم حسن قام رجل** ۔ سے ضابطہ مذکورۃ کہ وصف ثانی آخری پانچ چیزوں میں سے فعل کی مثل ہے اس پر تفریع کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ وصف ثانی باقی پانچ چیزوں میں فعل کی مثل ہے اسی وجہ سے قام رجل قاعد غلمانه یہ ترکیب حسن ہے جیسا کہ قام رجل یقعد غلمانه حسن ہے اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل مفرد لایا جائے گا۔ اور قام رجل قاعدة غلمانه یہ ترکیب بھی حسن ہے جیسا کہ قام رجل تقعد غلمانه یہ ترکیب بھی حسن ہے۔ کیونکہ غلمان فاعل ہے مونث غیر حقیقی ہے۔ اس لئے کہ جمع جماعت کی تاویل میں ہوتی ہے اور جب فاعل مونث غیر حقیقی ہو تو اس کو مونث لانا بھی صحیح ہوتا ہے۔ اور مذکر لانا بھی صحیح ہوتا ہے۔

وضعف قام رجل قاعدون غلمانه : یہ ترکیب ضعیف ہے اس لئے کہ یہ ترکیب قام رجل

یقعدون غلمانہ کی مثل ہے اور جس طرح وہ ضعیف ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ علامت تثنیہ یا جمع کا الحاق ضعیف ہوتا ہے۔

**و یجوز قام رجل قعود غلمانه** : یہ ترکیب جائز ہے نہ ضعیف ہے اس لئے کہ اگر چہ جمع ہے جیسے قاعدون جمع ہے اور غلمانه فاعل اسم ظاہر ہے مگر چونکہ عدم صفت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے تو اسم مشابہ للفعل کو مکسر کیا تو یہ لفظا فعل کی موازنت اور مناسبت سے خارج ہو گیا اس لئے کہ فعل کی تکسیر نہیں ہیں کی جاتی تو پس یہ ترکیب قاعد غلمانه کی مثل بھی نہیں ہے جو کہ حسن ہے، اور نہ یقعدون غلمانه کی مثل ہے جو کہ ضعیف ہے اسی وجہ سے یہ ترکیب جائز ہے حسن بھی نہیں ہے اور ضعیف بھی نہیں ہے۔

**قال الشارح الا ان تخرج** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : جب یقعدون غلمانه کی مثل میں بظاہر دو فاعل جمع ہیں تو اس کو ممتنع ہونا چاہئے نہ کہ ضعیف تو پھر اس پر ضعف کا حکم کیوں لگایا گیا؟

**جواب**: اس پر امتناع کا حکم اس لئے نہیں لگایا جا سکتا کہ اس میں تین طرح سے تاویل کی گئی ہے۔

(۱) واو اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے، جب واو اسم نہیں ہے تو اجتماع فاعلیت لازم نہ آیا کیونکہ فاعل اسم ہوتا ہے۔

(۲) واو فاعل ہے اور اسم ظاہر فاعل سے بدل ہے نہ کہ فاعل۔

(۳) اسم ظاہر فاعل نہیں ہے بلکہ وہ مبتدأ مؤخر ہے اور فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ بن کر خبر مقدم ہے۔

**قال الماتن و الضمير لا يوصف** ۔ ضابطہ کا بیان

**ضابطه** : جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر موصوف واقع نہیں ہوتی۔

**لان ضمير المتكلم** : سے اس کی دلیل کا بیان ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب موصوف معرفہ ہوت وصفت کا فائدہ موصوف کی توضیح ہوتی ہے۔ چونکہ ضمیر متکلم اور مخاطب اعرف

المعارف ہونے کی وجہ سے توضیح کی محتاج نہیں ہے اس لئے ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

**قال الشارح** **و حمل علیهما** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تقریب تام نہیں ہے اس لئے کہ مدّعیٰ یہ ہے کہ مطلق ضمیر موصوف نہیں بن سکتی خواہ وہ ضمیر متکلم ہو یا مخاطب ہو یا غائب اور دلیل جو دی ہے وہ ضمیر متکلم اور مخاطب میں جاری ہوتی ہے غائب میں جاری نہیں ہوتی۔

**جواب**: ضمیر غائب کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب پر محمول کیا گیا ہے طرداللباب۔

**قال الشارح** **و علی الوصف الموضح** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر وصف موضحہ کی محتاج نہیں لیکن وصف ذامہ اور وصف موکدہ اور وصف مادحہ کی طرف عدم احتیاجی ثابت نہیں ہے۔لہذا ضمیر کو وصف مادحہ وغیرہ کے ساتھ موصوف ہونا چاہئے۔

**جواب**: وصف مادحہ اور ذامہ اور موکدہ کو محمول کیا گیا ہے وصف موضحہ پر طرداً للباب۔

**قال الماتن** **و لا یوصف به** ۔ضابطہ کا بیان

**ضابطه**: جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی۔

**لانه لیس**: سے اس دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت اس معنی پر دلالت کرتی ہے جو ذات موصوف کے ساتھ قائم ہو اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے ایسی معنی پر دلالت نہیں کرتی جو ذات موصوف کے ساتھ قائم ہو اسی وجہ سے ضمیر صفت نہیں بن سکتی۔

**قال الشارح** **و کانه** ۔کافیہ کے بعض نسخوں میں یہ نہیں ہے شیخ رضیؒ نے اسی نسخے سے شرح کی اور ایک اعتراض نقل کیا کہ مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ وہ اس ضابطے کو بیان کرتے پھر از خود جواب دیا کہ چونکہ یہ ضابطہ بعد والے ضابطے یعنی والموصوف سے سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔بعض شارحین نے شیخ رضیؒ پر اعتراض کیا کہ شیخ رضیؒ کا یہ عذر درست نہیں ہے اس لئے کہ متن کے اندر یہ ضابطہ ہے۔

**وکانہٗ لم یقع:** سے مولانا جامی نے جواب دیا کہ بعض نسخوں میں یہ ضابطہ نہیں ہے اور شیخ رضیؒ کی نظر اس پر پڑی اسی وجہ سے شیخ رضی نے یہ اعتذار پیش کیا۔ باقی **و لا یوصف یہ و الموصوف اخصُ** سے اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ ضمیر اعراف المعارف ہے پس اگر ضمیر کو صفت بنایا جائے تو موصوف سے اخص ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر صفت نہیں بن سکتی اس لئے کہ موصوف صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **ای الموصوف** ۔ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : یہ ضابطہ منقوض ہے حیوان ناطق کے ساتھ اس لئے کہ حیوان موصوف ہے حالانکہ یہ نہ صفت سے اخص ہے اور نہ مساوی ہے بلکہ اس سے اعم ہے۔

**جواب**: مراد موصوف سے موصوف معرفہ ہے اور حیوان نکرہ ہے۔

**قال الشارح** **اشد اختصاصاً** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : الحیوان الناطق میں الحیوان موصوف معرفہ ہے اس کے باوجود نہ یہ صفت سے اخص ہے اور مساوی ہے بلکہ اس سے اعم ہے۔

**جواب**: اخص سے مراد اخص من حیث الصدق نہیں ہے بلکہ اخص سے مراد **اشد اختصاصاً بالتعریف و المعلومیت من الصفت** ہے۔ یعنی موصوف کی تعریف بہ نسبت صفت کی تعریف اور معلومیت کے زیادہ ہو اور الحیوان الناطق یہ من قبیل المساوی ہے کیوں کہ دونوں کی تعریف لام سے حاصل ہو رہی ہے۔

**لانہ لو لم یکن:** والموصوف اخص کی دلیل کا بیان ہے کہ صفت اور موصوف میں مقصود اصلی موصوف ہوتا ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ موصوف صفت سے اکمل ہو یا اگر اس سے اکمل نہ ہو تو کم از کم اس کے مساوی ہو اور اس سے کم درجے تو نہ ہو۔ ورنہ غیر مقصود کی مقصود پر فوقیت لازم آئے گی جو کہ جائز نہیں ہے۔

**والمنقول عن** سے تعریف کے مراتب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ سے منقول

ہے اور جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ اعرف المعارف ضمائر ہیں اور پھر اعلام ہیں اور پھر اسماء اشارہ ہے اور پھر معرّف باللّام اور موصولات ان کے درمیان مساوات۔

**قال الماتن** **ومن ثم لم يوصف ذواللام** ۔سے ضابطہ مذکورہ یعنی والموصوف اخص پر صاحب کافیہ تفریع کا بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ موصوف صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہوتا ہے اسی وجہ سے معرّف باللّام کی صفت معرّف باللّام ہی لائی جائے گی یا موصول اس لئے کہ موصول اس حیثیت سے معرّف باللّام کے مماثل اور مشابہ ہے کہ دونوں کے درمیان مساوات فی التعریف ہے۔اب اگر معرب باللام کی صفت موصول لائی جائے تو بھی موصوف اور صفت کے درمیان مساوات ہو جائے گی۔معرّف باللّام کی صفت معرّف باللّام کی مثال جاء نی الرجل الفاضل معرف باللّام کی صفت موصول ہو جیسے جاء نی الرجل الذی کان عندك امس او با لمضاف الی مثله یعنی یا معرّف باللّام کی صفت یا مضاف الی المعرف باللام کے ساتھ لائی جائے گی خواہ وہ بلا واسطہ یعنی مضاف اور مضاف الیہ معرف باللا کے درمیان کوئی فاصلہ ہو یا نہ ہو، فاصلہ نہ ہو اس کی مثال جیسے جاء نی الرجل صاحب الفرس اس میں مضاف یعنی صاحب اور مضاف الیہ الفرس کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور فاصلہ ہوا کی مثال جیسے جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس اس میں مضاف یعنی صاحب اور مضاف الیہ یعنی لفرس کے درمیان لجام کا فاصلہ ہے۔

**قال الشارح** **لان تعريف المضاف** ۔سے معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام کے صحیح ہونے کی علت کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے اور غیر سیبویہ یعنی مبرد کا مذہب یہ ہے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف سے انقص ہوتی ہے۔پس اگر معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام لائی جائے تو سیبویہ کے مذہب کے مطابق موصوف صفت کے مساوی ہو جائے گا اور غیر سیبویہ کے مذہب کے مطابق صفت موصوف سے انقص ہو جائے گی تو

لہذا والموصوف والا ضابطہ اپنے حال پر باقی رہے گا۔

**قال الشارح** **بخلاف سائر** ۔اس کا تعلق ولم یوصف باللام کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ معرف باللام اور موصول کے علاوہ باقی معارف ان سے اخص ہیں اسی وجہ سے انکی صفت معرّف باللام اور موصول تو واقع ہوسکتی ہے لیکن بقیہ معارف میں سے کوئی واقع نہیں ہوسکتی ہے ورنہ صفت موصوف سے اخص ہوجائے گی۔

**فلو وقع :** اگر کہیں ایسا ہو کہ اخص غیر اخص کی نعت واقع ہو مثلاً معرف باللام کی صفت مضاف الی العلم واقع ہو جیسے جاءنی رجل صاحب زید صاحب ھذا المذھب کی صفت کے نزدیک وہ صفت پر محمول نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بدل پر محمول ہوگا۔

**قال الماتن** **و انما التزم وصف باب ھذا** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : والموصوف اخص او مساوٍ اس ضابطے کا تقاضہ یہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ اور معرف باللام اور موصول اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول واقع ہونا صحیح ہونا چاہئے اسم اشارہ تو اس لئے کہ اس وقت موصوف صفت کے مساوی ہوجائے گا جیسا کہ ظاہر ہے۔اور معرف باللام اور موصول اس لئے کہ انکی تعریف اسم اشارہ کی تعریف سے انقص ہے لہذا اس صورت میں موصوف میں صفت سے اخص ہو جائے گا اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول یہ اس لئے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے یا اس سے انقص ہوتی ہے لہذا موصوف صفت، سے اخص ہوجائے گا۔تو پھر اس بات کی کیا وجہ کہ اسم اشارہ کی صفت کے لئے معرف باللام کو خاص کرلیا گیا ہے۔

**جواب** : اسم اشارہ میں بحسب الوضع ابہام ہوتا ہے جو جنس کو بیان کرنے کا مقتضی ہوتا ہے تو پس جب اس کے ابہام کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو یہ اس کی مثل کے ساتھ متصور نہیں ہو سکتا۔اس لئے کہ وہ تو خود مبہم ہے وہ دوسرے کے ابہام کو کیسے رفع کرے گا۔اس لئے اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ واقع نہیں ہوسکتا۔اور مضاف الی معرف باللام اور مضاف الی الموصول ان کے

ساتھ بھی ابھام کو رفع کرنا نامناسب ہے اس لئے کہ خود مضاف کے اندر ابھام ہوتا ہے وہ اپنا ابھام مضاف الیہ کے ذریعے رفع کرتا ہے۔ اب اس کے ذریعے سے ابھام رفع نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ استعارہ من المستعیر اور سوال من المحتاجَ الفقیر کی مثل ہے تو چونکہ اسم اشارہ بھی اسم اشارہ کی صفت نہیں بن سکتا اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول بھی اسکی صفت واقع نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے معرف باللام متعین ہوا۔

لتعيينه في نفسه: یعنی اس اعتبار سے کہ لام تعریف کے لئے موضوع ہے پس معرف باللام معرفہ بنفسہ ہو جائے گا اور جنس پر دلالت کرے گا۔

**قال الشارح و حمل** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جس طرح اسم اشارہ کی صفت معرف باللام واقع ہوسکتی ہے اسی طرح موصول اپنے صلے کے ساتھ مل کر صفت بن سکتا ہے جیسے مررت بهذا الذی کرم اس میں الذی کرم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر ھذا کی صفت ہے پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ اسم اشارہ کی صفت معرف باللام ہی لائی جائے گی۔

**جواب**: یہ معرف باللام پر محمول ہے اس لئے کہ موصول اپنے صلے کے ساتھ مل کر اس ابھام کو رفع کرنے میں معرف باللام کی مثل ہے۔

**قال الشارح و من ثم ضعف** ۔ یہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اس اشارہ کی صفت کا التزام معرف باللام کے ساتھ یہ بیان جنس کے ذریعے ابھام کو رفع کرنے کے لئے ہے اس وجہ سے مررت بهذا الابيض یہ ترکیب ضعیف ہے اس لئے پھر اس کے ذریعے جنس مبہم واضح نہیں ہو رہی کیونکہ ابیض عام ہے یہ کسی جنس کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن ممتنع اس لئے نہیں کہ فی الجملہ ابھام جاتا رہا معلوم ہو گیا کہ یہ ابیض ہے اسود نہیں ہے اور مررت بهذا العالم یہ ترکیب حسن ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی کہ مشار الیہ انسان بلکہ مذکر ہے کیونکہ عالم مذکر ہے۔

# ﴿بحث عطف بالحروف﴾

صاحب کافیہؒ دوسرے تابع عطف بالحروف کی بحث بیان کرر ہے ہیں۔

**قال الماتن** **العطف تابع** ۔صاحب کافیہؒ کی اس عبارت میں تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عطف بحرف وہ تابع ہے جو نسبت سے مقصود ہو بمعہ اپنے متبوع کے

**یعنی المعطوف** : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : تابع کا حمل العطف پر صحیح نہں ہے اس لئے کہ تابع دلالت کرتا ہے ذات مع الوصف پو اور عطف فقط وصف پر تو اس صورت میں ذات مع الوصف کا حمل لازم آئے گا وصف پر جو کہ ناجائز ہے۔

**جواب** : یہاں عطف مبنی للمفعول ہے۔لہذا حمل صحیح ہو جائے گا۔

**بالحرف** : سے مولانا جامیؒ نے اشارہ کیا کہ عطف پر جو الف لام داخل ہے یہ عھد کا ہے۔ عطف سے عطف بالحرف ہے۔

**قال الشارح** **ای قصد نسبة** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : **مقصود** کی ضمیر راجع ہے تابع کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ ذات تابع مقصود ہوتی ہے۔حالانکہ معاملہ ایسے نہیں ہے۔

**جواب** : یہاں مقصود کی نسبت تابع کی طرف مجازی ہے حقیقت میں معطوف کا نائب فاعل نسبت ہے پس یہ صفت بحال الموصوف سے نہیں بلکہ نعت بحال متعلق الموصوف کے قبیل سے ہے۔اب معنی یہ ہوگا معطوف وہ تابع ہے جس کی نسبت مقصود ہو اور نسبت میں تعمیم ہے کہ تابع کی نسبت کسی شیئ کی طرف ہو جیسے زید قائم ذاھب اس میں ذھاب کی نسبت زید کی طرف ہے یا کسی شیئ کی نسبت تابع کی طرف ہو جیسے جاءنی زید و عمرو اس میں مجیئت کی نسبت عمرو کی طرف ہے۔

**قال الشارح** **الواقعة فی الکلام** ۔ سے اشارہ کیا کہ الواقعہ پر جو الف لام ہے یہ

الف لام عہد کا ہے اس نسبت سے مطلق نسبت مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ نسبت ہے جو کلام میں واقع ہو۔

**قال الشارح** **فقوله فی النسبة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو رفع کرنا ہے۔

**وہم**: وہ وہم یہ تھا کہ شاید بالنسبت متعلق ہو متلبس کے اس وقت مقصود بالنسبت کے ساتھ باقی توابع سے احتراز نہ ہوتا اس لئے کہ تلبس بالنسبت باقی توابع میں بھی موجود ہے۔ بلکہ یہ متعلق ہے اس قصد کے جو مقصود سے مفہوم ہو رہا ہے۔

**ای کمایکون** : سے ایک وہم کو رفع کرنا ہے۔

**وہم**: وہ وہم یہ تھا کہ شاید مع متبوعہ متعلق ہو بالنسبت کے اس لئے کہ وہی قریب ہے اس وقت مع متبوعه کے ساتھ بدل سے احتراز نہ ہوتا۔

**جواب** : کہ مع متبوعہ یہ بالنسبت کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ متعلق ہے اس قصد کے جو مقصود سے مفہوم ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اس نسبت سے جس طرح تابع مقصود ہوتا ہے، اسی طرح متبوع بھی مقصود ہوتا ہے۔

**نحو جاءنی** : سے توضیح بالمثال کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جاءنی زید وعمرو میں عمرو یہ معطوف بحرف ہے۔

**فعمرو تابع**: سے مثال کے ممثل لہٗ پر منطبق ہونے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثال مذکور کے اندر عمرو معطوف بحرف ہے اس لئے کہ یہ معطوف ہے زید پر اور نسبت مجیٔ جو کہ کلام میں واقع ہے عمرو کی طرف اس نسبت مجیٔ کا قصد کیا گیا ہے جس طرح کہ اس نسبت مجیٔ کا زید کی طرف قصد کیا گیا ہے۔

**قال الشارح** **فقوله مقصود** ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف بحرف کی تعریف کے اندر تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔

**مقصود بالنسبت** بمنزل فصل اوّل کے ہے اس سے بدل کے علاوہ تمام توابع خارج ہو گئے۔

اس لئے کہ وہ مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوع مقصود ہوتے ہیں اور
مع متبوعہ بمنزل فصل ثانی کے ہے۔اس سے بدل خارج ہوگیا اس لئے کہ اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود فقط بدل ہوتا اس کے متبوع کا ذکر بطور تمہید کے ہوتا ہے۔

**قال الشارح** **قیل** ۔ایک اعتراض کو نقل کرکے اجیب سے اس کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: کہ معطوف بحرف کی تعریف مذکور جامع نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ تعریف معطوف بلا اور معطوف ببل اور معطوف بلکن معطوف بام اور معطوف باما اور معطوف باو پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ ان حروف میں سے کسی ایک کے ساتھ جو معطوف ہو تو مقصود بالنسبت تابع اور متبوع دونوں نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے ایک ہوتا ہے۔

**جواب**: اجیب تعریف مذکور میں متبوع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا ذکر تابع کے ذکر کیلئے بطور تمہید کے نہ ہو۔اور تابع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ متبوع کے لئے بطور فرع کے نہ ہو یعنی غیر مستقل نہ ہو اور وہ معطوف اور معطوف علیہ جو ان حروف ستہ میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوں وہ دونوں مقصود بالنسبت بهذا المعنی ہوتے ہیں یعنی متبوع کا ذکر تابع کے ذکر کے لئے بطور تمہید کے نہیں ہوتا اور تابع متبوع کے لئے بطور فرع کے نہیں ہوتا۔

**قال الشارح** **و لماتم الحد** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تعریف سے مقصود جمیع ماعدا سے امتیاز ہوتا ہے اور یہ مقصود ماسبق کے ساتھ حاصل ہو گیا۔لہذا یتوسط بینہ کے ساتھ اشتغال یہ اشتغال بمالایعنی ہے۔

**جواب**: یتوسط بینہ یہ زیادتی ایضاح کے لئے ہے۔

**قال الماتن** **یتوسط بینه و بین متبوعه** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان حرف عطف کا ہونا ضروری ہے۔

**قال الشارح** **و لم یکتف بقوله** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ معطوف بحرف کی تعریف یوں کرتا وھو تابع یتوسط بینه و بین متبوعه احد الحروف العشرة مقصود بالنسبت کو ذکر نہ کرتے اس لئے کہ تعریف سے مقصود و جمعیت اور منعیت ہوتی ہے جو اس سے حاصل ہو جاتی ہے۔

**جواب**: حروف عاطفہ کبھی صفات کی درمیان واقع ہوتے ہیں جیسے جاء نی زید العالم و الشاعر و الدبیر اس میں شاعر اور دبیر صفتیں ہیں کہ جن پر حرف عطف داخل ہے۔ پس وہ صفت کہ جس پر حرف عطف داخل ہو تو اس کی دو جہتیں ہیں (۱) یہ زید کی صفت ہے جو کہ معطوف علیہ کے واسطے سے اس کے تابع ہیں۔ (۲) یہ صفت متقدمہ یعنی العالم پر معطوف ہونے کی وجہ سے اس کے تابع ہیں اور ان صفتوں پر جھت اولیٰ سے آپ کی بیان کردہ تعریف صادق آتی ہے کہ یہ زید کے تابع ہیں اس لئے کہ یہ صفت ہیں۔ اگر مقصود بالنسبۃ مع متبوعہ نہ ہوتا تو یہ صفات معطوف بحرف کی تعریف میں جھت اولی سے داخل ہو جاتیں حالانکہ یہ اس جھت سے معطوف نہیں ہے پس معطوف بحرف کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہی۔

**قال الشارح** لان توسط۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب الشاعر اور الدبیر کے درمیان حرف عطف واقع ہے تو پھر الشاعر کو دبیر پر معطوف ہونا چاہئے اس لئے کہ دو چیزوں کے درمیان حرف عطف وہ ثانی کو اول پر یہ معطوف کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

**جواب**: دو چیزوں کے درمیان حرف عطف کا واقع ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ثانی کو اوّل پر عطف کرنے کے لئے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ واو استنافیہ ہو یا وہ واو حالیہ ہو۔

قیل: سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات تائید کرنا ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا واقع ہونا جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علامہ زمخشری کی نے اپنی کتاب کشاف کی متعدد جگہوں میں واو موصوف اور صفت کے درمیان اتصال الصفت بالموصوف کی تائید کے لئے واو کے واقع ہونے کو جائز رکھا ہے۔

حکم المصنف: مزید تائید پیش کرتا ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا ہونا جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مصنفؒ نے شرح مفصل میں استثناء کی مباحث میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قول وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا منذرون میں ولھا منذرون قریۃ کی صفت ہے حالانکہ درمیان میں واو عاطفہ موجود ہے تو پس اگر مصنفؒ اپنے قول یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ پر اکتفاء کر لیتے اور مقصود بالنسبت کو ذکر نہ کرتے تو اس جیسی صفات معطوف بحرف کی تعریف میں وہ داخل جاتیں حالانکہ یہ معطوف بحرف نہیں ہیں۔

نقل عن المصنف: سے اس بات کی مزید تائید ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا ہونا جائز ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امالی شرح کافیہؒ میں مصنف سے منقول ہے کہ مصنفؒ نے یہ کہا ہے العاقل جو جاء نی زید العاقل میں واقع ہے یہ تابع ہے اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عشرۃ میں سے ایک حرف واقع ہے حالانکہ یہ حقیقت میں معطوف بحرف نہیں ہے بلکہ یہ اسی حالت پر ہے کہ جس حالت میں اس پر تھا یعنی صفت ہے اگر معطوف بحرف کی تعریف یوں کی جاتی العطف تابع یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ تو بعض صفات معطوف بحرف کی تعریف میں داخل ہو جاتیں حالانکہ یہ معطوف بحرف نہیں ہیں۔

**قال الشارح** و انماحسن ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب جاء نی زید العالم و العاقل میں العاقل معطوف نہیں ہے تو اس پر حرف عطف کا دخول ناجائز ہونا چاہئے پھر اس پر حرف عطف کیوں داخل ہے؟

**جواب**: صفات پر حرف عطف کا داخل کرنا اس لئے مستحسن ہے کہ صفات اور معطوفات کے درمیان مشابہت پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جس طرح معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغایر ہوتا ہے اسی طرح موصوف اور صفت کے درمیان بھی تغایر ہوتا ہے۔

و قال بعضھم: بعض نحویوں نے کہا ہے کہ معطوف بحرف کی تعریف میں تابع یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ پر اکتفاء نہ کرنے کی وجہ مذکور میں ایک اشکال ہے وہ یہ ہے

کہ وہ حروف جو صفات کے درمیان واقع ہوں وہ بھی عاطفہ ہیں اس لئے کہ وہ جس طرح غیر صفات میں جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح وہ صفات کے اندر بھی جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں تو غیر صفات میں انکو عاطفہ قرار دینا اور صفات میں غیر عاطفہ قرار دینا یہ بغیر ضرورۃ داعیہ کے امر بعید کا ارتکاب ہے۔

**قال الماتن** **و اذا عطف علی الضمیر المرفوع** ۔ضابطے کا بیان

**ضابطہ**: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کا عطف کرنا مقصود ہو تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائے جائے گی پھر عطف کیا۔

**الضمیر** : ترکیب کا بیان المرفوع صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الضمیر ہے۔

**لا المنصوب** : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مرفوع کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے ضمیر منصوب اور مجرور سے۔

**بارزاً کان او مستتراً**: سے ایک وہم کو رفع کرنا ہے۔

**وہم**: وہ وہم یہ تھا کہ شاید ضمیر متصل سے مراد بارزہ اس لئے کہ مصنف نے مثال اسی کی دی ہے۔

**جواب**: بارزا سے اس وہم کو دفع کر دیا گیا ضمیر متصل میں تعمیم ہے خواہ بارز ہو یا مستتر ہو۔

**لا المنفصل** : سے اشارہ کیا ہے کہ متصل کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے منفصل سے۔

**قال الشارح** **و ذالك لانّ** ۔سے علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل جس فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے اس کی جزء کی مانند لفظاً بھی اور معناً بھی لفظاً اس طرح کہ یہ اس فعل کے ساتھ اس طرح متصل ہے کہ اس سے منفصل ہونا جائز نہیں اور معناً اس طرح کہ یہ فاعل ہے اور فاعل جزء کی مانند ہوتا ہے پس اگر تاکید کے بغیر اس پر کسی لفظ کا عطف کر دیا جائے تو ایسے ہوگا جیسے کلمے کے بعض حروف پر عطف کیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے۔لہذا اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے گی پھر اس پر عطف کیا جائے گا اس لئے کہ اس تاکید کے ساتھ یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ متصل اگرچہ جزء کی مانند ہے لیکن وہ بھی حقیقت میں منفصل اور

مستقل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بوقت تاکید اس کو اپنے فعل سے علیحدہ کر کے لانا جائز ہے پس ایک قسم کا استقلال حاصل ہو جائے گا۔

**قال الشارح** و لا یجوز ان یکون ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ اس لفظ کا عطف اس تاکید پر ہو مثلاً ضربت و انا و زید میں زید کا عطف ہو انا ضمیر پر۔

**جواب** : تاکید پر عطف جائز نہیں ہے اس لئے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس سے یہ لازم آئے گا یہ معطوف بھی تاکید کے لئے ہے جو باطل ہے اس لئے کہ مؤکد اور تاکید ایک دوسرے کا عین ہوتے ہیں اور مثال مذکور میں تاکید کا عین نہیں ہے۔

**قال الشارح** فان کان ۔ سے فوائد وقیود کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ متصل کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منفصل ہو جیسے ما ضرب الا انت و زید تو لفظاً فعل کی جزء مانند نہیں ہے۔ لہذا منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مرفوع کی قید اس لئے لگائی کہ ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منصوب متصل ہو جیسے ضربتك و زید اتو اس پر عطف کرنے کے لئے بھی تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ معناً جزء کی مثل نہیں ہے اس لئے کہ فعل فاعل پر تام ہوتا جاتا ہے۔ مفعول تو فضلہ ہوتا ہے ضربت انا و زید یہ ضمیر مرفوع متصل بارز پر عطف کرنے کی مثال ہے اور زید ضرب ھو و غلامہ یہ ضمیر مرفوع متصل مستتر پر عطف کرنے کی مثال ہے۔

**قال الماتن** الا ان یقع فصل ۔ سے ضابطہ مذکورۃ سے استثناء کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو ترک تاکید جائز ہے خواہ وہ فاصلہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو۔

لا نہ قد طال : سے استثناء مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فصل کے وجود سے کلام میں طوالت ہے اب اگر تاکید بالمنفصل کی جائے تو مزید طوالت ہو جائے گی حالانکہ کلام

میں مطلوب اختصار ہوتا ہے اس لئے تاکید کو چھوڑنے کے ساتھ اختصار مستحسن ہے۔

**سوآء کان :** سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم** : وہ وہم یہ تھا کہ شاید فصل سے مراد وہ فصل ہو جو حرف عطف سے پہلے اس لئے کہ مصنفؒ نے مثال اسی کی دی ہے۔

**جواب** : کہ فصل میں تعمیم ہے خواہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو حرف عطف سے پہلے کی مثال جیسے ضربت الیوم و زید اس میں زید کا عطف ہے تاءِ ضمیر مرفوع متصل پر جس میں الیوم کا فاصلہ ہے حرف عطف سے پہلے اور حرف عطف کے بعد کی مثال مااشرکنا ولا آباء نا جس میں آبانا یہ معطوف ہے اشرکنا کی ناءِ ضمیر پر اور لا زائدہ ہے جو کہ نفی کی تاکید کے لئے ہے۔

**قال الشارح و انما قال یجوز** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : صاحب کافیہؒ نے یجوز ترکہ کہا یجب ترکہ نہیں کہا۔

**جواب** : کبھی فصل کے باوجود منفصل کی تاکید لائی جاتی ہے۔ جیسے فکبکبو فیھا ھم و الغاوون اس میں الغاوون کا عطف ہے فکبکبو کی واو ضمیر پر اور فیھا یہ فاصل ہے اس کے باوجود ضمیر مرفوع منفصل یعنی ھم کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اور کبھی تاکید نہیں لائی جاتی جیسے ضربت الیوم و زید جب یہ دونوں امر مساوی ہیں اسی وجہ سے مصنفؒ نے یجوز ترکہ کہا یجب ترکہ نہیں کہا۔

**و اعلم ان مذھب :** سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مرفوع تاکید کے بارے میں مذاھب کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں کل تین مذاھب ہیں۔

(۱) نحاۃ بصریین کا مذھب کہ تاکید بالمنفصل اولیٰ ہے۔ اور تاکید فصل کے بغیر عطف جائز ہے مگر قبیح ہے۔

(۲) نحاۃ کوفۃ کا مذھب تاکید اور فصل کے بغیر عطف بلا قبیح جائز ہے۔

(۳) صاحب کافیہؒ کا مذھب یہ ہے کہ تاکید بالمنفصل واجب ہے۔

**سوال**: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مصنفؒ کے نزدیک تاکید بالمنفصل واجب ہے۔

**جواب**: یہ بات مفعول معہ کی بحث سے معلوم ہو چکی ہے۔

**قال الماتن** **و اذا عطف علی الضمیر المجرور** - ضابطے کا بیان

**ضابطہ**: جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود تو معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے جیسے مررت بك و بزید. اس میں زید کا عطف ہے کاف ضمیر مجرور پر اس لئے معطوف یعنی زید پر جار کا اعادۃ کیا گیا ہے۔

**قال الشارح** **حرفاً کان او اسماً** - مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کو چاہیئے تھا کہ اسم مضاف بھی ذکر کرتے اس لئے کہ اسم مضاف کا اعادہ بھی ضروری ہوتا ہے۔

**جواب**: خافض میں تعمیم ہے خواہ حرف ہو یا اسم ہو۔

**لان اتصاف**: سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود ہو تو معطوف پر جار کا اعادہ کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مجرور کا اتصال اپنے جار کے ساتھ اس فاعل کے اتصال سے زیادہ ہے جو فعل کے ساتھ متصل ہو اس لئے کہ فاعل اگر ضمیر متصل نہ ہو تو اس کا انفصال جائز ہے جب کہ ضمیر مجرور اپنے جار سے منفصل ہوتی ہی نہیں لہذا مجرور پر عطف مکروہ ہے اس لئے کہ یہ کلمے کے بعض حروف پر عطف کی مانند ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے۔

**قال الشارح** **و لیس للمجرور ضمیر** - مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ایسے کیوں نہیں ہو سکتا کہ اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ ضمیر مجرور کی تاکید لائی جائے پھر اس ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے جیسے کہ مرفوع متصل میں گذرا۔

**جواب**: مجرور کے لئے ضمیر منفصل ہے ہی نہیں کہ پہلے اس منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی

جائے پھراس پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے۔

**قال الشارح** و فی استعارۃ المرفوع ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: یہ کیوں جائز نہیں کہ مجرور منفصل کے لئے ضمیر مرفوع منفصل کا استعارہ کرلیا جائے اور پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ ضمیر مجرور کی تاکید لائی جائے پھراس ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے۔

**جواب**: ضمیر مجرور منفصل کے لئے مرفوع منفصل کے استعارہ میں مرفوع کی ذلت ہے اس لئے کہ مرفوع عمدۃ ہے اور مجرور فضلہ ہے تو فضلہ میں عمدہ کو استعمال کرنے میں عمدۃ کی ذلت ہے۔

**قال الشارح** و لا یکتفی بالفصل ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: فصل کی صورت میں معطوف پر جار کا اعادہ واجب نہ ہو جیسے کہ ضمیر مرفوع متصل میں گذر چکا ہے۔

**جواب**: اختصار کی غرض سے ہی تاکید بالمنفصل کے ترک کے جواز میں فصل کی تاثیر تھی اور جہاں عدم منفصل کی وجہ سے تاکید بالمنفصل ممکن ہی نہیں ہے تو وہاں فصل کے لئے کوئی اثر متصور نہیں ہوگا اس لئے کہ فصل تو تاکید بالمنفصل کا خلیفہ ہے جب اصل عدیم الوجود ہونے کی وجہ سے ممکن ہے تو اس کا خلیفہ یعنی فصل بطریق اولیٰ ناممکن ہوگا۔اس لئے معطوف میں جار کا اعادہ واجب ہے۔مررت بك و بزید یہ جار کے اعادے کی مثال ہے اور المال بینی و بین زید یہ اسم مضاف کے اعادے کی مثال ہے۔

**قال الشارح** و جرہٗ بالاول ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: اس صورت میں تو ایک معمول پر دو مستقل عاملوں کا دخول لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے۔

**جواب**: معطوف کی جر عامل اوّل کی وجہ سے ہے اور عامل ثانی معنیً کالعدم ہے۔اس کی دلیل عربیوں کا قول ہے بینی و بینك اس لئے کہ بین مضاف ہوتا ہے متعدد کیطرف اگر معطوف کی جر عامل ثانی کی وجہ سے ہو اور وہ معنًی کالعدم نہ ہو تو لازم آئے گا کہ بین غیر متعدد کی طرف مضاف

ہو جائے جو کہ جائز نہیں ہے۔

**قال الشارح** و قيل جرّهٗ ۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ معطوف کی جر عامل ثانی کی وجہ سے ہے جیسا کہ کفی با اللہ میں با زائدۃ ہے لیکن اس کے باوجود لفظ اللہ کی جر باء کی وجہ سے ہے۔

و هذا الذی : سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف رنا مقصود ہوتو معطوف پر جار کے اعادے کے لزوم کے بارے میں مذاھب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دو مذھب ہیں۔

(۱) نحاۃ بصرۃ کا کلام منثور میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم ہے اور کلام منظوم میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

(۲) نحاۃ کوفۃ کا کہ کلام منثور میں بھی معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں ہے وہ استدلال کرتے ہیں اشعار سے۔

فان قيل: سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کا عطف کرنے کے لئے تاکید بالمنفصل ضروری ہے لیکن ضمیر متصل کی تاکید لانے میں تاکید بالمنفصل ضروری نہیں ہے۔ جیسے جاء نی کلھم اسی طرح ضمیر منفصل سے بدل بنانے کی صورت میں تاکید با لمنفصل ضروری نہیں ہے۔ جیسے اعجبتنی جمالك اسی طرح اس بات کی کیا وجہ کہ ضمیر مجرور متصل پر کسی اسم کا عطف کرنے کے لئے معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے لیکن ضمیر مجرور متصل کی تاکید کے لئے جار کا اعادہ ضروری نہیں ہے جیسے مررت بك نفسك اسی طرح ضمیر مجرور متصل سے بدل بنانے کے لئے جار کا اعادہ ضروری نہیں ہے جیسے عجبت بك جمالك۔

**جواب**: تاکید موکد کا عین ہوتی ہے اور بدل عام طور پر مبدل منہٗ کا کل یا اس کا بعض یا اس کا متعلق ہوتا ہے چونکہ بدل الغلط قلیل اور نادر ہے لہذا اس کا اپنے متبوع کے مغایر ہونا مضر نہیں ہے اس لئے کہ وہ قلت اور ندرۃ کی وجہ سے مرتبہ اعتبار سے ساقط ہے پس تاکید اور بدل یہ اپنے

متبوع کے لئے اجنبی نہیں ہوتے اور یہ اس سے منفصل بھی نہیں ہوتے اس لئے کہ ان کے اور ان کے متبوع کے درمیان کوئی فاصل متخلل نہیں ہے۔ لہذا ان کو اپنے متبوع کے ساتھ ربط دینے کے لئے کسی زائد مناسبت کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بخلاف عطف کے کہ وہ معطوف علیہ کے مغایر ہوتا ہے۔ اور معطوف معطوف علیہ کے درمیان عاطف متخلل ہوتا ہے لہذا معطوف کو اور معطوف علیہ کے ساتھ ربط دینے کے لئے یہ ضروری ہوا کہ مرفوع میں منفصل کے ذریعے متصل کی تاکید لائی جائے اور مجرور کے اندر جاء کا اعادہ کیا جائے تاکہ متصل مرفوع اتصال محض سے خارج ہو جائے منفصل کے ذریعے موکد ہوکر معطوف کے مناسب ہو جائے اور انضمام جار کے ساتھ مجرور کی مناسبت قوی ہو جائے۔

**قال الماتن** **و المعطوف فی حکم المعطوف علیه** ۔ضابطہ کا بیان

**ضابطه:** جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

**فیما یجوزله** : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم** :وہ وہم یہ تھا کہ شاید مراد یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

**جواب** : جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے **ما یجوز له** میں بھی اور **ما یمتنع** میں بھی۔

**قال الشارح** **من الاحوال** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال** : یہ قاعدہ منقوض ہے **جاء نی انسان و بقر** کے ساتھ اس لئے کہ معطوف علیہ کے لئے نطق جائز ہے۔ اور معطوف کے لئے نطق جائز نہیں ہے۔

**جواب**: مراد یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ان احوال میں جو معطوف علیہ کو عارض ہوں اور نطق انسان کے ذاتیات میں سے ہے اس کے احوال عارضہ میں سے نہیں ہے۔

**قال الشارح** **فلا یرد هذا النقض** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال** : یہ قاعدہ منقوض ہے اعراب اور بناء اور تعریف و تنکیر کے ساتھ اس لئے کہ یہ معطوف

علیہ کے احوال عارضہ ہیں حالانکہ ان میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا۔

**جواب**: مراد وہ احوال ہیں جو اس معطوف علیہ کو عارض ہوں ماقبل یعنی عامل کے لحاظ سے اور اعراب بناء وغیرہ یہ اس کو ماقبل کے لحاظ سے عارض نہیں ہوتے بلکہ اس کو ذات کے لحاظ سے عارض ہوتے ہیں۔

**قال الشارح** **انما قلنا بشرط** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: یہ قاعدہ منقوض ہے اس الحارث کے ساتھ جو یا رجل و الحارث میں واقع ہے اس لئے کہ حارث میں عن تجرد عن اللام نہیں پائی جاتی حالانکہ معطوف علیہ یعنی رجل کا مجرد من اللام ہونا یہ بالنظر الی ما قبلہ ہے اور وہ یاء ہے۔

**جواب**: معطوف علیہ کے احوال عرضہ میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مقتضی احوال معطوف کے اندر منفی نہ ہوں اور یا رجل و الحارث میں مقتضی احوال معطوف کے اندر منتفی ہیں اور وہ مقتضی لام کا کے ساتھ جمع ہونا ہے۔

**وانما قلنا**: سے مولانا جامیؒ کی غرض من الاحوال کی قید فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قید لگا کر ان احوال سے احتراز کرنا مقصود ہے جو معطوف علیہ کو عارض ہوں۔ اس کو اپنی ذات کے لحاظ سے جیسے اعراب اور بناء اور تعریف تنکیر اس لئے کہ ان احوال میں معطوف معطوف علیہ کے میں ہوتا ہے۔

**وانما**: سے مولانا جامیؒ کی غرض بشرط کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قید لگا کر یا رجل و الحارث کی مثل سے احتراز کرنا مقصود ہے اس لئے کہ حارث رجل پر معطوف ہے اور مجرد عن اللام ہونے سے یہ اس کے حکم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ چیز جو مجرد عن اللام ہونے کا تقاضہ کرتی ہے وہ الحارث میں منتفی ہے اور وہ چیز لام کا یا حرف ندا کے ساتھ جمع ہونا ہے۔

**قال الشارح** **و اما نحو رُبَّ** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : قاعدہ مذکورہ منقوض ہے رب شاۃ و سخلتھا کیساتھ اس لئے کہ اس میں معطوف کے اندر مقتضی احوال منتفی نہیں ہے اس کے باوجود معطوف معطوف الیہ کے حکم نہیں ہے کیونکہ معطوف علیہ یعنی شاۃ کا حال وہ اس کا نکرہ ہونا ہے۔اور مقتضی احوال وہ اس کا مجرور بـرب ہونا ہے۔اور یہ مقتضی معطوف یعنی سخلتھا کے اندر موجود ہے اس کے باوجود سخلتھا نکرہ نہیں ہے۔ بلکہ ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفۃ ہے مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دے۔

فبتقدیرہ : سے پہلے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سخلتھا یہ اضافت ذھنی پر محمول ہے اور اضافت ذھنی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی تو پس جس طرح معطوف علیہ نکرہ ہے اسی طرح معطوف بھی نکرہ ہے۔

او محمول : سے دوسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سخلتھا یہ ربہ رجلاً کی مثل ضمیر پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ سخلتھا کی ضمیر شاۃ مذکور کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ مطلق شاۃ کی طرف راجع ہے اور معنی یہ ہے کہ رب شاۃ و سخلت شاہ اب بھی یہ نکرہ ہو جائے گا لیکن یہ حمل علی الشذوذ ہے اس لئے کہ عام طور پر ضمیر راجع ہوتی ہے بعینہ سابق کی طرف۔

و کذا المعطوف : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر معطوف افراد اور تعریف میں معطوف کی مثل ہو تو معطوف علیہ کے وہ احوال جو عارض ہو اپنی ذات کے لحاظ سے اور اس کے غیر یعنی ما قبل کے اعتبار سے تو ایسے احوال کے اندر بھی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے یا زید و عمرو میں عمرو کی بناء واجب ہے اس لئے کہ زید کا ضمہ یہ حرف ندا کے اعتبار سے ہے اور فی نفسہ اس کے مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے ہے اور عمر مفرد معرفہ ہونے میں زید کی مثل ہے اور یا زید و عبد اللہ میں عبداللہ کی بناء ممتنع ہے اس لئے وہ زید کی مثل نہیں ہے کیونکہ زید معرفہ ہے اور عبداللہ مضاف ہے۔

**قال الماتن** و من ثمّ لم یجز ــــ سے ضابطہ مذکورہ پر تفریع کا بیان ہے۔ چونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ما یجوز لہ اور ما یمتنع لہ میں بھی اسی وجہ سے ما زید بقائم و

لا ذاهب عمرو اورما زید قائماً و لا ذاهب عمروا میں ذاهب پر رفع متعین ہے جس پر نصب اور جر جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کو منصوب پڑھا جائے تو اس کا عطف ہوگا قائماً پر اور اگر اس کو مجرور پڑھیں تو اس کا عطف ہوگا قائم پر پس یہ بواسطہ عطف کے زید کی خبر ہوگا۔ حالانکہ ذاهب کا خبر ہونا ممتنع ہے اس لئے کہ معطوف علیہ یعنی قائم کے اندر ضمیر ہے جو راجع ہے ما کے اسم یعنی زید کی طرف اور معطوف اس ضمیر سے خالی ہے پس ذاهب پر رفع متعین ہوگا اس بناء پر کہ یہ خبر مقدم علی المبتدأ ہے اور وہ مبتدآء عمرو ہے پس یہ عطف الجملة علی الجملة کے قبیل سے ہوگا۔ اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

**قال الشارح** **و لما کان لقائل** ۔سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کا مصنفؒ نے انما جاز سے جواب دیا۔

**سوال**: قاعدہ مذکورہ یعنی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہ منقوض ہے عربیوں کے قول الذی یطیر فیغضب زید ن الذباب کے ساتھ اس لئے کہ یطیر کے اندر ایک ضمیر ہے جو راجع ہے موصول کی طرف اور یغضب باوجود یہ کہ یطیر پر معطوف ہے لیکن ضمیر سے خالی ہے۔

**جواب**: یغضب پر جو فاء داخل ہے یہ فاء عاطفہ نہیں ہے بلکہ یہ فاء سببیہ ہے لہذا قاعدہ مذکورہ پر نقض وارد نہ ہوگا اس لئے کہ ہماری بحث عطف میں ہے۔

اویکون: سے دوسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیہ اور عطف دونوں کے لئے ہے۔

**قال الشارح** **لکنها تجعل** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب فاء عطف اور سبب دونوں کے لئے ہے تو معنی عطف کی وجہ سے معطوف کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہے۔

**جواب**: چونکہ سبب اور مسبب میں اتصال ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ دونوں جملے جملہ واحدہ کی مثل ہوگئے ہیں۔ اذا یطیر دونوں جوابوں کے عتبار سے معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز جب اڑتی ہے پس

غضب ناک ہو جاتی ہے زید مکھی ہے۔

او یفھم منھا : سے تیسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیۃ کے لئے نہیں لیکن اس فاء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جملہ اولی جملہ ثانیہ کے لئے سبب ہے اس لئے کہ فاء سببیۃ اندر بھی مستعمل ہوتا ہے پس سببیۃ کا معنی رابط ہو جائے گا دوسرے کسی رابطہ کی حاجت نہیں ہوگی اب معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز اڑتی ہے تو غضب ناک ہو جانا اس کا زید وہ مکھی ہے۔

و یمکن : سے چوتھے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فا عطف اور عطف کے اندر ضمیر مقدر ہے جو کہ موصول کی طرف راجع ہے اصل میں عبارت یوں تھی الذی یطیر فیغضب زید بطیرہ الذباب معنی یہ ہے کہ وہ چیز کہ اڑتی ہے غضب ناک ہو جاتا ہے اس اڑنے سے زید مکھی ہے۔

**قال الماتن** **و اذا عطف علی عاملین** ۔ضابطے کا بیان

**ضابطہ**: جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف نا جائز ہے جمہور کے نزدیک اس وقت جب معمول مجرور معمول منصوب مرفوع سے مقدم ہو تو پھر جائز ہے اور فرآء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً نا جائز ہے۔

ای اذا اوقع : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عطف بمعنی اوقع کے ہے اور ضمیر مستتر کا مرجع عطف ہے

**قال الشارح** **بناء**۔

**سوال**: عطف عاملین پر نہیں ہوتا بلکہ معمولین پر ہوتا ہے تو پھر مصنفؒ کی عبارت علی کو عطف صلہ کیسے بنانا صحیح ہے۔ سے مولانا جامیؒ نے اس کے تین جواب دیے۔ بناء سے پہلے جواب کا بیان ہے۔ قال سے دوسرے جواب کا بیان ہے اور اکثر الشارحین سے تیسرے جواب کا بیان ہے۔

**جواب اول**: کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض تب وارد ہوتا ہے کہ جب علی سے کے لئے ہوتا

ہے حالانکہ یہ علی صلے کے لئے نہیں ہے بلکہ علیٰ بنائیۃ ہے اور عاملین کا مضاف محذف ہے جو کہ وجود اور معنی یہ ہے کہ اسمین کا جب عطف کیا جائے عاملین کے وجود پر بناء پر بان عطف سے عاملین کے وجود کی بناء رعطف کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی صورت یہ ہیں کہ دو اسموں کا عطف کیا جائے عاملین کے معمولین پر عاطف واحد کے ذریعے۔

وقال سے دوسرے جواب کا بیان ہے

**جواب ثانی**: جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر عطف اصطلاحی معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں پر عطف لغوی معنی پر محمول ہے جس کا لغوی معنی ہوتا ہے امالۃ اور کلمۃ علی بمعنی نحو اور جانب کے ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ دو اسموں کو مائل کیا جائے عاملین کی طرف۔

بان یجعل : سے اس کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی صورت یہ ہیں کہ دو اسموں کو عاطف واحدہ ذریعہ عاملین معمول بنا دیا جائے۔

اکثر الشارحین سے تیسرے جواب کا بیان ہے۔

**جواب ثالث**: مصنفؒ کی عبارت میں عاملین کا مضاف محذوف ہے جو کہ معمولین اصل میں عبارت یوں تھی و اذا عطف علیٰ معمولی عاملین کہ جب دو عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کیا جائے۔

و انما قال علی: سے مولانا جامیؒ کی غرض عاملین کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عاملین کی قید لگا کر مصنفؒ نے احتراز کیا عامل واحد کے دو مختلف معمولوں پر عطف سے اس لئے کہ عامل واحد کے مختلف معمولوں کا عطف بالاتفاق جائز ہے جیسے ضرب زید عمروا و عمرو خالداً ۔اس میں عامل واحد اور یعنی ضرب کے دو معمولوں یعنی زید اور عمرو پر دو اسموں یعنی عمرو اور بکر کا عطف کیا گیا ہے۔اور یہ جائز ہے اور اذا عطف علی عوامل علی اکثر من اثنین اس لئے نہیں کہا کہ اگر عامل دو سے زائد ہوں تو پھر یہ عطف بالاتفاق نا جائز ہے۔

ای غیر متحد ین : سے مختلفین کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ یہاں مختلفین غیر متحدین

کے معنی میں ہے۔

**بان لا یکون :** سے متحد نہ ہونے کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ... کی صورت یہ ہے کہ ثانی اوّل کا عین نہ ہو۔

**وذالك لدفع:** سے مختلفین کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قید لگا کر مصنفؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے وہ وہم یہ ہوسکتا تھا کہ شاید ضرب ضرب زید عمروا و بکر خالد اس باب سے ہو کہ اس میں دو عامل ہیں اور دو عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کیا گیا ہے۔ لہذا یہ ناجائز ہونا چاہئے حالانکہ یہ اس باب سے نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عامل متعدد نہیں ہیں۔ اور عامل وہ ضرب اوّل ہے اور ضرب ثانی اس کی تاکید ہے۔

**قال الشارح و ذالك العطف** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف کرنے کی مثال پیش کرنا ہے کہ جیسے عربیوں کا قول ہے ما کل سوداء تمرةً و بیضآء شحمةً اس میں ما مشابہ بلیس ہے کل مضاف سوآء مضاف الیہ ہے مضاف مضاف الیہ ملا ما کا اسم ہے اور تمرةً اس کی خبر ہے۔ پس اس میں دو مختلف عامل پائے گئے۔ (۱) ما (۲) کل۔ بیضاء عطف ہے سودآء پر جو کہ کل کا معمول ہے۔ اور شحمۃ معطوف ہے تمرةً پر جو ... ما کا معمول ہے پس اس میں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف لازم آیا اور جیسے شاعر کا قول ہے أکل امرء تحسبین اس میں ہمزہ استفہامیہ کل مضاف ہے امرء کی طرف مضاف مضاف الیہ ملا مفعول بہ مقدم ہے تحسبین کا اور امرأ مفعول بہ ثانی ہے پس اس میں دو مختلف عامل پائے گئے۔ (۱) کل (۲) تحسبین اور نار یہ معطوف ہے امرء پر جو کہ کل کا معمول ہے اور ناراً یہ معطوف ہے امرً أ پر جو کہ تحسبین کا معمول ہے پس اس میں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف لازم آیا۔

**قال الشارح فھذا و ان کان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال:** مصنفؒ کا قول و اذا عطف اور لم یجز میں میں تناقض ہے اس لئے کہ پہلے قول

سے عطف کا جواز مفہوم ہوتا ہے اور دوسرے قول سے عطف کا عدم جواز مفہوم ہوتا ہے۔

**جواب**: واذا عطف سے مفہوم ہو رہا ہے مراد جواز بحسب الصورۃ ہے اور لم یجز سے مراد عدم جواز بحسب الحقیقت ہے۔

**لاالحرف**: سے عطف مذکور کے عدم جواز کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف عطف عامل کے قائم مقام ہوتا ہے اور ایک حرف عطف دو مختلف عاملوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے یہ عطف ناجائز ہے۔

**خلافاً للفرّآء**: فان سے فرّآء کے اختلاف کی وضاحت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء اس عطف کو بحسب الحقیقت بھی جائز رکھتا ہے جس طرح کہ بحسب الصورۃ جائز ہے اور وہ مثالیں جو اس عطف کی صورت پر وارد ہیں ان میں فرآء تاویل بھی نہیں کرتا۔ جیسا کہ سیبویہ تاویل کرتا ہے اور وہ مثالیں جو اس عطف کی صورت پر وارد ہیں ان پر بھی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ ان کو بھی جائز رکھتا ہے اور ان کے غیر کو بھی جائز رکھتا ہے۔

**وعدم جواز**: سے جمہور کے نزدیک عطف مذکور کا ناجائز ہونا اور فرآء کے ساتھ جمہور کا اختلاف جمیع مواد میں جاری ہوتا ہے ہاں مگر ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ معمول مجرور معمول مرفوع منصوب سے مقدم ہو تو اس صورت کے اندر فرآء کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔ جیسے **فی الدار زید والحجرۃ عمرو**۔ اس مثال کے اندر معمول مجرور معمول مرفوع سے مقدم ہے اور معمول مجرور معمول منصوب سے مقدم ہو اس کی مثال جیسے **ان فی الدار زیداً او الحجرۃ عمروا**۔

**لمجیئه**: سے اس صورت کے جواز کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ صورت اس لئے جائز ہے کہ عربیوں کے کلام میں یہ صورت پائی جاتی ہے لیکن یہ جواز صورت سماء پر بندر ہے گا اس لئے کہ یہ خلاف قیاس ہے۔ اور وہ چیز جو خلاف قیاس مسموع ہو وہ سماع پر بند ہوتی ہے۔

**قال الماتن** **خلاف للسیبویه فانه لا یجوز** اس سے سیبویہ کے اختلاف کی

وضاحت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ اس صورت کے اندر بھی اس عطف کو بحسب الحقیقت جائز نہیں رکھتا بلکہ وہ ان میں تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اس امر پر محمول ہے کہ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اوّل پر باقی رکھا گیا ہے چنانچہ والحجرۃ سے پہلے فی محذوف ہے جو کہ مضاف کے حکم میں ہے اس لئے کہ مضاف جس طرح اپنے معمول کو جر دیتا ہے اسی طرح فی بھی اپنے معمول کو جر دیتا ہے۔ پس جملہ کا عطف ہو رہا ہے جملہ پر جو کہ جائز ہے۔ اور اسی طرح بیضاء شحمۃ میں بیضاء سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ کل ہے اصل میں عبارت یوں تھی۔ ما کل سود آء تمرہ و کل بیضاء شحمۃ اور اسی طرح نار سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ کل ہے اصل میں عبارت یوں تھی اکل امرء تحسبین امرا و کل نار توقد باللیل نارا۔

نحو تریدون: سے مولانا جامیؒ کی غرض مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اوّل پر باقی رکھنے کی نظیر کو بیان کرنا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے تریدون عرض الحیوۃ الدنیا واللہ یریدا الآخرۃ اس میں آخرۃ سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ عرض ہے اصل میں عبارت یوں تھی واللہ یرید عرض الاخرۃ مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے اوّل پر باقی رکھا گیا۔ مضاف کا حذف ہونا یہ بعض قرآئتوں کی بناء پر ہے جن میں الآخرۃ مجرور ہے ورنہ اکثر قرآء اس کو منصوب پڑھتے ہیں۔

# ﴿بحث التاکید﴾

صاحب کافیہؒ تیسرے تابع تاکید کی بحث کو ذکر کیا ہے۔

**قال الماتن** **التاکید تابع یقر امر المتبوع** ۔صاحب کافیہؒ اس عبارت میں تعریف کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کو اس کے منسوب یا منسوب الیہ ہونے میں سامع کے نزدیک ثابت کر دیتا ہے پس سامع کے نزدیک یہ امر متحقق ہو جاتا ہے کہ اس نسبت میں منسوب یا منسوب الیہ متبوع ہے نہ کہ اس کا غیر۔

اى حاله و شانه : سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : امر کا لغوی معنی ہوتا ہے حکم کرنا اور اصطلاح میں امر اس صیغے کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے۔اور یہاں یہ دونوں معنی مقصود نہیں ہو سکتے۔

**جواب** : یہاں امر بمعنی حال اور شان کے ہے۔

عندالسامع : اس لئے کہا کہ متکلم کو تقریر کی ضرورت نہیں ہے۔

**قال الشارح** يعني يجعل ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : يقرر پر مشتق ہے تقریر سے اور تقریر اس کو کہا جاتا ہے جس کا دل سے تصور کیا جائے اور زبان سے اظہار کیا جائے اور تاکید کے لئے یہ متصور نہیں ہوسکتا۔

**جواب** : یہاں تقریر بمعنی تثبیت کے ہے یعنی وہ متبوع کے حال کو ثابت کردے۔

**قال الشارح** اى فى كونه منسوباً او منسوباً اليه ۔سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : اس زید ثانی پر صادق نہیں آتی جو کہ جاء نی زید زید میں واقع اس لئے کہ نسبت جاء نی میں ہے۔زید میں نہیں ہے حالانکہ زید ثانی تاکید ہے۔

**جواب** : نسبت سے مراد متبوع کا منسوب یا منسوب الیہ ہونا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جاء نی زید زید میں متبوع یعنی زید منسوب الیہ ہے۔

و ذالك اما لدفع : سے تاکید کے فائدے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید یا سامع سے غفلت کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے یا سامع کی متکلم کی نسبت غلط گمان کے دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے۔اور اس دفعیت کی صورت یہ ہے کہ منسوب الیہ کے لفظ کو مکرر لایا جائے جیسے ضرب ضرب زید یا منسوب کے لفظ کو مکرر لایا جائے جیسے ضرب ضرب زید اس کی وجہ سے سامع کی غفلت کا ضرر بھی دفع ہو جائے گا اور اس تکرار کی وجہ سے سامع کا متکلم کی نسبت یہ گمان بھی باقی نہ رہے گا کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔

اولدفع ظنّ : یہ تاکید سامع کے متکلم کی نسبت اس گمان کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے

کہ متکلم کلام میں لفظ کے معنی حقیقی کو ترک کر کے مجاز کا ارتکاب کر رہا ہے یا یہ تجوز کا گمان من منسوب میں ہوگا جیسے زید قتیل قتیل اس میں قتیل منسوب ہے اس کو مکرر لا کر سامع کے اس گمان کو دفع کر دیا کہ شاید متکلم کے قتیل سے مراد ضرب شدید لی ہو یعنی قتیل سے مراد ضرب شدید نہیں ہے بلکہ قتیل سے مراد قتل ہی ہے پس اس وقت سامع کو گمان کو دفع کرنے کے لئے لفظ کا تکرار واجب ہے۔ تا کہ معنی حقیقی کے مراد ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہے یا یہ تجوز کا گمان منسوب الیہ میں ہوگا اس لئے کہ بسا اوقات ایک شیء کی طرف فعل کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور مراد اس شئے کے بعض متعلقات کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے جیسے قطع الامیر اللص۔ اس قطع ید کی نسبت امیر کی طرف کی گئی ہے حالانکہ مراد اس کا غلام ہے اس لئے کہ امیر تو حکم کرتا ہے پس اسوقت منسوب الیہ کا تکرار واجب ہے خواہ وہ تکرار لفظاً ہو یا معنیً ہو۔ لفظاً ہو جیسے ضرب زید زید معناً ہو جیسے ضرب زید نفسہ اس کا مطلب وہی ہے جو ضرب زید زید کا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ بجائے زید کے اس کے ہم معنی لفظ کو ذکر کر دیا۔

**اوفی الشمول:** سے اس کا عطف ہے فی النسبۃ پر معنی تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو ثابت کر دے نسبت میں یا شمول میں ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کہ متبوع اپنے تمام افراد کو اس حکم میں شامل ہے جو اس کے لئے ثابت ہے۔

**دفعاً لتوھم:** سے اس تاکید کے فائدے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تاکید سامع کے متکلم کی نسبت اس گمان کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے کہ متکلم مجاز ساتھ تکلم کر رہا ہے نفس منسوب الیہ میں سامع سے دفع ضرر غفلت وغیرہ کو ثابت نہیں کرتی بلکہ یہ تقرار اور اثبات متبوع کے اپنے افراد کو شامل ہونے میں ہوتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات فعل کی نسبت منسوب الیہ کے تمام افراد کی طرف رہتی ہے لیکن مرار اس کے بعض افراد کی طرف نسبت ہوتی ہے پس یہ وہم لفظ کل اور اجمع اور اس کے نظائر کو ذکر کرنے سے دفع ہو جائے گا پس تاکید کے تمام افراد کے لئے غرض یہی ہے یعنی تقریر المتبوع فی النسبت یا فی الشمول۔

**قال الشارح** **واذا عرفت** ۔جب تاکید کی تعریف اور اس کا فائدہ معلوم ہو جس کا تواب اس کے فوائد وقیود کو بیان کرتے ہیں کہ تاکید کی تعریف میں یقرر امر المتبوع سے صفت اور بدل اور عطف بحرف خارج ہو گئے۔ بدل اور عطف کا خارج ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ یہ دونوں المتبوع کی تقریر نہیں کرتے بلکہ بدل مقصود ہوتا ہے متبوع مقصود نہیں ہوتا۔ اور معطوف بحرف میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں اور صفت اس لئے خارج ہوگئی کہ اس کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے کہ جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے امر متبوع کی تقریر کے لئے نہیں ہے۔

**قال الشارح** **و افادتها توضیح** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : تقریر المتبوع یہ اس کی توضیح ہی ہے اور صفت موضحہ بھی اپنے متبوع کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے تو پھر یقرر عن المتبوع سے صفت کیسے خارج ہوگئی؟

**جواب** : بعض مواضع میں صفت کا اپنے متبوع کی توضیح کا فائدہ دینا یہ وضع کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ عارض استعمال کی وجہ سے ہے اور یہاں وضع کے اعتبار سے اس کو خارج کرنا مقصود ہے۔

فی النسبت او فی الشمول سے عطف بیان خارج ہو گیا اس لئے کہ عطف بیان اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے۔ اور وہ متبوع کے امر کو مقرر اور ثابت کر دیتا ہے لیکن نسبت اور شمول میں نہیں بلکہ ذات کے لحاظ سے۔

**قال الماتن** **وھو لفظی و معنوی** ۔سے صاحب کافیہؒ تاکید کی تقسیم کو بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لفظی (۲) معنوی۔

ای التاکید : سے ھو ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع تاکید ہے۔

ای منسوب : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لفظی کے آخر میں یا کہ نسبت کی ہے

نحصوله : سے لفظی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظی کو لفظی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

ای منسوب: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ معنوی کے آخر میں یا کہ نسبت کی ہے

لحصوله: سے معنوی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کو معنوی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معنی کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے۔

فا للفظی: چونکہ لفظی تاکید لفظی او عامل لفظی اور اضافت لفظی کو شامل ہے تو مولانا جامیؒ نے اس ابھام کو دفع کرنے کے لئے اور مراد کی تعیین کے لئے منہ کا اضافہ کیا کہ اس سے مراد تاکید لفظی ہے۔

**قال الشارح** ای مکرّر ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: اللفظی مبتدآء ہے اور تکریر اس کی خبر ہے اور خبر کا مبتدآء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔ ورنہ تو وصف کا ذات پر حمل لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

**جواب**: یہاں تکریر مصدر مبنی للمفعول ہے لہذا اب حمل صحیح ہو جائے گا۔ اس لئے ذات مع الوصف کا حمل ذات پر صحیح ہوتا ہے۔

**قال الشارح** و معادهٔ م ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: تکرار کا اطلاق تاکید لفظی پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ تکرار کا معنی ہوتا ہے ایک شیئ کو دو مرتبہ ذکر کرنا بلا فائدہ اور تاکید کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

**جواب**: یہاں تکرار سے مراد اعادہ ہے اور اعادہ عام ہے۔ خواہ اس میں فائدہ ہو یا نہ ہو حقیقتاً او حکماً۔ یہ تعمیم کر کے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے

**سوال**: تاکید کی یہ تعریف اس تاکید پر صادق نہیں آتی جو کہ ضربت انت اور ضربت انا میں واقع ہے۔ کیونکہ اس میں لفظ اوّل کا تکرار نہیں ہے۔ حالانکہ یہ تاکید ہے حقیقتاً و حکماً کی۔

**جواب**: [illegible] اوّل کا مکرر ہونا عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو حقیقتاً ہو جیسے جاءنی زید زید حکماً ہو جیسے ضربت [illegible]ت اور ضربت انا ۔ اس لئے کہ اس میں انت اور انا تاء ضمیر کے حکم میں ہیں کیونکہ ضمیر منفصل ضمیر متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔ باقی یہاں لفظ اوّل کا حقیقتاً تکرار نہ ہونا یہ اس

وجہ سے کہ یہاں ایک مجبوری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا تکرار متصلاً جائز نہیں ہے۔

**قال الشارحؒ** ای التکریر ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: یجری ضمیر مستتر کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے جب اس کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے تو مصنفؒ کا قول یجری اور فی الالفاظ کلھا میں منافاۃ ہے اس لئے کہ تاکید اصطلاحی اسم کی قسم ہے اور فی الالفاظ کلھا یہ اسماء کو بھی شامل ہے اور افعال کو بھی شامل ہے اور حروف کو بھی شامل ہے مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے

**جواب**: ای التکریر سے پہلے جواب کا بیان ہے۔ اور ولا یبعد سے دوسرے جواب کا بیان ہے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی نہیں ہے بلکہ ضمیر کا مرجع تکریر مطلق ہے۔ دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے لیکن الالفاظ کلھا سے مراد فقط اسماء ہیں۔

**قال الشارح** و یکون ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب الالفاظ کلھا سے مراد فقط اسماء ہیں تو پھر کلھا کے ساتھ تعمیم اور تاکید کا کیا فائدہ

**جواب**: اس تعمیم سے مقصود تاکید لفظی کا اسماء متعددہ کے ساتھ عدم اختصاص ہے جیسا کہ تاکید معنوی الفاظ محصورۃ کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔

مختص: کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بالالفاظ المحصورۃ یہ مختص کے متعلق ہو کر مبتدا کی خبر ہے۔

ای معدوہ: محدودۃ سے محصورۃ کے معنی کو بیان کرتا ہے کہ محصورۃ کا معنی ہے گنے چنے الفاظ

**قال الشارح** و ھی نفسہ و عینہ : سے تاکید معنوی کے الفاظ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید معنوی کے الفاظ یہ ہیں نفس، عین، کلا، کلتا، کل، اجمع، اکتع، ابتع، ابصع، بعض نے کہا ہے کہ ابضع ضاد کے ساتھ ہے۔ بعض نے کہا کہ حالت افراد میں ان کا کوئی

معنی نہیں ہوتا جیسے لفظ حسن اور بسن ان کا کوئی معنی نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ اکتع یہ مشتق ہے۔
حول کیتع سے جس کا معنی پورا سال اور ابصع صاد کے ساتھ یہ مشتق ہے۔ بصع العرق سے بمعنی
پسینہ کہ پڑا اور ابضع ضاد کے ساتھ یہ مشتق ہے بضع سے بمعنی سیراب ہوا۔ اور ابتع یہ مشتق ہے
بتع سے بمعنی گردن کا لمبا ہونا اس کے مغرز کا سخت ہونا۔

**قال الشارح** **و یمکن** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب یہ الفاظ معانی اصلیہ سے معانی تاکیدیہ کی طرف منقول ہیں تو ان کے معانی درمیان کسی مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔

**جواب**: تامل صادق اور پوری توجہ کے ساتھ ان کے معانی لغویہ اور معانی تاکیدیہ کے درمیان مناسبت کا استباط ناممکن نہیں ہے بلکہ ممکن ہے پس ابتع کے معنی لغوی قائم ہونے کے ہیں اور معنی اصطلاحی عموم کے ہیں اور عموم تمام الافراد و الاجزآء کو کہتے ہیں لہذا معنی لغوی اور معنی اصطلاحی کے درمیان مناسبت پائی گئی۔ اور ابصع صاد کے ساتھ کے معنی لغوی سیلان کے ہیں اور معنی تاکید عموم کے ہیں اور سیلان بھی عام ہوتا ہے تو معنی لغوی اور معنی تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی اور ابضع ضاد کے ساتھ لغوی معنی ہوتا ہے تمام الشرب اور معنی تاکیدی عموم کے ہیں اور عموم تمام الافراد و الاجزآء کو کہتے ہیں لہذا معنی لغوی اور معنی تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی اور ابتع کے معنی لغوی طول کے ہیں اور طول نام ہے امتداد کا اور معنی تاکیدی عموم کے ہیں اور عموم بھی امتداد وجودی ہے تو معنی لغوی اور تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی۔

فالاولان: تاکید معنوی کے الفاظ میں سے پہلے دو یعنی نفس اور عین عام ہیں یعنی افراد تثنیہ اور جمع اور مذکر مونث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں البتہ انکا صیغہ اور ان کے ساتھ کی ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہے گی اگر متبوع مفرد ہو تو ان کا صیغہ بھی مفرد اور اگر متبوع جمع ہو تو صیغہ بھی جمع ہوتا ہے اور ان کے ساتھ کی ضمیر بھی جمع ہوتی ہے اور اگر متبوع تثنیہ ہو تو ان کے ساتھ کی ضمیر تو تثنیہ ہوتی ہے اور ان کا صیغہ جمہور کے مذھب کے مطابق ان کو بصیغہ جمع اور بعض کے

نزدیک ان کو بصیغہ تثنیہ لایا جائیگا۔ چنانچہ واحد مذکر کے لئے نفسہ اور وحد مونث کے لئے نفسھا اور جمع مذکر عاقل کے لئے انفسھم اور ع جمع مونث اور جمع مذکر غیر عاقل کے لئے انفسھن استعمال ہوتے ہیں اور تثنیہ مذکر اور تثنیہ مونث کے لئے جمہور کے نزدیک انفسھما اور بعض کے نزدیک نفسا هما اور عینا هما کہا جائے گا۔

**ای النفس و العین :** سے فالاوّلان کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس سے مراد نفس اور عین ہیں۔

**ای یقعان :** سے یعمان کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ یعمان یہ یقعان کے معنی میں ہے کہ نفس اور عین مفرد تثنیہ اور جمع مذکر مونث سب پر واقع ہوتے ہیں۔

**افرادا و تثنیۃ و جمعاً :** سے اختلاف صیغہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر متبوع مفرد ہو تو ان کو بصیغہ مفرد لایا جائے گا اگر متبوع تثنیہ ہو تو ان کو بصیغہ تثنیہ لایا جائے گا اور اگر متبوع جمع ہو تو ان کو بصیغہ جمع لایا جائے گا۔

**اختلاف :** کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ضمیر ھما یہ معطوف ہے صیغتھما پر۔

**العائد الی :** سے ضمیر کے فائدے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ضمیر عائد ہوگی موکد متبوع کی طرف نفسہ

**فی المذکو :** سے تعیین کرنا ہے۔

**قال الماتن و الثانی للمثنی** ۔تاکید معنوی کے الفاظ میں سے کلا ھما تثنیہ مذکر کے لئے اور کلتاھما تثنیہ مونث کے لئے

**قال الشارح لما سمی النفس و العین** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال :** ہم تسلیم نہیں کرتے کہ کلا یہ ثانی ہے بلکہ کلا یہ ثالث ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر اس پر ثانی کا اطلاق کیسے صحیح ہوا؟

**جواب**: جب نفس اور عین تغلیباً اولین کے ساتھ موسوم ہو گئے جیسا کہ شمس اور قمر تغلیباً قمرین کے ساتھ موسوم ہو گئے ہیں تو اس لحاظ سے ثالث کا نام ثانی رکھد یا ورنہ حقیقت میں یہ ثالث ہیں۔

**قال الماتن** **و الباقی لغیر المثنی** ۔تاکید معنوی کے الفاظ میں سے نفس، عین، کلا، کلتا، کے علاوہ باقی یعنی کل اجمع وغیرہ یہ غیر تثنیہ یعنی مفرد اور جمع کے لئے مستعمل ہوتے ہیں

**لفظ کل کی تفصیل**: لفظ کل کے صیغے میں اختلاف نہیں ہوتا البتہ اس کے ساتھ کی ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے چنانچہ واحد مذکر کے لئے کله جیسے قرئت الکتاب کله اور واحد مونث کے لئے کلها جیسے قرئت الصحیفۃ کلها اور جمع مزکر کے لئے کلهم جیسے اشتریت العبید کلهم اور جمع مونث کے لئے کلهن جیسے طلقت النساء کلهن اور باقیوں کا صیغہ متبوع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے جیسے اجمع واحد مذکر کے لئے جمعاء واحد مونث کے لئے اور جمع مذکر کے لئے اجمعون اور جمع مونث کے لئے جمع کہا جائے گا۔قس علی حذا الباقیین چونکہ باقی تقاضہ کرتا ہے غیر باقی کا اسی وجہ سے مولانا جامیؒ نے بعد الثلاثۃ المذکورۃ کوذکر کردیا کہ وغیرہ باقی مذکورۃ تین ہیں۔

**مفرداً کان او جمعاً**: سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم**: وہ وہم یہ تھا کہ شاید غیر مقتضی سے مراد مفرد ہو اس لئے کہ وہی اصل ہے۔

**جواب**: کہ غیر مثنی سے مراد مفرد اور جمع دونوں ہیں۔

**وھی**: سے بواقی کے مصداق کا بیان ہے کہ وہ بواقی کل اجمع اکتع ابتع ابصع ہیں۔

**قال الماتن** **و لایوکذا** ۔ سے ضابطہ کا بیان

**ضابطه**: جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جوذوا جزآء ہو اور اجزآ بھی ایسے ہوں کہ جن کا افتراق حساً صحیح ہو یا حکماً صحیح ہو۔

**قال الشارح** **مفرداً کان او جمعاً** ۔کہ کرمولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم**: وہ وہم یہ تھا کہ شاید ذو اجزآء سے مراد مفرد ہو اس لئے کہ وہی اصل ہے

**جواب**: کہ ذو اجزآء میں تعمیم ہے خواہ مفرد ہو یا جمع ہو۔

**اذا الکلیة**: سے ایک شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذو اجزآء کی شرط اس لئے لگائی کہ کل کی کلیت اور اجمع کی اجتماع یہ ذو اجزآء میں ہی متحقق ہو سکتے ہیں۔

**قال الشارح و لا حاجة الی** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ اجزآء کے ساتھ افراد کو ذکر کرتے اور یوں کہتے الاذو اجزآء و افراد اس لئے کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ انسان اور رجل کی تاکید لائی جاتی ہے۔

**جواب**: اجزآء کو ذکر کرنے کے بعد افراد کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ اجزآء افراد کو شامل ہیں اس لئے کہ جب کلی کے افراد ابحثیت مجتمع لحاظ کیا جائے اور جب تک اس کے افراد اجزآء نہ ہو جائیں تو اس وقت تک اس کی تاکید کل اور اجمع کے ساتھ لانی صحیح نہیں ہوئی۔

**یجب ان تکون**: اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اجزآء اس حیثیت سے ہوں کہ ان کا افتراق صحیح ہو۔ خواہ حساً ہو جیسے قوم کے اجزآء یا حکماً ہو جیسے غلام۔

**لیکون**: سے شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شرط مذکور اس لئے لگائی کہ تا کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ تاکید کا فائدہ ہو جائے۔ اکرمت القوم کلهم یہ اس مؤکد کی مثال ہے جس کے اجزآء کا افتراق حساً صحیح ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص غلام کے نصف کو خریدے اور نصف ثانی نہ خریدے بخلاف جاء نی زید کله کے یہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ زید کے اجزاء کا افتراق نہ حساً صحیح ہے اور نہ حکماً صحیح ہے۔ اسی وجہ سے یہ جائز نہیں ہے۔

**قال الماتن و اذا اکد الضمیر** ۔ سے ضابطے کا بیان

**ضابطه**: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متص کی تاکید لائی جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس ضمیر متصل کی تاکید لائی جائے گی۔ پھر لفظ نفس اور عین کے ساتھ۔

بارزاً : سے وہم کودفع کرنا ہے۔

**وہم** : وہ وہم یہ ہوسکتا تھا کہ شاید ضمیر متصل سے مراد ضمیر متصل بارز ہو اس لئے کہ مصنفؒ نے مثال اسی کی دی ہے۔

**جواب** : جس کا حاصل یہ ہے کہ مرفوع متصل میں تعیم ہے۔ خواہ بارز ہو یا مستتر ہو۔

**قال الشارح** **ای اذا کان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : مصنفؒ کا قول واذا اکد یہ شرط ہے اور اکد الثانی یہ جزآء ہے اور جزآء کا شرط یہ ترتب ضروری ہے اور یہاں پر ترتب نہیں ہے اس لئے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ہوگئی۔ پھر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید اولاً کیسے لائی جاسکتی ہے۔

**جواب** : اذا اکد میں اکد سے مراد ارادہ تاکید ہے۔ یعنی جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کیا جائے اب جزآء کا شرط پر ترتب صحیح ہو جائے گا۔ جیسے ضربت انت نفسك

قــنفسك : سے مثال کے ممثل لہ پر منطبق ہونے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں نفسک یہ تاء ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ہے اسی وجہ سے پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لے آئے پھر لفظ نفس کے ساتھ۔

اذلــولا : سے تاکید بالمنفصل کی شرط کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منفصل کے ساتھ تاکید کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً جب ضمیر مرفوع مستتر کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے جیسے زید اکرمنی ھو نفسه میں اگر پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی ھو کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو اب معلوم نہیں ہوگا کہ نفسہ اس کا فاعل ہے اس میں ضمیر مستتر فاعل ہے اور یہ اس کی تاکید ہے چونکہ اس صورت کے اندر التباس لازم آتا ہے لہذا باقیوں کو اس پر قیاس کردیا جائے گا تاکہ سارے باب کا حکم ایک ہو جائے۔

**قال الشارح** **و انما قيد** ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متن کے اندر مرفوع کی قید احترازی ہے اس لئے کہ لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر منصوب اور مجرور کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے جیسے ضربتك نفسك اور مررت بك نفسك اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آئے گا اور متن میں متصل کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے ضمیر منفصل ہے اس لئے کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے جیسے انت نفسك قائم اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا۔ نفس اور عین کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے لفظ کل اور اجمعون سے اس لئے کہ کل اور اجمعون ے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے۔ جیسے القوم جاءنی کلھم اجمعون اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے التباس لازم نہیں آئے۔

**قال الشارح** **لانّ** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : بعض صورتوں میں لفظ کل اور اجمع کے ساتھ تاکید لانے کی صورت میں التباس لازم آتا ہے فاعل کے ساتھ جیسے العبد اشتری کلہ اب اس میں معلوم نہیں ہو رہا کہ کلہ اشتری کا نائب فاعل ہے یا نائب فاعل ضمیر ہے اور کلہ اس کی تاکید ہے۔ لہٰذا دوسری بعض صورتوں کو ان پر قیاس کرلینا چاہیے۔ اور لفظ کل اور اجمعون کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانے کے لئے تاکید بالمنفصل ضروری ہونی چاہئے۔

**جواب** : کل اور اجمعون کا عامل کے قریب ہونا قلیل ہے اور قریب نہ ہونا کثیر ہے اور التباس قرب کی صورت میں لازم آتا ہے لہٰذا اکثر کو قلیل پر قیاس نہیں کیا جاسکتا بخلاف نفس اور عین کے ان کا قرب کثیر ہے۔ اور عدم قرب قلیل ہے اسی وجہ سے وہاں قلیل کو کثیر پر قیاس کرلیا گیا ہے۔

**قال الماتن** **اکتع واخوه** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اکتع ابتع ابصیع یہ اجمع کے تابع ہیں۔

یعنی اکتع : سے اخوۃ کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق اتبع ابصع ہیں۔

بفتح الھمزۃ : سے ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم** : وہ وہم یہ تھا کہ شاید اتباع بکسر الھمزۃ ہو۔ لہذا یہ باب افعال کا مصدر ہوگا اور یہ حمل اکتع واخوہ پر درست نہ ہوگا اس لئے کہ مفرد کا جمع پر حمل جائز نہیں ہے۔

**جواب** : کہ اتباع بکسرۃ الھمزۃ نہیں ہے۔ بلکہ بفتح الھمزۃ ہے۔ اور اتباع بفتح الھمزۃ جمع ہے اب اس کا حمل صحیح ہے۔

**قال الشارح** **علیٰ ما ھو المشھور** ۔ شارحؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مشہور میں اس کو بکسر الھمزۃ پڑھنا جائز ہے حالانکہ اس کو بکسر الھمزۃ پڑھنا جائز نہیں ہے ورنہ مفرد کا حمل لازم آئے گا جمع پر جو کہ جائز نہیں ہے۔

**جواب**: اس کا تعلق بفتح الھمزۃ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اتباع کے ساتھ ہے یعنی مشہور یہ ہے کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہیں اور غیر مشہور یہ ہے کہ اجمع کے بغیر اس کیساتھ تاکید لائی جاسکتی ہے۔

یعنی تستعمل : سے تابع ہونے کے معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تابع ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ کلمات اجمع کے تابع ہو کر مستعمل ہوتے ہیں بالاصالۃ مستعمل نہیں ہوتے۔

لکونہ: سے تابع ہونے کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اجمع کے تابع اس لئے ہیں کہ اجمع مقصود یعنی جمعیت پر ان سے زیادہ واضح طور پر دلالت کرتا ہے۔

**قال الماتن** **فلا یتقدم** ۔ سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہیں اسی وجہ سے یہ اجمع پر مقدم نہیں ہوتے اور اجمع کے بغیر ان کو ذکر کرنا ضعیف ہے۔

یعنی : سے فلا یتقدم کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا اکتع واخوہ ہیں۔

ای علی اجمع : سے علیہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اجمع ہے۔

**لو اجتمعت:** ایک قید کا بیان ہے کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع سے مقدم نہیں ہو سکتے اگر اس کے ساتھ جمع ہوں ذکرھا ای ذکر اکتع کہ کر مولانا جامیؒ کی غرض ھم ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کو مرجع اکتع ہے۔ دونہ ای دون ذکر اجمع کہ کر دونہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع ذکر اجمع ہے۔

**لعدم ظهوره:** سے اکتع ابتع ابصع اور اجمع کے بغیر ذکر کرنے کی ضعف کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا اس لئے ضعیف ہے کہ ان کی دلالت معنی جمعیت پر ظاہر نہیں ہے۔

**و للزوم:** سے دوسری وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں وہ چیز جو کہ تابع ہے اس کو اصل کے بغیر ذکر کرنا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

# ﴿بحث البدل﴾

صاحب کافیہؒ چوتھے تابع یعنی بدل کے بحث کو بیان کر رہے ہیں۔

**قال الماتن البدل** ۔ بدل کی تعریف یہ ہے کہ بدل وہ تابع ہے جو اس نسبت سے جو اس کے متبوع کی طرف ہو رہی ہے متبوع کے بغیر مقصود ہو۔

**قال الشارح ای لقصدا لنسبة** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

**سوال:** مقصود کی ضمیر راجع ہے تابع کی طرف اور تابع کی ضمیر راجع ہے بدل کی طرف اس سے یہ معلوم ہوا کہ نفس بدل مقصود ہوتا ہے حالانکہ نفس بدل مقصود نہیں ہوتا مثلاً جاء نی زید اخوك میں نفس اخوك مقصود نہیں ہے۔

**جواب:** مقصود کا اسناد ضمیر بدل کی طرف مجازاً ہے حقیقت میں یہ مسند ہے نسبت کی طرف اور نسبت مقصود ہوتی ہے۔

ای دون المتبوع : سے دونہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع متبوع ہے۔

ای [illegible] سے حاصل معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نسبت نسب الی المتبوع

سے نسبت الی المتبوع ابتدآء مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود نسبت الی التابع ہوتی ہے۔

**قال الشارح** **بل تکون** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب نسبت مانسب الی المتبوع سے متبوع مقصود نہیں ہوتو پھر اس کو ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

**جواب**: نسبت الی المتبوع نسبت الی التابع کے لئے بطور تمہید کے ہوتی ہے اسی وجہ سے متبوع کو ذکر کیا۔

**قال الشارح** **سوآء کان** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: ماتن کا قول مانسب الی المتبوع سے متبادر یہ ہے کہ متبوع مسندالیہ ہوتو بدل کی یہ تعریف اس بدل پر صادق نہیں آئے گی جو کہ بدل مسندالیہ نہ ہو جیسے ضربت زید اخاك میں واقع ہے اس لئے کہ اس میں متبوع یعنی زیداً مسندالیہ نہیں ہے۔

**جواب**: مانسب الی المتبوع میں تعمیم ہے خواہ مسندالیہ المتبوع یا مسندالیہ متبوع مسندالیہ کی مثال جیسے جاء نی زید اخوك میں مسندالی المتبوع ہونے کی مثال جیسے ضربت زیداً اخاك۔

**قال الشارح** **و احترز بقوله** ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے کہ تعریف کے اندر بانسبت الی المتبوع کی قید سے نعت تاکید عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ تینوں مقصود بالنسبت نہیں ہوتی بلکہ ان کے متبوعات مقصود رہتے ہیں۔

دونـــــه کی قید سے عطف بحرف خارج ہو گیا اس لئے کہ اس میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں، فقط تابع مقصود نہیں ہوتا۔

**قال الشارح** **ولا یصدق الحد** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: بدل کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف معطوف ببـــل پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ مقصود بالنسبۃ اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا مثلاً جـــاء نی زید بل عمرو میں مجیئت عمرو مقصود ہے نہ کہ مجیئت زید۔

**جواب**: ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ معطوف ببل میں متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا بلکہ متبوع مقصود بالنسبت ہوتا ہے۔ ابتدآء پھر متکلم کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے متبوع سے اعراض کر کے تابع کا قصد کر لیتا ہے۔ بخلاف بدل کے کہ اس میں متبوع ابتدآء مقصود بالنسبت نہیں ہوتا۔

**قوله فان قيل** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔ اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ بدل کی یہ تعریف اس بدل پر صادق نہیں آتی جو کہ الا کے بعد واقع ہو جیسے ما قام احد الا زيد اس میں زید احد سے بدل ہے مگر ما نسب الى المتبوع کی نسبت سے ما نسب الى المتبوع مقصود نہیں ہے اس لئے کہ ما نسب الى المتبوع عدم قیام ہے اور ما نسب الى المتبوع وہ قیام ہے کیونکہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔

**جواب**: مانسب الی المتبوع بھی قیام ہے فرق اتنا ہے کہ متبوع یعنی احد کی طرف قیام کی نسبت سلباً ہے اور تابع یعنی ازید کی طرف قیام کی نسبت ثبوتاً ہے۔ اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ بدل کی تعریف میں نسبت میں تعیم ہے خواہ وہ بطریق ایجاب ہو یا بطریق سلب ہو۔

**قوله و يمكن ان يقصد** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: جب نسبت اولی سلبیہ ہے اور نسبت ثانیۃ ایجابۃ ہے تو نسبت اولیٰ نسبت ثنیۃ کے لئے توطیۃ اور تمہید کیسے بن سکتی ہے۔

**جواب**: نسبت سلبیہ نسبت ایجابیۃ کے لئے تمہید بن سکتی ہے اس لئے کہ تمہید سے غرض ایقاظ الغافل ہے اور یہ غرض نسبت سلبیہ سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

**قال الشارح و هو بدل الكل و بدل البعض** ۔ صاحب کافیہؒ بدل کی تقسیم کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل الكل (۲) بدل لبعض (۳) بدل الاشتمال (٤) بدل الغلط۔

ای البدل : سے ھو ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع بدل ہے۔

**قال الشارح انواع اربعة** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: بدل الکل کا حمل ھو ضمیر پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ھو ضمیر راجع ہے مطلق بدل کی طرف پس اس وقت اخص کا حمل لازم آئے گا اعم پر۔

**جواب**: ھو مبتدآء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے جو کہ انواع اربعة ہے اور بدل الکل یہ خبر ہے مبتدأ محذوف کی جو کہ الاول ہے۔

ای بـدل: ترکیب کا بیان۔ کہ بدل الکل میں اضافت بیانیہ ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کل پر جو الف لام داخل ہے یہ الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے اور مضاف الیہ مبدل منہٗ ہے۔ بدل۔ مولانا جامیؒ نے لفظ بدل کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل الکل پر۔

ھو: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بدل البعض میں بھی اضافت بیانیہ ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض پر جو الف لام داخل ہے مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ مضاف الیہ مبدل منہٗ ہے۔ لہٰذا بدل الکل اور بدل البعض میں اضافت ایسے ہے جیسا کہ خاتم فضۃ میں خاتم کی فضۃ کی طرف ہے یعنی اضافت بیانیہ ہے۔

بـدل الاشتـمـال: بدل کا اضافہ کر کے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الاشتمال بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل الکل پر۔

ای بـــدل: ے بدل الاشتمال کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا نام بدل الاشتمال اس لئے رکھا کہ اس کو لانے کا سبب اکثر بدل اور مبدل منہٗ میں سے ایک کا دوسرے پر مشتمل ہونا ہے کبھی بدل مبدل منہٗ پر مشتمل ہوتا ہے جیسے سلب زید ثوبه اس میں ثوب زید پر مشتمل ہے اور کبھی مبدل منہٗ بدل پر مشتمل ہے جیسے یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه اس میں الشهر الحرام قتال پر مشتمل ہے۔

غالباً: اس لئے کہا کبھی بدل الاشتمال میں بدل اور مبدل منہ کے درمیان ان میں سے ایک کے دوسرے پر مشتمل ہونے کے علاوہ بھی علاقہ ہوتا ہے جیسے اعجبنی زید علمه۔

**و بدل الغلط :** لفظ بدل کا اضافہ کر کے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الغلط بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل اشتمال پر۔

**ای بدل :** سے بدل الغلط کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل الغلط کا نام بدل الغلط اس لئے رکھا گیا کہ اس کو لانے کا سبب غلطی ہوتی ہے تو بدل الاشتمال پر اور بدل الغلط کے درمیان اضافت من قبیل اضافت المسبب الی السبب ہوئی ادنی ما ابست کی طرح اس لئے کہ بدل الاشتمال کا معنی ہے بدل المسبب عن االاشتمال اور بدل الغلط کا معنی ہے بدل المسبب عن الغلط۔

**قال الماتن فالاوّل مدلوله مدلول الاوّل** ۔صاحب کافیہؒ بدل الکل کی تعریف بیان کرر ہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بدل الکل وہ ہے کہ جس کا مدلول بعینہٖ مبدل منہٗ کا مدلول ہو۔

**ای بدل الکل :** کہ کر الاول کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق بدل الکل ہے۔

**قال الشارح یعنی متحدان** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال :** جاء نی زید اخوك میں زید کا مدلول حیوان ناطق مع هذا التشخص ہے اور اخوک کا مدلول ذات من له الاخوة ہے تو ثانی کا مدلول بعینہ اول کا مدلول کیسے ہوگا۔

**جواب :** بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ ذات کے لحاظ سے متحد ہوتے ہیں یہ مراد نہیں ہے کہ مفہوم کے لحاظ سے متحد ہوتے ہیں تا کہ دونوں مترادف ہوں جاءنی زید اکوک اس میں زید اور اخوک مفہوم کے لحاظ متحد نہیں ہے لیکن ذات کے اعتبار سے متحد ہیں۔

**قال الشارح و قال الشیخ الرّضی** ۔اس بات میں اختلاف ہے کہ عطف بیان مستقل تابع ہے یا نہیں ہے جمہور نحویوں کا مذھب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع ہے۔اور رضی کا مذھب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع نہیں بلکہ یہ بدل الکل ہی ہے اس لئے کہ بدل الکل اور عطف بیان کے درمیان کوئی واضح فرق نہیں ہے۔اسی وجہ سے جمہور کے نزدیک توابع پانچ ہیں

اور شیخ رضی کے نزدیک توابع کی چار قسمیں ہیں۔

جمہور نحویوں نے کہا ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق ہے بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا۔ بخلاف عطف بیان کے کہ وہ مقصود بالنسبت نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ بیان ہوتا ہے اور بیان فرع ہے مبیّن کی پس مقصود مبیّن ہوگا۔ شیخ رضیؒ نے اس کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ بدل الکل میں فقط بدل مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ بدل لغلط کے علاوہ باقی تین میں متبوع بھی مقصود ہوتا ہے اس لئے کہ متبوع بطور تمہید کے ہوتا ہے پس وہ تمہید ہونے کے لحاظ سے مقصود ہے۔

میر سید نے شیخ رضی کے اس جواب کا جواب دیا جس کو مولانا جامیؒ و قال بعض المحققین سے نقل کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جمہور نے جو یہ کہا ہے کہ بدل الکل میں متبوع مقصود نہیں ہوتا اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ بدل الکل میں بالکل متبوع مقصود نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ متبوع مقصود اصلی نہیں ہوتا۔

**قال الشارح** **و الحاصل ان مثل** ۔ سے مثال کے ذریعے عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق کی وضاحت کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً جب جاء نی اخوك زید کہا جائے اس میں اگر اول یعنی اخوک کی طرف اسناد مقصود ہو تو اور ثانی یعنی زید کا ذکر بطور تتمہ اور توضیح کے ہو تو ثانی عطف بیان ہوگا اور اگر ثانی یعنی زید کی طرف اسناد ہو اور اول یعنی اخوک کا ذکر بطور تمہید کے ہو تو ثانی بدل ہوگا۔

**قال الشارح** **و حینئذٍ یکون** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : بدل کی صورت میں بھی توضیح حاصل ہو جاتی ہے تو عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق نہ ہوا۔

**جواب**: اگر چہ بدل کی صورت میں بھی ثانی سے توضیح حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ توضیح مقصود تبعاً ہو گی مقصود بالاصالت نہیں ہو گی اس لئے کہ مقصود اصالتہً فعل کا تابع کی طرف اسناد ہوتا ہے لہذا

ان دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ مقصود تبعاً ہوتا ہے بخلاف بدل کے کہ وہ مقصود اصلی ہوتا ہے۔

**قال الماتن** **الثانی جزئهٔ** ۔سے بدل البعض کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل البعض وہ ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضربت زید رأسهٔ اس میں رأسهٔ بدل البعض ہے سو اس لئے کہ یہ زید کے مدلول کا جزء ہے۔

**قال الماتن** **و الثالث بینهٔ وبین الاول ملابسة** ۔ بدل الاشتمال کی تعریف کا بیان۔ اور بدل الاشتمال وہ ہے کہ اس کے اور اس کے مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو۔

**قال الشارح** **بحیث توجب** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال** : بدل الاشتمال کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف بدل الغلط پر صادق آتی ہے جیسے ضربت زیداً غلامهٔ اور ضربت زیداً حمارهٔ ان مثالوں کے اندر بدل اور مبدل منہ میں کلیت اور جزئیت کے علاوہ علاقہ ہے اور وہ علاقہ مالکیت مملوکیت کا ہے۔

**جواب**: بدل اور مبدل منہ کے درمیان علاقہ سے مراد وہ علاقہ ہے نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو اجمالاً واجب کردے جیسے اعجبنی زید علمه میں جب اعجبنی زید کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ زید اپنی ذات کے اعتبار سے معجب نہیں ہے بلکہ اس کی صفات میں سے کوئی صفت معجب ہے اس لئے کہ انسان ۔کے افراد میں ذات کے اعتبار سے تفاوت نہیں ہوتا اسی طرح سلب زید ثوبهٔ میں جب سلب زید کہا تو معلوم ہوا کہ مسلوب زید کے متعلقات میں سے کوئی متعلق ہے۔اس لئے کہ آدمی کے لئے لفظ سلب استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ آدمی کے لئے لفظ فقدان استعمال ہوتا ہے پس زید بخلاف ضربت زیداً غلامه کے اور ضربت زیداً حماره ہے کہ ان مثالوں میں تابع اور متبوع ے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو واجب کردے اس لئے کہ ضرب کی نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو

واجب کردے اس لئے کہ ضرَب کی نسبت زید کی طرف یہ نسبت تام ہے اور اس نسبت کے صحیح ہونے میں غیر زید کی طرف نسبت کا اعتبار کرنا لازم نہیں آتا۔ لہذا یہ تعریف بدل الاشتمال کی نہیں بنے گی بلکہ بدل الغلط بنے گی۔

**قال الشارح** ای یکون تلک الملابست ۔ مولانا جامیؒ کی غرض وہم کو دفع کرنا ہے۔

**وہم**: وہ وہم یہ تھا کہ شاید ملا بست بغیر هما سے مراد مطلقاً کلیت اور جزئیت کے ماسوا ء ہو جب ملا بست بغیر هما سے مراد مطلقاً کلیت اور جزئیت تو نظرت الی القمر فلکه بدل الاشتمال کی تعریف سے خارج ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں قمر جزء ہے فلک کا

**جواب**: ملا بست بغیر هما سے مراد یہ ہے کہ بدل امبدل منہ کل نہ ہو پس اس میں وہ صورت داخلہو جائے گی جس سے میں بدل کل ہو اور مبدل منہ جزء ہو جیسے نظرت الی القمر فلکه اس میں قمیر جزء ہے اور فلک کل ہے۔

**قال الشارح** و المناقشة ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: مثال ممثل لہٗ کے مطابق نہیں ہے اس لئے کہ نظرت الی القمر فلکه میں قمر یہ فلک کا جز نہیں ہے بلکہ یہ قمر مستقل فی نفسہٖ ہے اور مرکوز فی الفلک ہے۔

**جواب**: یہ مناقشہ مناقشہ فی المثال ہ جو اھل علم کے ہاں مثال نہیں ہے اور اس کے لئے ایک دوسری مثال پیش کی جا سکتی ہے جیسے رائیت درّاجة الا سد برجهٗ اس لئے کہ برج عبارت ہے مجموعہ درجات سے اور درجہ اس کا ایک جزء ہے۔

**قال الشارح** و انما لم یجعل ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: اس قسم کو پانچویں قسم کیوں نہیں بنایا اس کا نام بدل الکل عند البعض کیوں نہیں رکھا؟

**جواب**: اس کو مستقل پانچویں نہیں بنایا اور اس کا نام بدل الکل من البعض اس لئے نہیں رکھا کہ یہ نہایت قلیل ہے بکہ بعض نے کہا کہ یہ کلام عرب میں واقع نہیں ہوتی یہ مثالیں مصنوعی اور

فرضی ہیں۔

**قال الماتن** **و الرابع ان تقصد اليه بعد ان** ۔سے بدل الغلط کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل الغلط یہ ہے کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد بدل اور مبدل منہ کے درمیان کسی قسم کی ملابست کا اعتبار کیے بغیر جس کا قصہ کیا جائے جیسے جاء نی زید حمار اس میں حمار بدل الغط ہے اس لئے کہ متکلم حمار کہنا چاہتا تھا غلطی سے اس کی زبان سے زید نکل گیا۔ پھر اس نے اس غلطی کے تدارک کے لئے حمار کو ذکر کیا۔

**قال الماتن** **و يكونان** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بحسب التعریف و التنکیر بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) دونوں معرفہ ہو جیسے ضرب زید اخوك (۲) دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لك مختلفین ہوں اس کے تحت دو قسمیں مندرج ہیں۔ (۱) مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو جیسے بالناصية ناصية كاذبة (۲) مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو جیسے جاء نی رجل غلام زيدٍ۔

**قال الماتن** **و اذا كان** ۔سے ایک ضابطے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی نعت لانی واجب ہے تا کہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو جائے کیونکہ نکرہ معرفہ کی بہ نسبت انقص ہوتا ہے لہذا اس نکرہ کی صفت لائیں گے تا کہ اس صفت کے ذریعے اس نقص کی نکارت کی تلافی ہو جائے جو کہ بدل میں ہے جیسے بالناصية ناصية كاذبة ۔اس میں الناصیۃ معرفہ ہے جو کہ مبدل منہ ہے اور ناصیۃ نکرہ ہے جو کہ بدل ہے اسی وجہ سے اس کی صفت کاذبہ لائی گئی ہے۔

**قال الماتن** **و يكونان** ۔سے بحسب الاظهار و الاضمار بدل کی تقسیم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بحسب الاظهار و الاضمار بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے جاء نی زید اخوك (۲) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم مضمر ہوں جیسے الزيدون لقيتهم اياهم مختلفین کے تحت دو قسمیں مندرج ہیں۔(۱) مبدل منہ اسم مضمیر اور

بدل اسم مظہر جیسے اخوك ضربته زیداً (۲) مبدلٌ منہٗ اسم مظہر اور بدل اسم مضمر ہو جیسے اخوك ضربت زیداً ایاہ۔

**قال المصنف** **و لا یبدل ظاهر من مضمر** ۔سے ایک ضابطے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم مظہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل نہیں سکتا جیسے ضربہ زیداً۔

**لان المضمر:** سے اس کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر متکلم اور مخاطب از روئے دلالت کے اسم ظاہر سے اقوی اور اخص ہوتی ہیں پس اگر ضمیر مخاطب یا ضمیر متکلم سے بدل الکل بنایا جائے تو لازم آئے گا کہ مقصود فیہ مقصود سے انقص ہو جائے حالانکہ بدل الکل اور مبدل منہ کے مدلول میں عینیت ہوتی ہے۔

بخلاف غیر بدل سے بدل الکل کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ اس سے احتراز ہے بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط سے اس لئے کہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط بنانا صحیح ہے اس لئے کہ ان کے اندر مانع مفقود ہے کیونکہ ان میں بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول پر ہوتا ہے جیسے اشتریتك نصفك یہ ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل البعض بنانے کی مثال ہے۔اور اشتریتنی نصفی یہ ضمیر متکلم سے اسم ظاہر بدل البعض بنانے کی مثال ہے اور اعجبنی علمك یہ ضمیر متکلم سے بدل الاشتمال بنانے کی مثا ہے اور ضربتك الحمار یہ ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل الغلط بنانے کی مثال ہے اور ضربتنی الحمار یہ ضمیر متکلم سے اسم ظاہر کو بدل الغلط بنانے کی مثال ہے۔

# ﴿بحث عطف بیان﴾

صاحب کافیہ توابع کا پانچواں قسم عطف بیان کو بیان کر رہے ہیں۔

**قال المصنف** **عطف البیان** ۔عطف بیان کی تعریف۔عطف بیان وہ تابع ہے جو باوجود صفت نہ ہونے کے اپنے متبوع کی وضاحت کردے۔

**شامل:** سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تعریف کے اندر تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام

توابع کوشامل ہے۔

و احترز: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ غیر صفۃ بمنز ل فصل اول کے ہے اس سے صفت خارج ہوگئی۔

و احترز: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یو ضح متبوعہ بمنز ل فصل ثانی کے ہے۔ اس سے بدل، تاکید، عطف بحرف وغیرہ خارج ہو گئے۔

**قال الشارح** و لا یلزم من ذالك ۔ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

**سوال**: عطف بیان کی تعریف جاءنی سیبویہ عمرو میں عمرو پر صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ عمرو اپنے متبوع کی وضاحت نہیں کر رہا کیونکہ سیبویہ بنسبت زیادہ واضح ہے اور زیادہ مشہور ہے حالانکہ عمرو عطف بیان ہے۔

**جواب**: عطف بیان کا اپنے متبوع کے لئے موضح ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عطف بیان اپنے متبوع سے زیادہ واضح ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے اجتماع سے وہ ایضاح حاصل ہو جائے جو علی الانفراد ان میں سے ایک سے حاصل نہ ہو۔ پس متبوع کا تابع سے زیادہ واضح ہونا بھی صحیح ہے۔ جیسے اقسم باللہ ابو حفصٍ عمر ابو حفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے۔ اور عمر اس کا عطف بیان ہے۔ اس کلام کے سبب واحد کی تقریر یہ ہے کہ ایک دیہاتی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اس نے کہا کہ میرا وطن دور ہے اور میں ایسی اونٹنی پر سوار ہوں جس کی پیٹھ زخمی ہے اور جسم لاغر ہے اور اس کے پاوں گھسے ہوئے ہیں اور اس نے حضرت عمرؓ سے سواری کا مطالبہ کیا حضرت عمرؓ نے اس کو جھوٹا گمان کیا اور اس کو سواری نہیں دی اس نے اپنا سامان اپنی اونٹنی پر لادا پھر بطحہ وادی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اقسم باللہ ابو حفصٍ عمر۔ ما مسہا من نقب ولا دبرِ۔ اغفرلہ اللهم ان کان فجر کہ ابو حفص عمر نے اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس کی اونٹنی کو بیماری اور لاگری نے نہیں چھوا اے اللہ تو عمر بن خطاب کو بخش دے اگر اس نے گناہ کیا تو جب حضرت عمرؓ نے اس کا یہ کلام سنا تو وادی کی بلندی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے جب اس نے کہا اغفرلہ اللهم ان کان فجر تو

حضرت عمرؓ نے اللھم صدق صدق اے اللہ اس دیہاتی کی بات کو سچا کردے یہاں تک دونوں آپس میں مل گئے تو حضرت عمر نے دیہاتی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اپنا سامان سواری سے اتار دے تو واقعی اس کی اونٹنی ویسی تھی جیسے اس نے کہا تھا یعنی جسم لاغر تھا اور پاوں گھسے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے اس کو اپنا ذاتی اونٹ دیا۔

**قال الماتن** **و فصله من البدل لفظاً** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق ہے چونکہ بعض نحویوں یعنی رضی نے عطف بیان کے مستقل وجود کا انکار کیا اسی وجہ سے عطف بیان اور عطف الکل کے درمیان فرق کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

**ای فرقۂ :** کہ کر مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں فصل سے مراد وہ فصل نہیں ہے جو جنس اور نوع کے مقابلے میں ہوتی ہے اور نہ باب کے مقابلے میں بلکہ فصل بمعنی فرق کے ہے۔

**ای من حیث :** کہ ترکیب کا بیان۔لفظاً کا نصب تمیز کی بناء پر ہے۔

**واقع :** ترکیب کا بیان ہے کہ فی مثلہ ظرف مستقر متعلق واقع کے ہو کر فصل کی خبر ہے عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق از روئے احکام لفظی کے انا ابن التارك البکری بشر کی مثل میں واقع ہے اس قول کے اندر اگر بشر کو البکری کا عطف بیان بنا دیا جائے تو جائز ہے۔اور اگر اس کو بدل بنایا جائے تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو التارك جس طرح البکری پر داخل ہے اسی طرح بشر پر داخل ہوگا تو تقدیر کی عبارت اس طرح ہو جائے گی التارك بشر اور یہ نا جائز ہے۔اس لئے کہ یہ الضارب زید کی مثل ہے اور الضارب زید کا نا جائز ہونا ما قبل میں گذر چکا ہے۔اور اس بیت کا آخر یہ ہے کہ علیہ الطیر ترقبۂ وقوعاً۔ وعلیہ الطیر آخری بیت کی ترکیب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ التارك یا مصیر کے معنی میں ہے یا مصیر کے معنی میں نہیں ہے اگر التارك مصیر کے معنی میں

ہوتو علیه الطیر یہ التارك کا مفعول ثانی بنے گا اور اگر مصیر کے معنی میں نہ ہو تو پھر علیه الطیر التارك کے مفعول یعنی البکری سے حال ہوتا۔ ترقبه یہ طیر سے حال ہے اگر طیر علیہ کے متعلق یعنی ثبت یا وقع کا فاعل ہو۔ اور اگر الطیر مبتدأ ہو اور علیہ اپنے متعلق سے مل کر الطیر کی خبر ہو تو پھر ترقبه حال ہوگا علیه کے متعلق کی ضمیر سے۔ وقوعاً یہ جمع ہے واقع کی اور یہ حال ہے ترقبه کے فاعل سے۔

ای واقعۃ: سے حاصل معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے اردگرد پرندے جمع ہو رہے ہیں اور اس کی روح کے نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں اس لئے کہ جب تک انسان کے اندر تھوڑی سی بھی روح ہو پرندے اس کے قریب نہیں آتے۔ کیونکہ ادراک وشعور سمع وبصر روح نکلنے تک رہتا ہے۔ اور جب روح نکل جاتی ہے تو یہ سب چیزیں معدوم ہو جاتی ہیں۔

واما الفرق المعنوی: لفظاً کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظاً کی قید اس لئے لگائی کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق معنوی ظاہر ہے کہ بدل مقصد اصلی ہوتا ہے اور عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ وہ توضیح کے لئے ہوتا ہے۔

والمراد: سے انا ابن التارك البکری بشر سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید اور انا ابن التارك البکری بشرٍ اس میں بشرٍ عطف بیان ہے اور البکری اس کا متبوع ہے جو کہ معرف باللام ہے اور صفت معرف باللام یعنی التارك کا مضاف الیہ ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مثل سے مراد ہر وہ اسم ہو کہ عطف بنانے کی صورت میں اس کا جو حکم ہے وہ اس حکم کے مخالف ہو جب اس کو بدل بنایا جائے۔ جیسا کہ مثال مذکور میں اس لئے کہ جب بشرٍ کو البکری سے عطف بیان کیا تو اس کا حکم جواز ہے اور جب اس کو بدل بنائیں تو اس کا حکم عدم جواز ہے۔ اور یہ ندآء کی صورت کو بھی شامل ہو جائے گا مثلاً یا غلام زیدٍ اس میں غلام منادٰی معرفہ مبنی بر ضم ہے اور محلاً منصوب ہے اگر زید کو غلام کا عطف بیان بنائیں تو زید کو غلام کے لفظ پر محمول کرتے مرفوع

بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یا غلام زیدٍ اور اس کو غلام کے محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یا غلام زیدٍ اور اگر زید کو غلام سے بدل بنائیں تو چونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو اس کو غلام کے لفظ پر محمول کر کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں گے جیسے یا غلام زیدُ ضمہ کے ساتھ کہا جائے گا۔ اور معنی اول زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ عبارت سے آسانی سے مفہوم ہو جاتا ہے۔ اور معنی ثانی مفید زیادہ ہے اس لئے کہ اس کے عموم میں ندآء کی صورت بھی داخل ہے۔

وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (القرآن)

# سِمَايَةُ النحو

أردو شرح

# هَدَايَةُ النحو

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن مُلتانی

صدر مدرس الجامعة الشرعیہ گوجرانوالہ

المکتبۃ الشرعیۃ ٥ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۲

# لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی توجیہات

معناہ لَاحَوْلَ عَنِ الْمَعْصِیَةِ وَلَاقُوَّةَ عَلَی الطَّاعَةِ اِلَّا بِتَوْفِیْقِ اللّٰهِ

## خَمْسَةُ اَوْجُهٍ

### الوجه الاوّل — فَتْحُهُمَا

توجیہہ ۱ ہر دو لانفی جنس وعطف مفرد برمفرد — لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
(اسم، اسم، خبر)

توجیہہ ۲ ” ” ” عطف جملہ برجملہ — لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَاقُوَّةَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ
(اسم، خبر، اسم، خبر)

توجیہہ ۳ اول لانفی جنس ثانی زائدہ — لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
(اسم، لازائدہ معطوف براسم، خبر)

### الوجه الثانی — رَفْعُهُمَا

[illegible]

توجیہہ ۱ ہر دو لانفی جنس ملغاۃ عن العمل وعطف مفرد برمفرد — لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
(مبتداء ملغاۃ عن العمل، معطوف، خبر)

توجیہہ ۲ ” ” ” عطف جملہ برجملہ — لَاحَوْلٌ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ
(مبتدا، خبر، مبتدا، خبر)

توجیہہ ۳ ہر دو لابمعنی لیس وعطف مفرد برمفرد — لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَیْنِ اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہہ ۴ ” ” عطف جملہ برجملہ — لَاحَوْلٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہہ ۵ لا اول بمعنی لیس ثانی زائدہ عطف مفرد برمفرد فقط — لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَیْنِ اِلَّا بِاللّٰهِ
(بمعنی لیس، زائدہ، خبر)

توجیہہ ۶ لا اول نفی جنس ملغاۃ وثانی زائدہ وعطف مفرد برمفرد — لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
(نفی جنس ملغاۃ، زائدہ)

## الوجہ الثالث — فتح الاول ورفع الثانی

توجیہہ ۱: لا نفی جنس ثانی زائدہ وعطف دوم بر محل بعید اول وعطف مفرد بر مفرد — لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہہ ۲: لا اول نفی جنس و ثانی بمعنی لیس وعطف جملہ بر جملہ فقط — لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہہ ۳: لا اول نفی جنس غیر ملغاة و ثانی نفی جنس ملغاة وعطف جملہ بر جملہ فقط — لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ

## الوجہ الرابع — فتح الاول ونصب الثانی

توجیہہ ۱: لا اول نفی جنس ثانی زائدہ وعطف مفرد بر مفرد وعطف بر لفظ نہ محل — لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةً مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہہ ۲: 〃 〃 عطف جملہ بر جملہ — لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا قُوَّةً مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ

باعتبار ظاہر معطوف بر لفظ حول است فلہذا منصوب است مگر در باطن مبتداء میتواند شدن باعتبار محل فلہذا خبر دیگر خواہد وعطف جملہ بر جملہ میشود۔

## الوجہ الخامس — رفع الاول وفتح الثانی

توجیہہ ۱: لا اول بمعنی لیس بر ضعف و ثانی نفی جنس وعطف جملہ بر جملہ فقط — لَاحَوْلٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ
(بمعنی لیس — اسم — خبر؛ نفی جنس — اسم — خبر)

توجیہہ ۲: لا اول ملغاة و ثانی نفی جنس عطف مفرد بر مفرد — لَاحَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
(نفی جنس ملغاة — مبتداء)

# صرح اللبیب

فی اغراض

# شرح التہذیب

تصنیفِ لطیف

جامع المعقول والمنقول

مفتی عطاء الرحمن مدظلہ

المکتبۃ الشرعیۃ

شمع کالونی جی ٹی روڈ

گوجرانوالہ

اصلاح اللسان عن نطق

# الحواشی

شرح

# ایساغوجی

تصنیف مفتی عطاء الرحمن

المکتبة الشرعیة شمع کالونی جی ٹی روڈ
کوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۳

علم نحو کو قواعد کے لحاظ سے
یاد کرنے کے لئے لاجواب تحفہ

# ضوابط نحویہ

تصنیف لطیف

مفتی عطاء الرحمن

المکتبۃ الشرعیۃ

شمع کالونی جی ٹی روڈ
گوجرانوالہ فون-۲۵۹۱۱۳

قال عمرؓ علیکم بالعربیۃ فانہا تثبت العقل وتزید فی المروءۃ

# رِفعۃُ العوامل

اُردو شرح

# شرح مائۃ عامل

تراکیب نحویہ — ضوابط نحویہ

تصنیف لطیف

## مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

صدر مدرس الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

ناشر

المکتبۃ الشرعیہ ○ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

فون ۲۵۹۱۸۳